بورڈ کی مارکنگ پالیسی کے مطابق لکھی گئی کتاب

علم و دانش

درسِ اسلامیات لازمی

برائے انٹرمیڈیٹ

پروفیسر ارشد عزیز

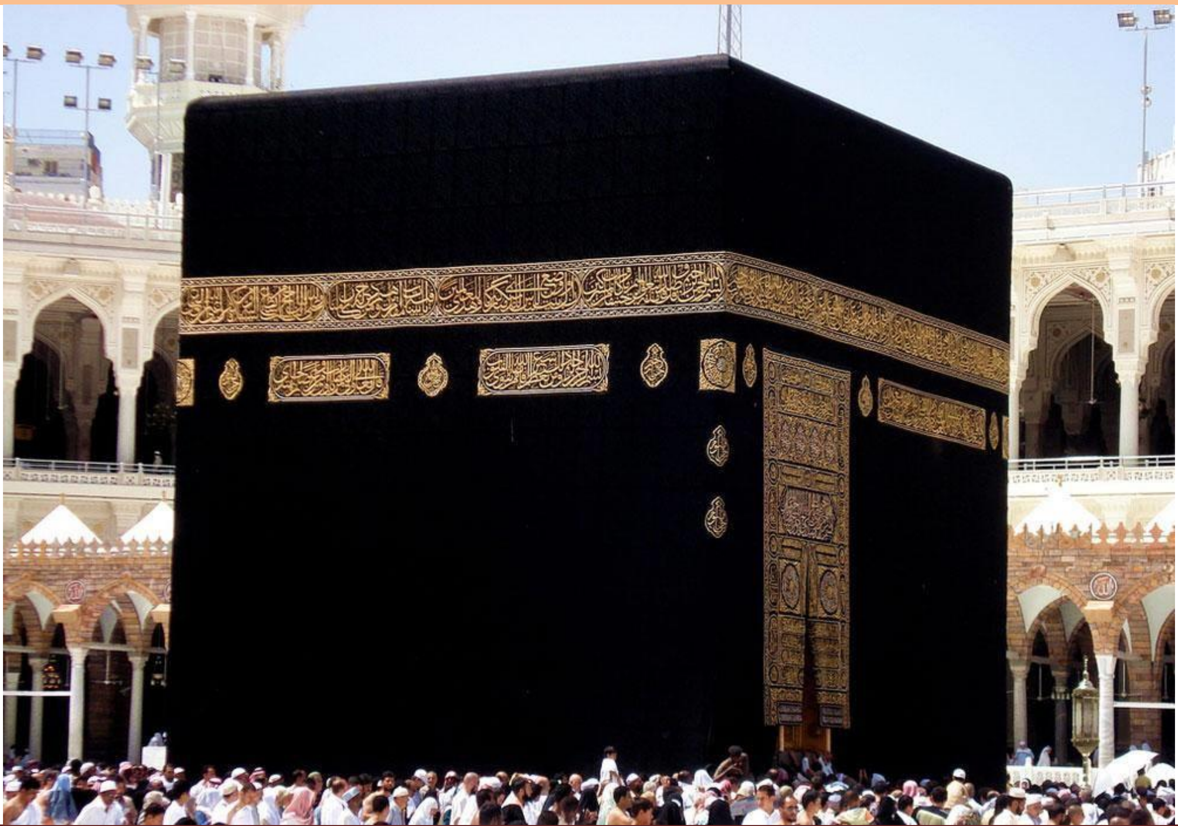


علم و دانش پبلشرز
17-مین اردو بازار، لاہور
042-37249093 - 0321-8880212

علم و دانش
درس اسلامیات لازمی
برائے انٹرمیڈیٹ

درس اسلامیات لازمی

برائے گیارہویں جماعت



پروفیسر ارشد عزیز

گورنمنٹ گریجوایٹ کالج میانوالی

پی ایچ ڈی سکالر

فہرست مضامین

اسلام کے بنیادی عقائد

عقیدہ کا لغوی مفہوم:

عقائد، عقیدہ کی جمع ہے۔ لفظ عقیدہ عقد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "باندھنا" اور "گرہ لگانا"۔ عقیدہ کے معنی ہوئے "باندھی ہوئی یا گرہ لگائی ہوئی چیز"۔

عقیدہ کی تعریف:

عقائد انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات ہیں جو اسے کوئی خاص طرز زندگی اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس سے اچھے یا برے اعمال سرزد کراتے ہیں۔ عقائد کو ایمانیات بھی کہا جاتا ہے۔

عقیدہ کی اہمیت:

عقیدہ کی مثال بیج جیسی ہے اور عمل کی مثال اس بیج سے اگنے والے پودے کی مانند ہے۔ پودہ بیج کی خصوصیات کا مظہر ہوتا ہے۔ بیج کا اثر پودے میں موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے ہر عمل پر عقیدے کا اثر موجود ہوتا ہے۔ عقائد انسان کے دل ودماغ پر حکمرانی کرتے ہیں۔ عقائد ہی انسان میں عمل کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ غرض انسانی زندگی کو درست کرنے اور بگاڑنے کا انحصار اس کے قلبی جذبات اور ذہنی افکار پر ہوتا ہے۔ اسلام میں عقائد کی اہمیت اس بات سے عیاں ہے کہ اللہ تعالی کے تمام انبیا نے عقائد کی اصلاح سے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔

اسلام کی بنیادی عقائد:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرہ177:2)

لیکن اصل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا۔

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے اور آپؐ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ (صحیح مسلم، رقم:102)

ایمان کے ان حصوں کو ایمان مفصل بھی کہا جاتا ہے:

اٰمنتُ بِاللہ وملائکتہٖ وکُتُبِہٖ ورُسُلِہٖ والیوم الاٰخِروالقدر خیرہٖ وشرّہٖ من اللہ تعالٰی والبَعثِ بَعْدالموت

میں اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد زندہ کئے جانے پر ایمان لایا۔

اسلام کے بنیادی عقائد درج ذیل ہیں:

(۱) عقیدہ توحید (ایمان باللہ):

اس بات کو دل وجان سے تسلیم کرنا کہ اللہ تعالی ہر لحاظ سے واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) عقیدہ رسالت (ایمان بالرسل):

یہ ایمان لانا کہ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کرام بھیجے۔ ان پیغمبروں کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت محمد ﷺ پر آکر ختم ہو گیا ہے۔ اس بات کا اقرار کرنا کہ یہ سب اللہ تعالی کے طرف سے بھیجے گئے اور سچے نبی تھے۔

(۳) الہامی کتابوں پر ایمان (ایمان بالکتب):

اس پر ایمان لانا کہ انبیاء پر اللہ تعالی کی طرف سے کتابیں اور صحائف نازل ہوئے۔ یہ اپنے زمانے کی سچی کتابیں اور لوگوں کی رہنمائی کرنے والی تھیں۔ قرآن مجید کے علاوہ باقی کتابیں تبدیل ہو چکی ہیں ان میں انسانی خیالات شامل ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب تلاوت اور عمل صرف قرآن مجید پر کیا جائے گا۔

(۴) فرشتوں پر ایمان (ایمان بالملائکہ):

اس بات پر ایمان لانا کہ فرشتے اللہ تعالی کی نور سے پیدا کی گئی مخلوق ہے۔ یہ مطیع اور فرماں بردار مخلوق ہے جو اللہ تعالی کے حکم سے مختلف کام سر انجام دیتے ہیں۔

(۵) آخرت کے دن پر ایمان (ایمان بالآخرۃ):

یہ ایمان لانا کہ ایک دن انسان اور جنات اللہ تعالی کے دربار میں پیش ہوں گے اور اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔

(۶) تقدیر پر ایمان (ایمان بالقدر):

اس بات پر ایمان لانا کہ تقدیر اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ تقدیر کا اچھا یا برا ہونا اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔

(۷) موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا:

دنیا میں مرنے کے بعد ہر جاندار کی روح باقی رہتی ہے جو قیامت کے دن ان کے جسموں میں دوبارہ لوٹائی جائے گی اور انہیں زندہ کر کے اللہ تعالی کے دربار میں پیش کیا جائے گا۔

تقدیر پر ایمان اللہ تعالی پر ایمان لانے میں شامل ہے جبکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا آخرت پر ایمان لانے میں شامل ہے۔ اس طرح بنیادی عقائد پانچ ہی ہوئے یعنی عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، فرشتوں پر ایمان، الہامی کتابوں پر ایمان اور آخرت کے دن پر ایمان لانا۔

عقیدہ توحید

1۔ توحید کا لغوی مفہوم:

توحید، احد اور واحد سے ہے، جس کے لفظی معنی ہیں "ایک ماننا" اور "یکتا جاننا"۔ اسی سے ملتا جلتا لفظ اتحاد ہے جس کے معنی ہیں ایک ہو جانا۔ قرآن مجید میں احد اور واحد کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

2۔ توحید کی تعریف:

اللہ تعالی کو اس کی ذات، صفات، عبادات (صفات کے تقاضوں) میں ایک ماننے کا نام توحید ہے۔

ربوبیت اور الوہیت اور اسماء اور صفات میں سے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اسے ایک ماننا توحید ہے۔

3۔ عقیدہ توحید کی اہمیت:

اسلام میں عقیدہ توحید کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ تمام انبیاء کی دعوت کا محور عقیدہ توحید تھا۔ اسلام میں داخل ہونے کے لئے توحید پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ اسلام میں داخلے کی اول اور اہم شرط ہے۔ عقیدہ توحید کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اسی عقیدہ کو اختیار کرنے سے وابستہ ہے۔ قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ توحید کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ اسی لئے سورہ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ سورہ اخلاص کو "سورہ توحید" اور "ثلث قرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورہ میں اللہ تعالی کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ،اللّٰهُ الصَّمَدُ ،لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ،وَلَمْ يَكُن لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ(الاخلاص112 :1-4)

فرما دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، معبود برحق ہے جو بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ 163:2)

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَااللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النسآء171:4)

اللہ تو ایک ہی معبود ہے

4۔ توحید کی اقسام :

توحید کی تین اقسام ہیں۔ (1) توحید فی الذات (2) توحید فی الصفات (3) توحید فی العبادات

توحید فی الذات:

توحید فی الذات سے مراد ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات میں ایک ہیں۔ اس کے نہ تو والدین ہیں، نہ ہی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد اور رشتہ دار وغیرہ۔ ارشاد الٰہی ہے:

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهٗ وَلَدٌوَّلَمۡ تَكُن لَّهٗ صَـٰحِبَةٌ(الانعام101:6)

اللہ تعالی کی اولاد کیسے ہو گی جبکہ اس کی بیوی بھی نہیں ہے۔

(۲) توحید فی الصفات :

اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالی کی صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اس جیسی صفات کا کوئی مالک نہیں۔ مثلا تخلیق کرنا اللہ تعالی کی صفت ہے۔ اس صفت میں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی خالق ہے باقی ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ مخلوقات کے پاس جو صفات ہیں وہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی ہر صفت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

اَفَمن يَّخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ(النحل17:16)

تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرتا

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شئٌ(الشوریٰ11:42) اس جیسی کوئی چیز نہیں

(۳) توحید فی العبادات:

اللہ تعالی بے مثال اور عظیم صفات کا مالک ہے، جن کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی کی عبادت کی جائے۔ اسی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اسی ذات کو حقیقی محبت اور اطاعت کا حقدار تصور کیا جائے۔ اسی کے کارساز ہونے پر ایمان لایا جائے۔ اسی کو اقتدار اعلی کا مالک سمجھا جائے۔ اسی کے قوانین کو نافذ کیا جائے۔ اللہ کے مقابلے میں کسی اور کے قانون کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدہ 44:5)

اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

حاکمیت صرف اللہ تعالی کی ہے اس سلسلہ میں ارشاد ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ(سورہ یوسف40:12) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔

اسے صفات کے تقاضوں میں توحید کہا جائے گا۔ اللہ تعالی نے اپنی ربوبیت کا پیغام اپنے انبیا کو دیا۔ انہوں نے انسانوں کو سچے خدا کی پہچان بتائی اور اس رب کی عبادت کے طریقے سکھائے۔ جب وہ ذات ہمیں پیدا کرنے والی، ہمیں زندگی اور موت دینے والی، ہمارے نفع اور نقصان کی مالک ہے اور ہماری تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہے تو ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم صرف اسی ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس لئے نماز صرف اللہ کے لئے پڑھی جا سکتی ہے روزہ، حج وغیرہ صرف اللہ کے لئے ادا کیا جا سکتا ہے۔ زکوۃ اور صدقات صرف اللہ کے نام پر دیے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(البقرہ 21:2)

اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اسی طرح ارشاد الہی ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ(سورہ الاسراء23:17)

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

5۔دلائل توحید:

ہر مخلوق اپنے خالق کے وجود پر گواہی دیتی ہے۔اسی طرح یہ پوری کائنات اور اس میں موجود ہر چیز خود بخود پیدا نہیں ہوئی بلکہ یہ شاہد ہیں کہ ان کا حقیقی خالق صرف اللہ تعالی ہی ہے۔کسی چیز کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کا خیال ذہن میں آتا ہے۔جس طرح ایک چھوٹا سا کمرہ بغیر معمار کے نہیں بن سکتا اسی طرح یہ کائنات بغیر خالق کے تخلیق نہیں ہو سکتی۔اور جس طرح ایک چھوٹی سی دکان بغیر دکاندار کے نہیں چل سکتی اسی طرح یہ کائنات کا نظام ایک الہ اور رب کے بغیر نہیں چل سکتا۔اس کائنات کو بنانے والی،اس کے نظام کو چلانے والی اور بالآخر اس کائنات کے نظام کو درہم برہم کرنے والی ہستی اللہ رب العزت ہی کی ذات ہے۔وہ ذات نظر نہیں آتی لیکن محسوس کی جاسکتی ہے۔اس کی توحید کے دلائل ہر جگہ موجود ہیں۔قرآن مجید کے مطابق یہ دلائل انفس (نفس کی جمع یعنی جان)اور آفاق (کائنات) میں موجود ہیں۔ان دلائل پر غور وفکر کرنے کے بعد اس رب کی معرفت حاصل کرو۔

1۔زمین وآسمان کی تخلیق:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر کیا ہے۔اس تخلیق کو اپنی توحید کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے۔اللہ تعالی نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں تخلیق کیا ہے۔یہ تخلیق ہر عیب اور نقص سے پاک اور اللہ تعالی کی قدرت کا بے مثال شاہکار ہے۔اس تخلیق میں تکمیل کی انتہا ہے، جسے دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔اس سلسلے میں ارشاد الہی ہے:

الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ○ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیۡرٌ(الملک 3:67،4)

اس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے، تم خدائے رحمن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹے گی۔

فرق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کائنات کی ہر چیز کو ایک خاص توازن اور ربط کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔اس کائنات میں ہمیں کہیں کوئی نامناسب چیز نظر نہیں آتی۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں رسل کا اپنی قوم کے کفار کے ساتھ مکالمے ذکر کیا، جو اللہ تعالی کی عبادت کرنے میں شک اور شبہ کا شکار تھے۔رسولوں نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالی کے وجود میں کیسے شک کرتے ہو؟ جبکہ فطرت اس کی گواہ ہے، انسانی بنیاد میں اس کا اقرار موجود اور عقل سلیم اس کو ماننے پر مجبور ہے۔اگر دلیل کے بغیر تمہیں اطمینان نہیں تو غور کرو کہ یہ زمین وآسمان کیسے وجود میں آئے؟ انہیں بغیر کسی نمونے کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالی ہی کی ہے۔کیا تمہیں اس کی الوہیت اور وحدانیت میں شک ہے؟

قَالَتۡ رُسُلُهُمۡ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ(ابراہیم 10:14)

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا (تم کو) اللہ (کے بارے) میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے؟

(۲) کائنات کا منظم اور مربوط نظام :

کائنات کا نظام ایک منظم اور مربوط انداز میں ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے۔مثال کے طور پر سورج کا اپنا مدار ہے جس میں وہ چکر لگا رہا ہے۔اسی طرح چاند کا ایک اپنا مدار ہے جس میں وہ چکر لگا رہا ہے۔لیکن گردش کے دوران نہ تو سورج چاند سے ٹکراتا ہے اور نہ چاند سورج سے

ٹکراتا ہے۔ سورج دن کو اپنی روشنی بکھیرتا ہے جبکہ چاند رات کو چمکتا ہے۔ سورج چاند کی حقیقت اور افادیت کو باطل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ نیز ان دونوں کی روشنی ایک دوسرے سے مختلف ہے:

لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ(یٰسٓ 40:36)

نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

کائنات کے منظم اور مربوط نظام کی دوسری مثال یہ ہے کہ دن اور رات اپنے وقت پر آتے اور جاتے ہیں۔ رات دن سے پہلے جبکہ دن رات سے پہلے نہیں آسکتی۔ موجودہ زمانے میں رات اور دن کے اَوقات معلوم ہیں۔ کبھی رات طویل ہوتی ہے تو دن مختصر ہو جاتا ہے اور کبھی دن طویل ہوتا ہے تو رات مختصر ہو جاتی ہے۔ دوسری چیز جو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمائی ہے کہ اگر اللہ دن کر دے تو پھر کون ہے جو رات کر سکے اور اگر وہ رات کر دے تو پھر کون ہے جو دن کر سکے۔ دن اور رات اس کے حکم کے منتظر ہیں۔ اسی نے دن کو کام کاج کے لئے اور رات کو آرام کے لئے بنایا۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ(آل عمران 190:3)

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

نیز اس کائنات کے نظام کا مربوط اور منظم شکل میں موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ الہ اور رب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو دونوں کے درمیان اقتدار کی جنگ جاری رہتی۔ ہر خدا دوسرے خدا کو شکست دینے کی کوشش کرتا۔ اس طرح کائنات کا نظام خداؤں کی بھینٹ چڑھ کر تباہ و برباد ہو جاتا۔ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

لَوۡکَانَ فِیۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیا 22:21)

اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔

(۳) ہر چیز کی خاص اندازے سے تخلیق:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّاکُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ (القمر 49:54)

ہم نے ہر چیز کو (مقررہ) اندازے سے پیدا کیا ہے۔

بے شک اس کائنات میں وہی ہے جس کو ہم نے پہلے سے مقرر کردہ انداز کے مطابق پیدا کیا ہے۔ ہدایت ہو یا گمراہی، سعادت ہو یا شقاوت، نیکی ہو یا برائی، غربت ہو یا امیری، تندرستی ہو یا بیماری ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور تقدیر کے مطابق بنائی۔ اسی میں دنیا کی عمر اور اس

کے فنا کا وقت بھی ہے جو قیامت کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ حضرات متکلمین اور ائمہ اہلسنت اس آیت سے مسئلہ تقدیر کے ثبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ ہر امر اللہ کی تقدیر سے ہے اور ہر چیز کا علم اللہ کو اس کے وجود سے پہلے ہے۔ مسئلہ تقدیر دین اسلام کے عقائد قطعیہ میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس میں تردد یا انکار کفر اور گمراہی ہے اور بحث ومباحثہ اللہ اور اسکے رسول کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے۔ (معارف القرآن 2/601، 602)

(۴) تخلیق انسان:

انسان اشرف المخلوقات اور اللہ تعالی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انسان کو اپنی تخلیق پر غوروفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس غوروفکر کے نتیجے میں وہ اپنے رب کو پہچان پائے گا۔ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (الطور52 :35،36)

کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے تئیں) پیدا کرنے والے ہیں. یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے (نہیں) بلکہ یہ یقین نہیں رکھتے۔

اس آیت میں سوال کیا گیا ہے کہ کیا انہیں اللہ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کیا ہے؟ کیا وہ ماں باپ اور نطفہ علقہ اور مضغہ کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں؟ کیا ان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں؟ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ احکام الٰہی کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جبکہ وہ یہ نہیں کہتے اور اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے سوا ان کا کوئی خالق نہیں، تو پھر کونسی چیز ہے جو انہیں اللہ کی عبادت سے انکار کرنے اور بتوں کی عبادت کا اِقرار کرنے پر مجبور کرتی ہے؟

توحید انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ جس طرح ساری کائنات وجود باری تعالی پر گواہ ہے اسی طرح فطرت انسانی کی آواز بھی توحید سے لبریز ہے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ (وحشی اور مہذب) اقوام عالم نے قادر مطلق ذات کا اعتراف کیا ہے۔ اسی طرح آثار قدیمہ کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہونے والی وحشی اقوام بھی کسی نہ کسی صورت میں وجود الٰہی کی قائل تھیں۔ اگرچہ ان اقوام کی ذہنی اور فکری سطح بہت پست تھی لیکن پھر بھی وجود الٰہی کی قائل تھیں۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے وجود پر ایمان انسانی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا(الروم 30:30)

اللہ کی اس فطرت (کی پیروی کرو) جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ(صحیح بخاری: 140)

ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو اپنے نفس میں غوروفکر کرنے کی دعوت دی ہے کہ اگر اپنے وجود میں غوروفکر کروگے تو تمہیں بہت سی ایسی نشانیاں ملیں گی جو وجود الٰہی پر دلالت کرتی ہیں:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ(الذاریات 51 :21)

اور خود تمہارے نفوس میں تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

اگر انسان اپنے نفس میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالی نے اسے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ دیکھے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا؟ پھر وہ بہت مجبور تھا کہ نہ تو اپنی مرضی سے کھا سکتا تھا، نہ پی سکتا تھا، نہ پہن سکتا تھا اور نہ ہی اپنی صفائی کر سکتا تھا۔ اس نے بچپن سے جوانی کا سفر طے کیا پھر جوانی سے بڑھاپے کا سفر طے کیا۔ اگر وہ اپنی زندگی میں دیکھے تو اللہ تعالی نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ چاہے بھی تو اللہ تعالی کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

(۵) کرہ ارض پر موجود دلائل توحید:

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے زمین میں موجود توحید کی نشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (الذاریات 20:51)

اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بہت) سی نشانیاں ہیں۔

زمین میں توحید کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالی نے زمین کو فرش بنایا۔ اس کو اس طرح بنایا کہ انسان اس پر اپنے گھر بنا سکتا ہے، زراعت اور کھیتی باڑی کر سکتا ہے اس کی معدنیات سے فوائد حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح یہ زمین مردہ ہوتی ہے اللہ تعالی بارش نازل کرتے ہیں جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اس پر کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ ہر قسم کی نباتات اگائی جاتی ہے۔ پودوں سے پھل حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں انسانوں اور جانوروں کے مادی وجود کی غذا ہیں۔ اس کے علاوہ زمین پر ان قوموں کے آثار موجود ہیں جنہیں اللہ تعالی نے تباہ وبرباد کر دیا۔ زمین پر پہاڑ موجود ہیں جنہیں اللہ نے زمین پر میخوں کی طرح گاڑھ دیا ہے۔ پہاڑوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔ یہ استحکام ہمیں اللہ تعالی کی تمام مخلوقات میں نظر آتا ہے۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (النمل 88:27)

خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا

نیز بڑی بابرکت ذات ہے اللہ تعالی، جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ (المومنون 14:23)

شرک

1۔لغوی مفہوم:

شرک کے لفظی معنی حصہ دار بنالینا یا مان لینا، ساجھے پن، ساتھ شامل کر لینا اور ملاوٹ کر دینا کے ہیں۔ شرک توحید کا متضاد ہے۔

2۔شرک کی تعریف:

اللہ تعالی کی ذات، صفات اور عبادات میں کسی کو حصہ دار بنالینے کو شرک کہا جاتا ہے۔ شرک میں اللہ تعالی کی ربوبیت کا انکار نہیں کیا جاتا بلکہ کسی کو اس جیسا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو بھی الہ مان لینا شرک ہے۔

3۔شرک کی تردید:

انسان سب سے پہلے عقیدہ توحید کا قائل تھا۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی بھی تھے جو عقیدہ توحید کے قائل تھے۔ انہوں نے عقیدہ توحید کی دعوت دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان اللہ تعالی کی سچی تعلیمات کو بھلا کر گمراہی کا شکار ہو گئے۔ وہ اللہ رب العزت کے ساتھ کئی دوسرے خداؤں کو شریک کر کے ان کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ جس چیز سے انہیں خوف محسوس ہوا اسے دیوتا قرار دے کر اس کی عبادت کرنے لگ گئے۔ انہوں نے آگ، سمندر اور آندھیوں کو دیوتا قرار دیا۔ جو چیز ان کو فائدہ پہنچاتی تھی اسے بھی خدا قرار دیا۔ زرعی ممالک میں زراعت کا انحصار گائے پر تھا تو انہوں نے گائے کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت شروع کر دی۔ بعض نے پتھروں اور جنات کی بھی پوجا کی۔ اللہ تعالی نے ہر زمانے اور ہر قوم میں اپنے نبی بھیجے جو انسانوں کو اللہ تعالی کی عبادت کرنے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانے کی دعوت دیتے رہے۔ قرآن مجید نے شرک کی مذمت کرتے ہوئے اسے بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ الشِّرکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ(سورۃ لقمٰن 13:31)

بے شک شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شرک کو اکبر الکبائر یعنی تمام کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ قرار دیا۔[2]

قرآن عظیم نے شرک کو ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے، اس بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ
وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا(النسآء4:48)

خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔

نبی اکرم ﷺ نے شرک کرنے والے کو جہنمی قرار دیا:

مَن لَقِیَ اللّٰہُ لَا یُشرِکُ بِہٖ شَیئًادَخَلَ الجَنَّۃَوَمَنْ لَقِیَہُ یُشْرِکْ بِہٖ دَخَلَ النَّار (صحیح مسلم:280)

جو اللہ کو اس حال میں ملا کہ اس نے اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو اسے اس حال میں ملا کہ اس نے اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کیا وہ آگ میں داخل ہو گا۔

4۔شرک کی اقسام:

شرک کی تین اقسام ہیں: ذات میں شرک، صفات میں شرک، عبادات میں شرک۔

1۔ذات میں شرک:

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی حقیقت اور ذات میں کسی کو حصہ دار بنایا جائے۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) کسی دوسرے میں اللہ تعالی کی حقیقت تسلیم کر کے اسے اللہ تعالی کے برابر قرار دینا۔

(۲) اللہ تعالی کو کسی کی یا کسی کو اللہ تعالی کی اولاد قرار دیناذات میں شرک کرنا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالی کا بیٹا قرار دیا جبکہ مشرکین مکہ نے فرشتوں کو اللہ تعالی کی بیٹیاں قرار دے کر ذات میں شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ،وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ(الاخلاص112 :3،4)

نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

دوسرے مقام پر شرک فی الذات کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ(البقرہ2:116)

اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے (نہیں) وہ پاک ہے۔

(2) صفات میں شرک:

صفات میں شرک سے مراد یہ ہے کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالی جیسی صفات کا مالک سمجھنا۔ اللہ تعالی جیسی صفات کا کوئی مالک نہیں۔ اب اگر کوئی اس جیسا علم، قدرت یا ارادہ کسی اور کے لئے ثابت کرے، کسی دوسرے کو ازلی یا ابدی تصور کرے تو یہ صفات میں شرک ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ(سورۃ الشوریٰ42:11)

اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

تمام مخلوقات ہر لحاظ سے اللہ تعالی کی محتاج ہیں۔ مخلوقات جن صفات کی مالک ہیں وہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ جبکہ اللہ تعالی کی تمام صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا کی ہوئی نہیں ہیں۔

(3)صفات کے تقاضوں یا عبادات میں شرک:

اللہ تعالی نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔ لیکن ان میں سے بعض نے بتوں، آگ اور سورج وغیرہ کی عبادت شروع کر دی۔ انہیں اللہ تعالی کا شریک بنا دیا۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالی ہے اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ نماز صرف اللہ کے لئے پڑھی جاسکتی ہے، روزہ صرف اللہ کے لئے رکھا جاسکتا ہے، حج صرف اللہ تعالی کے گھر کا کیا جاسکتا ہے اور زکوٰۃ میں مال صرف اللہ تعالی ہی کے راستے میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ عبادات کسی اور کے لئے سرانجام دی جائیں تو یہ عبادت میں شرک بن جائے گا۔

شرک صرف بتوں کو پوجنے کا نام نہیں بلکہ ہر چوٹی اور بڑی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالی کے سوا کسی اور سے امید لگانا بھی شرک ہے۔ بعض مسلمان اللہ تعالی پر ایمان لانے کے باوجود اپنی اولاد، روزگار، صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اسی عاجزی اور امید سے پیش کرتے ہیں جس کا حقدار صرف اور صرف اللہ تعالی ہی ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں انسان کی اسی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَO لا يَسْتَطِيْعُوْنَ
نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (یٰسٓ 36:74،75)

اور انہوں نے خدا کے سوا (اور) معبود بنا لئے ہیں کہ شاید (ان سے) ان کو مدد پہنچے (مگر)
وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ ان کی فوج ہو کر حاضر کئے جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہی دوسرے مقام پر چیلنج کرتے ہوئے سوال فرمایا:

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ
(سورۃ الملک 67:21)

بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کرلے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟ لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں
پھنسے ہوئے ہیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور مسبب الاسباب مانتے ہوئے اسی کے فضل و کرم سے اپنی مشکلات اور مجبوریوں کا حل تلاش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو منعم حقیقی سمجھتے ہوئے خلوص دل سے اس کا شکر ادا کیا جائے۔ صرف زبان سے یا اللہ تیرا شکر ہے کہنا کافی نہیں بلکہ اس کی اصل صورت یہ ہے کہ اپنی عبادت و بندگی کا رخ ذات الٰہی کی طرف پھیر دیا جائے اور اپنی عملی زندگی میں غیر اللہ کی عبادت کا کوئی شائبہ تک نہ رہنے دیا جائے۔

عقیدہ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات

1۔ عزت نفس:

انسان اللہ تعالیٰ کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ دیگر مخلوقات انسان سے کمتر ہیں۔ انسان سے اعلیٰ اور برتر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لہٰذا انسان اگر اپنے سے کمتر کے آگے جھکے گا تو اس کو ذلت ملے گی جبکہ اللہ تعالیٰ جو اس کا خالق، مالک اور رب ہے اس کے آگے جھکنے میں اس کی عزت ہوگی۔ اللہ رب العزت کے آگے محبت سے جھک جانے کا نام ہی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے: ہم نے آدم کی اولاد کو عزت عطا کی (بنی اسرائیل 17:75)۔ دانائے راز اور شاعر مشرق نے اسی حقیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ توحید پر ایمان لانے کی وجہ سے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور انسان در در پر سر جھکانے سے بچ جاتا ہے۔ اگر انسان اللہ کے در سے فرار اختیار کرے تو پھر اسے در در پہ سر جھکانا پڑتا ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

2۔ انکساری:

عقیدہ توحید کی وجہ سے انسان میں عاجزی اور انکساری پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت یہی تصور کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک حقیر بندہ ہے۔ اللہ رب العزت المتکبر ہے۔ تکبر صرف اسی کی ذات کو زیب دیتا ہے۔ میں تو اس کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اسی عبادت سے انسان میں

عاجزی جنم لیتی ہے۔ وہ رب کائنات کی بے پناہ طاقتوں کے آگے اپنے آپ کو بے بس، حقیر اور مجبور تصور کرتا ہے۔ اس لئے وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے حقیر نہیں سمجھتا اور اللہ تعالی کا عبد بن کر ایک عجیب لطف حاصل کرتا رہتا ہے۔

3۔ وسعت نظری:

اس سے مراد ہے سوچ کا وسیع ہونا۔ عقیدہ توحید کا ماننے والا تنگ نظری سے بچ جاتا ہے۔ وہ تمام مذاہب کا احترام کرتا ہے اور دلیل کی بنیاد پر اختلاف رکھتا ہے۔ وہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتا ہے۔ وہ ذات، برادری، نسل، رنگ اور زبان کو محبت اور نفرت کو فضیلت کا معیار نہیں بناتا بلکہ اس کے نزدیک تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ انسان کو فضیلت ایمان اور تقوی کی بنیاد پر حاصل ہے۔ اس تصور کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا سلوک کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد مخلوقات عالم کی بہتری اور بھلائی کے لئے کوشش کرنا ہوتا ہے۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

4۔ شجاعت واستقامت:

عقیدہ توحید کی بدولت جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ پھر کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے انسان کو اللہ سے ہی ڈرنا چاہئے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور نبی بہادر تھے۔ انہوں نے بڑے جابر اور ظالم بادشاہوں کے دربار میں اللہ تعالی کا پیغام پہنچانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ غزوہ بدر سے غزوہ تبوک تک ہونے والی ہر جنگ میں توحید پرستوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ وہ جنگوں کی مصیبت کے لئے جیتے اور اللہ کے نام کی عظمت پر مرتے تھے۔

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ ان پر نہ ہی کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں:

أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ(سورہ یونس 62:10)

یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

5۔ رجائیت:

اس سے مراد پر امید ہونا اور دل کا سکون حاصل کرنا ہے۔ عقیدہ توحید کو ماننے والا پر امید ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ مانتا ہے کہ اللہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح برس ہا برس کی بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود یہ امید رکھتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالی اسے ضرور صحت نصیب فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں اسوہ انبیا یہ ہے کہ وہ انتہائی مشکل حالات میں بھی پر امید رہے۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالی ان کی مشکلات کو آسان فرمادے گا۔

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا
مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ(الزمر 53:39)

(اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ
اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید
نہ ہونا خدا توسب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

6۔دل کا سکون:

انسان جب اپنے دل کو اللہ تعالی کی یاد سے آباد کر تا ہے تو اس کو اطمینان قلب یا دل کا سکون حاصل ہو تا ہے۔وہ جس قدر ذکر زیادہ کرے گا اسے دل کا سکون بھی اسی قدر زیادہ حاصل ہو گا۔اس دور میں ذہنی بیماریوں اور تناؤ سے سکون حاصل کر لینا اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن یہ نعمت ذکر الٰہی سے حاصل ہو گی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ(الرعد 28:13)

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد
رکھو صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہو تا ہے۔

7۔پرہیز گاری:

عقیدہ توحید کی وجہ سے انسان میں یہ احساس پیدا ہو تا ہے کہ میر ا اللہ میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔اسے یہ معلوم ہو تا ہے کہ اللہ تعالی اس کے ہر عمل سے آگاہ ہے۔وہ ہر کسی سے چھپ سکتا ہے لیکن اللہ سے چھپ نہیں سکتا۔اس لئے کہ وہ اس کے ساتھ موجود اور ہر خیال سے واقف ہے۔اس خیال کے پیدا ہوتے ہی انسان گناہوں سے باز رہنے اور نیک کاموں کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔یہ عقیدہ انسانوں کو گناہوں سے بچنے اللہ سے ڈرنے اور نیک اعمال کی راہ اختیار کرنے کا جذبہ پیدا کر تا ہے۔جب لوگوں کے اجتماعی اعمال درست اور نیک ہوتے ہیں تو ایک صالح معاشرہ وجود پاتا ہے۔غرض توحید کو ماننے سے انسان عمل صالح کی طرف راغب ہو تا ہے۔انسانی اعمال کا تعلق نیت اور دل کے ارداے سے ہو تا ہے بلکہ یہی قلبی ارادہ ہی انسانی اعمال کی بنیاد ہو تا ہے۔اس لئے انسانی اعمال دل کی پیروی کرتے ہیں۔دل میں ایمان ہو گا تو عمل صالح ہو گا۔تقوی کا تعلق دل کے ساتھ ہو تا ہے اگر دل صحیح کر لیا جائے تو باقی جسم خود بخود صحیح ہو جا تا ہے۔اس کی وضاحت احادیث میں موجود ہے۔

اللہ تعالی کو انسانی زندگی سے دو چیزیں مطلوب ہیں۔ایک ایمان اور دوسر ا عمل صالح۔انسانی زندگی کی نجات اور کامیابی کے لئے ایمان اور عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔جس طرح ایک پھل کی پہچان درخت سے ہوتی ہے اسی طرح ایمان کی پہچان نیک اعمال سے ہوتی ہے۔اگر کوئی شخص دعوی ایمان کے باوجود برے اعمال سر انجام دیتا ہے تو ایمان ابھی تک اس کے دل میں داخل نہیں ہوا۔عقیدہ توحید کی بنیاد پر سر انجام دی جانے والی تمام عبادات کا مقصود تقوی ہے۔جس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالی کا خوف کرتے ہوئے تمام اقسام کے گناہوں سے بچنا چاہیے۔

8۔اتحاد :

توحید اتحاد کے مترادف ہے۔جس طرح اللہ ایک ہے اسی طرح اس نے مسلمانوں کو ایک ہونے کا درس دیا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو ہر قسم کی تفریق سے آزاد کر کے انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔تاریخ اسلامی گواہ ہے کہ جب تک مسلمان متحد رہے دنیا پر حکومت کرتے رہے۔

عقیدہ رسالت

1۔رسالت کا لغوی مفہوم:

رسالت را کی زیر اور زبر کے ساتھ لکھا جاتا ہے، یعنی رِسالۃ اور رَسالت بھی لکھا جاتا ہے۔اس کے معنی پیغام، خط اور پیغامبری کے ہوتے ہیں۔اس کی جمع رَسَائل اور رَسالات آتی ہے۔[4] اسی سے پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔رسول کا معنی بھیجا ہوا، اس کی جمع رسل آتی ہے۔نبی کا معنی ہوتا ہے "خبر دینے والا"۔اس لئے کہ نبی اللہ تعالی کے ارشادات واحکامات کی خبر دیتا ہے۔

2۔تعریف:

اللہ تعالی نے انسانوں اور جنات کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اپنے انبیا اور رسل کو مبعوث کیا جنہوں نے پوری امانت داری کے ساتھ اللہ تعالی کا پیغام ان تک پہنچایا۔ان کے اس پیغام پہنچانے کے عمل کو رسالت کہا جاتا ہے۔

وہ ہستی جس کو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کی طرف اپنے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا ہو، رسول کہلاتا ہے۔رسول نبی بھی ہوتا ہے۔

3۔نبی اور رسول کا فرق:

اللہ تعالی جس ہستی کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کرتا ہے اسے نبی کہا جاتا ہے۔لیکن جن انبیا کو اللہ تعالی نئی الہامی کتاب اور نئی شریعت عطا کرتا ہے وہ رسول کہلاتے ہیں۔ہر رسول نبی ہوتا ہے جبکہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔اللہ تعالی انبیا ورسل سے وحی کے ذریعہ کلام کرتا ہے۔

4۔وحی:

وحی کے لغوی معنی "جلدی سے کوئی اشارہ کرنا" یا "چپکے سے دل میں کوئی بات ڈالنا" کتابت، رسالت اور ہر وہ (پیغام) جو دوسرے کی طرف بھیجا جائے۔

ا۔وحی کی تعریف:

علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں وحی کی تعریف اس طرح کی ہے:

وحی سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالی اپنے انبیا میں سے کسی نبی اور رسول پر آہستہ آہستہ نازل کرتا ہے۔

۲۔وحی کی صورتیں :

وحی کی تین صورتیں ہیں جو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان ہوئی ہیں:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ
حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ
إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ(الشوری 51 : 42)

کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ اس سے (روبرو) بات کرے سوائے
اس کے کہ وہ وحی کے ذریعے ہو، یا کسی پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی

پیغام لانے والا (فرشتہ) بھیج دے اور وہ اس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کا
پیغام پہنچادے۔ یقیناوہ بہت اونچی شان والا بڑی حکمت کامالک ہے۔

5۔عقیدہ رسالت قرآن مجید کی روشنی میں:

1۔انبیاء پر ایمان لانا :

قرآن مجید نے اللہ تعالی کے تمام انبیاپر ایمان لانے کولازم قرار دیاہے کہ یہ سب اللہ کے سچے نبی تھے۔اس حکم سے متعلق قرآن مجید میں اکثر ارشادات موجود ہیں۔انہی میں سے ایک ارشاد الٰہی ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ واليوم الاٰخرِ والملٰئكَةِ والكتٰبِ والنبيّٖنَ(البقرہ2:177)

لیکن اصل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا۔

ہم تمام انبیاکرام پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار نہیں کرتے اور نہ ہی یہود و نصاری کی طرح ان کے درمیان کوئی فرق کرتے ہیں کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا کفر کریں:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ(البقرہ2:285)

ہم اس کے رسولوں میں باہم کوئی فرق بھی نہیں کرتے

ایمان کے معاملہ میں تفریق کی اجازت نہیں ہے یہ ہم پر لازم ہے کہ ہم تمام انبیاء کرام کے بارے میں ایمان رکھیں کہ وہ سچے، پاکباز اور اعلی کردار کے مالک تھے۔ ہم پر ان تمام انبیاء کا ادب واحترام کرنالازم ہے۔اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں جاتا کہ کچھ انبیاپر ایمان لایا جائے اور کچھ کا انکار کردیاجائے۔ کسی ایک نبی یا ایمان کی کسی ایک جزو کا انکار سارے ایمان کے انکار کے برابر اور کفر ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًاo اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا(سورہ النسآء4: 150،151)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ایسے ہی لوگ تو اصل کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲۔ہر امت کی طرف بعثت رسل:

قرآن مجید کے مطابق اللہ تعالی نے اس دنیامیں آباد ہر قوم کی طرف اپنے رسولوں کو اپنا پیغام دے کر بھیجا۔ارشاد الٰہی ہے:

وَلَقَد بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَسُولًااَنِ اعْبُدُوااللهَ(النحل16: 36)

اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجاہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔

تمام انسان اللہ کی نظر میں برابر ہیں اور سب کا مقصد تخلیق بھی ایک ہے۔ اس لئے اللہ کی رحمت سے یہ بعید تھا کہ بعض قوموں اور آبادیوں کی طرف رسول بھیجتا اور بعض کو اس سے محروم رکھتا۔ اس لئے اللہ تعالی نے تمام اقوام کی طرف رسول بھیجے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر35 :24)

اور کوئی بھی قوم ایسی نہیں جس سے کوئی ڈرانے والا (رسول) نہ گزر چکا ہو۔

بعض روایات میں حضرت آدمؑ سے حضرت محمد ﷺ تک تشریف لانے والے انبیا کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ اس طرح دنیا میں بسنے والی کوئی بھی قوم پیغام ہدایت سے محروم نہیں ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں انبیا کا تذکرہ:

قرآن مجید میں اس پیغام کو بیان کیا گیا ہے جو تمام انبیا لے کر آئے۔ اس سلسلہ میں انبیا کا ضمناً ذکر موجود ہے۔ لیکن نام کے ساتھ صرف چند (جن کی تعداد 26 بیان کی جاتی ہے) انبیا کا ذکر ہوا ہے۔ تمام انبیا کے اسمائے گرامی قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ارشاد الہی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ
وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (غافر40:78)

اور ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے ان میں سے بعض کے حالات آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے حالات آپ سے بیان نہیں کیے ہیں۔

6۔ نبی اور رسول کی ضرورت:

ایک نبی اور رسول کی ضرورت درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر پیش آتی ہے:

ا۔ شارح احکام الہی:

ایک نبی اللہ تعالی کے احکامات کو پہنچانے کے علاوہ ان کا بہترین مفسر اور شارح بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر قرآن اور فقہ اسلامی میں احادیث نبوی ایک ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح دنیا میں ایک کتاب بغیر استاد کے سمجھ میں نہیں آسکتی بالکل اسی طرح اللہ کی کتاب بغیر نبی کی تشریح کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی تشریحی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل 16:44)

اور ہم نے آپ پر یہ یاداشت نازل کی تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو

آپ ﷺ ایک معلم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے احکام الہی آپ کی وضاحت کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتے۔ نماز، حج اور زکوٰۃ وغیرہ جیسے کئی احکامات کی تفصیل آپؐ کے ذریعے معلوم ہوئی ہے۔ نیز وہ امت کے ایک عام فرد کی طرح مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ایک مثالی معاشرہ پیش کرے۔ اور یہ معاشرہ احکام الہی کی تشریح معلوم ہو۔

۲۔ عملی نمونہ:

رسول اور نبی کی دوسری ضرورت یہ ہے کہ وہ احکام الٰہی کا بہترین عملی نمونہ فراہم کرے۔ کتاب اللہ اگر تھیوری کا نام ہے تو رسول اس کی عملی نمونہ فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز ویسے ادا کرنے کا حکم دیا جیسے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ حج کے مناسک کی تعلیم دی۔ اللہ تعالی کسی عبادت کو اس وقت قبول فرماتا ہے جب وہ اس کے نبی کے طریقہ کے مطابق ہو۔ ایک انسان کامل دوسرے انسانوں کے لئے عملی نمونہ فراہم کرے۔ وہ عملی نمونہ اتنا جامع اور کامل ہو کہ زندگی کے تمام شعبوں سے وابستہ ہر شخص اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔

7۔ انبیا کی خصوصیات:

1۔ بشریت:

انسانی جسم کی کھال کے اوپر والے حصے کو بشر کہا جاتا ہے۔ بشریت سے مراد ہے کہ تمام انبیا ورسل جنس کے اعتبار سے انسان تھے کیونکہ انسان کے فطری تقاضوں اور ضرورتوں کو انسان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جن یا کوئی اور مخلوق یہ فریضہ سرانجام نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے علاوہ پیغمبر کی ذمہ داری اللہ کا پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی فراہم کرنا ہوتا ہے۔ اس عملی نمونہ کے ذریعے قوم کی اصلاح کرنا اس کا بنیادی فریضہ ہے۔ اگر پیغمبر کسی اور مخلوق سے ہوتا تو انسان کہتے کہ یہ تو جن یا فرشتہ ہے یہ تو عبادت کر سکتا ہے لیکن ہم انسان ہیں ہم یہ عبادت وغیرہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ اسلئے انسانوں میں سے ہی ایک نبی کو مبعوث کیا گیا۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُم اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌمِّثْلُكُمْ(سورہ ابراہیم 11:14)

ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں

رسول اگرچہ انسان ہوتے ہیں لیکن مقام ومرتبہ کے حوالے سے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ ایسے اوصاف کے مالک ہوتے ہیں جن کا مالک کوئی اور انسان نہیں ہوتا۔ ہر زمانے میں ہر قوم نے انبیا پر تقریبا یہی اعتراض کیا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو تم کو نبوت کیسے مل گئی۔ اللہ تعالی نے اگر نبی بنانا ہوتا تو کسی فرشتے کو نبی بنا کر ہماری طرف بھیجتا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

قُل لَّوۡ كَانَ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَلَٰٓئِكَةٌ يَمۡشُونَ مُطۡمَئِنِّينَ لَنَزَّلۡنَا
عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَلَكٗا رَّسُولٗا(بنی اسرائیل 95:17)

آپ کہہ دیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو
ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ خواتین کو بھی نبوت عطا کی گئی کیونکہ ان پر بھی وحی آئی۔ لیکن اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ تمام انبیا مرد تھے۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے اور یہی کلمات سورہ نحل کی تینتالیس نمبر آیت میں بھی آئے ہیں۔

وما ارسلنا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرَىٰ(سورہ یوسف 109:12)

آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے۔

۲۔ وہبیت:

وہبیت سے مراد ہے کہ رسالت ایک ایسی نعمت ہے جو صرف اللہ تعالی کی عطا کردہ ہے۔ کوئی شخص اپنی محنت یا کاوش سے یہ منصب حاصل نہیں کر سکتا۔ رسالت کسبی نہیں وہبی ہے۔ یعنی رسالت عبادت، علم اور ریاضت کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ(الانعام 124:6)

اللہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کس کے سپرد کرنی ہے۔

اسی طرح فرمایا:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ(الجمعۃ 4:62)

یہ اللہ تعالی کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

لیکن یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے جن کو بھی منصب نبوت عطا کیا وہ تقوی، امانت و دیانت، عزم وہمت جیسی اعلی صفات اور اعلی کردار کے مالک تھے۔

۳۔ معصومیت:

معصومیت سے مراد ہے کہ انبیا و رسل ہر چھوٹی سے چھوٹی غلطی سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے خصوصی حفاظت کا اہتمام کیا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ارادے سے کوئی گناہ کا کام نہیں کرتے۔ معاشرے میں ان کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ ان کا کوئی کام نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتا۔ ان کا ہر کام اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ انبیا کو معصوم تصور کرنے سے یہود و نصاری کے ان نظریات کا رد ہوتا ہے جو انتہائی شرمناک ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ(آل عمران 121:3) ناممکن ہے کہ نبی سے خیانت ہو جائے

۴۔ تبلیغ احکام الہی (اللہ تعالی کے احکامات کو پہنچانا):

پیغمبر کے فرائض میں یہ شامل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے پیغامات کو کسی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائے۔ پیغمبر اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ ان احکامات کا مبلغ ہوتا ہے جو اس پر اسکے رب کی طرف سے نازل کئے جاتے ہیں۔ وہ وحی الہی کا ترجمان اور شارح ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ،اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى(النجم 53 :3،4)

اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا: کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا سب نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انگلی اٹھا کر فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۵۔ واجب الاطاعت ہونا:

واجب الاطاعت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہر نبی کی اطاعت کرنا لازمی اور ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ(النسآء 64:4)

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

اللہ تعالی نے ہر امت کے لئے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے نبی اور رسول کی اطاعت کو لازم کیا۔ اس لئے کہ انسانوں کو احکام الہی نبی اور رسول کے ذریعے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ نبی اللہ کا حکم پہنچاتا ہے اس لئے نبی کی اطاعت دراصل اللہ تعالی کی اطاعت ہوتی ہے۔ پھر اس نبی کی کئی حیثیتیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہوتا ہے مثال کے طور پر وہ انسانوں کو تعلیم دیتا ہے، ان کی تربیت اور تزکیہ کرتا ہے، اللہ کی کتاب کی تشریح کرتا ہے، اپنی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہوتا ہے اور وہ لوگوں کے معاملات میں فیصلے کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۶۔ مثالی کردار:

انبیا کا کردار اتنا مثالی ہوتا ہے کہ کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنے کردار کو قوم کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ میں نے زندگی کے چالیس سال تمہارے اندر گزارے ہیں بتاؤ تم نے مجھے کیسا پایا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے بارہا آپ کو آزمایا اور آپؐ میں صرف سچائی کو پایا۔ آپؐ نے فرمایا اتنا سچا مانتے ہو تو پھر کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

۷۔ معجزات:

معجزہ سے مراد ہے لاجواب کر دینے والی چیز۔ معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے انبیا کے ہاتھوں بعض خارق عادت چیزیں کرواتا ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے مثلاً لاٹھی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا سفید ہو جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ معجزات ہیں۔

۸۔ وحی کا نازل ہونا:

رسول کی یہ سب سے اہم خصوصیت ہے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ اسے اللہ تعالی کا پیغام وحی کے ذریعے ملتا ہے۔ نبی کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالی براہ راست کلام کرتے ہیں یا القا کرتے ہیں۔ کبھی پردے کے پیچھے سے کلام کرتے ہیں اور کبھی فرشتے کے ذریعے کلام کرتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی خصوصیات

1۔ عمومیت / عالمگیریت:

نبی مکرم حضرت محمد ﷺ سے پہلے آنے والے انبیا کسی خاص قوم، کسی خاص زمانے اور کسی خاص علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ قرآن مجید میں مذکور انبیا کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی اپنی اقوام کی طرف بھیجے گئے۔ لیکن آپؐ تمام انسانوں، اقوام عالم، تمام زمانوں بلکہ تمام جہانوں کے نبی ہیں۔ یہ آپؐ کی ختم نبوۃ کی بھی دلیل ہے کہ آپؐ تمام انسانوں کے نبی ہیں۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا(الاعراف158:7)

فرمادیجیے: اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

2۔سابقہ شرائع کی منسوخی:

نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی آمد سے قبل جتنی شرائع دنیا میں موجود تھیں اسلام نے ان کو منسوخ کر دیا۔ آپؐ کی نبوت سے قبل دنیا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کی پیروی کی جاتی تھی۔ ان شرائع میں تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں اور یہ غیر محفوظ ہیں۔ اب اللہ تعالی کے نزدیک دین صرف اسلام ہی قابل قبول ہے اور شریعت صرف شریعت محمدی ﷺ ہی قابل قبول ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ(آل عمران 85:3)

اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسی لئے آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا تھا اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔[5]

3۔کاملیت:

کاملیت سے مراد ہے مکمل ہونا۔ آپ ﷺ جو دین لے کر آئے وہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ انسانوں کی رہنمائی کے لئے یہ دین کافی ہے۔ اسلام ہی اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور قابل قبول دین ہے۔ اس دین کی موجودگی میں کسی اور دین کی ضرورت نہیں۔ یہ دین عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے لحاظ سے مکمل تعلیمات رکھتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے والی وحی میں یہی ارشاد فرمایا گیا ہے :

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَ تْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ 3:5)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین پسند کیا۔

4۔ محفوظیت:

(۱) حفاظت کتاب:

محفوظیت سے مراد ہے محفوظ ہونا۔ سابقہ انبیا کی کتب اور تعلیمات یا تو دنیا سے مٹ چکی ہیں یا وہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہیں۔ ان الہامی کتب اور صحائف میں کافی حد تک تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ الہامی کتب میں انسانی خیالات شامل ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کتب سے اللہ تعالی کے کلام کو سمجھنا ناممکن ہے۔ ان کے بر عکس قرآن عظیم ایک ایسی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے۔ مسلمانوں نے اسے حفظ اور کتابت کے ذریعے محفوظ کیا ہے۔ کئی سو سال گزرنے کے باوجود امت مسلمہ کا اجتماعی عمل قرآن مجید کے مطابق ہے۔

(۲) حفاظت سنت:

اللہ تعالی کی طرف سے قرآن مجید کی طرح آپ ﷺ کی سنت اور حدیث کو بھی محفوظ کرنے کا عظیم الشان انتظام کیا گیا۔ حدیث کو حفظ، کتابت اور تعامل امت کے ذریعے محفوظ کیا گیا۔ احادیث کے حلقہ درس کا اہتمام کیا گیا۔ محدثین نے ایک طرف اس کی تدریس کا اہتمام کیا تو دوسری طرف اس کی حفاظت کے لئے اسماالرجال اور جرح و تعدیل کے فنون ایجاد کئے، حدیث بیان کرنے والے ایک ایک شخص پر تحقیق کی گئی

5۔ جامعیت:

ایک تو یہ ہے کہ آپ ﷺ میں تمام انبیا کی صفات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ دوسرا آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کا پرچم قیامت تک لہرانا تھا اس لئے آپؐ کی تعلیمات اتنی جامع اور واضح ہیں کہ ہر زمانے، ہر علاقے اور ہر قوم کا ہر فرد ان سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کئی علوم کی جامع ہیں۔ ان میں معیشت، معاشرت، سیاست، تاریخ، حکمت و فلسفہ غرض ہر علم کو جمع کر دیا گیا ہے۔

6۔ ہمہ گیریت:

آپ ﷺ کی سیرت اتنی جامع ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ شخص اس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کسی نے اچھا سپہ سالار دیکھنا ہے تو بدر و حنین کے سپہ سالار کو دیکھے، اگر کسی نے اچھا استاد دیکھنا ہے تو اصحاب صفہ کے استاد کو دیکھے، اگر کسی نے اچھا امام اور خطیب دیکھنا ہے تو مسجد نبوی کے امام اور خطیب کو دیکھے، اگر کسی نے اچھا قانون دان دیکھنا ہے تو ریاست مدینہ کے قانون دان کو دیکھے، اگر کسی نے اچھا شوہر دیکھنا ہے تو حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کے شوہر کو دیکھے، اگر کسی نے اچھا باپ دیکھنا ہے تو حضرت فاطمہؓ کے باپ کو دیکھے۔ غرض ذاتی زندگی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات کے لئے اگر کوئی ہستی بہترین مثال اور بہترین نمونہ عمل کی حقدار ہے تو وہ آپ ﷺ کی ہستی ہی ہے جو زندگی کے ہر میدان میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

7۔ ختم نبوت:

1۔ ختم کے معنی:

ختم کے معنی مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا، کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا کے ہیں۔

2۔ ختم نبوت کی تعریف:

ختم نبوت سے مراد ہے کہ حضرت آدمؑ سے رسالت و نبوت کا شروع ہونے والا حضرت محمد ﷺ پر پہنچ کر ختم ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی رسول اور نبی آئے۔ رسول الہامی کتب اور مستقل شرائع سے نوازے گئے جبکہ انبیا نے انہی کتب اور شرائع کی پیروی کی۔ آپ ﷺ کو ایک جامع اور دائمی کتاب کے علاوہ مکمل شریعت سے بھی نوازا گیا۔ آپ ﷺ کی شریعت نے سابقہ تمام شرائع کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوئی، اس لئے آپ ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی رسول آسکتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت وہ عقیدہ ہے جو قرآن احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید کی روشنی میں:

مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی کتاب "ختم نبوت" میں عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید کی سو آیات سے ثابت کی ہے۔

1۔ ختم نبوت کا اعلان:

قرآن مجید نے آپ ﷺ کو اللہ تعالی کا آخری نبی قرار دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ(الاحزاب 40:33)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تاہم اللہ کے رسول اور تمام انبیا میں سے آخری نبی ہیں۔
قرآن مجید کے تمام مفسرین نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے ہیں۔

2۔ تمام انسانوں کی طرف نبی:

آپ ﷺ کو تمام انسانوں یا اقوام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ قیامت تک آنے والے ہر علاقے، ہر زمانے اور تما اقوام عالم کے ہر فرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالی کا نبی تسلیم کرے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے اور ہر انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُل یٰاَیھَا الناس اِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف158:7)

فرما دیجیے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالی کا رسول ہوں۔

3۔ تکمیل دین:

قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حجۃ الوداع کے دن آپ ﷺ پر دین کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ اس دین میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ یہ قیامت تک آنے والے ہر زمانے کا ساتھ دے سکے اور ہر انسان کی رہنمائی کر سکے۔ اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَ تْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ3:5)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے
اسلام کو (بطور) دین پسند کیا۔

4۔ محفوظیت:

نئے نبی کی ضرورت تب پڑتی ہے جب پہلے نبی کی تعلیمات میں تبدیلی واقع ہو چکی ہو۔ لیکن آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کی حفاظت اللہ تعالی خود فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے محدثین سے حدیث کی حفاظت کا اہم کام لیا۔ اس طرح آپ ﷺ کی تعلیمات بالکل محفوظ ہیں۔ قرآن اور شریعت کی محفوظیت کی وجہ سے اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

عقیدہ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

1۔ میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی۔ لیکن کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم الانبیا ہوں۔ (بخاری:3535)

2۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں: اللہ نے میرے ذریعے کفر کو محو (مٹا) کر دیا، میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں: عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم:6107)

3۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمام انبیا پر چھ باتوں میں فضیلت عطا کی گئی ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ختم بی النبیوں: میری ذات پر انبیا کا خاتمہ ہو گیا۔ (سنن ترمذی:1553)

4۔ نبی مکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ (المعجم الکبیر: 8146)
5۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیا کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ میرے خلفاء ہوں گے جو بہت ہوں گے۔ (صحیح بخاری: 3455)
6۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک میں آخری نبی ہوں اور یہ میری مسجد آخری مسجد ہے۔ (صحیح مسلم: 3376)
7۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس ایسے اشخاص ہوں گے جو کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 3765)
8۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے پہلے تمام انبیا اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور میں تمام اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں۔
9۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا جانشین بنایا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں اس پر حضور ﷺ نے عرض کی کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے (حضرت) ہارونؑ (حضرت) موسیٰؑ کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم: 6218)
10۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد نبوت نہیں البتہ مبشرات یعنی خوشخبری والے۔ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا: سچے خواب۔ (سنن ابن ماجہ: 3899)

عقیدہ ختم نبوت اجماع صحابہ کرامؓ کی روشنی میں:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں چار لوگوں نے جھوٹی نبوت کا دعوی کر دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ ختم نبوت پر ہوا اور ان جھوٹے نبیوں کے خلاف جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ ان کے خلاف جنگیں لڑی گئیں جن میں سب سے بڑی جنگ یمامہ تھی جس میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سے سات سو صرف قرآن مجید کے حافظ تھے۔

امام ابو حنیفہؒ کا فتوی:

امام ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فتوی دیا کہ اگر کوئی شخص اس سے نبی ہونے کی دلیل مانگے گا تو یہ دلیل مانگنے والا بھی کافر ہو جائے گا۔

ختم نبوت پاکستانی آئین کی روشنی میں:

پاکستانی آئین کی رو سے مسلمان وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالی کا آخری نبی مانتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

لا نبی بعدی احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفی است

فرشتوں پر ایمان

1۔ملائکہ کا معنی مفہوم:

ملائکہ ملک کی جمع ہے۔ملک کے معنی قاصد اور رسول، بھیجے ہوئے اور فرشتے کے ہیں۔فرشتوں کے لئے لفظ رسول بھی استعمال ہوا ہے کیونکہ اس کے معنی بھی قاصد کے ہیں۔ قرآن مجید میں ملائکۃ کا لفظ تہتر مرتبہ آیا ہے۔

2۔ملائکہ کی تعریف:

فرشتے خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام پہنچانے کا فرض ادا کرتے ہین اس لئے ان کو ملک اور رسول کہا جاتا ہے۔

3۔فرشتوں کے بارے میں غیر اسلامی تصورات:

دنیا کے تقریبا تمام مذاہب میں فرشتوں کا وجود تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں مختلف تصورات قائم کئے گئے ہیں۔قدیم یونانی مذاہب میں فرشتوں کو "عقول عشرہ "(یعنی دس عقلوں)کا نام دیا جاتا ہے ۔صابی سیاروں اور ستاروں کی شکل میں فرشتوں کا وجود مانتے ہیں۔ عیسائیوں نے حضرت جبرائیلؑ کو اللہ کا جزو مانا ہے۔اسے تین خداؤں میں سے ایک خدا قرار دیا ہے۔یہودیوں نے فرشتوں کو اللہ کا روپ اور اوتار قرار دیا ہے۔مشرکین مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔بعض اقوام انہیں خود مختار دیوی دیوتا قرار دیتی ہیں۔

4۔فرشتوں کا اسلامی تصور:

اسلام نے فرشتوں کے بارے میں تمام باطل تصورات کو رد کر دیا ہے۔فرشتے نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی خدائی میں اللہ تعالی کے حصہ دار۔ بلکہ یہ اللہ تعالی کی غیر مادی یعنی نورانی مخلوق ہیں ۔یہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مطابق کائنات کا نظم ونسق چلاتے ہیں۔اللہ تعالی نے اطاعت و فرماں برداری ان کی سرشت میں رکھی ہے۔اسی لئے یہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس سے ذرہ بھر بھی انحراف نہیں کرتے۔فرشتے نہ تو مذکر ہیں اور نہ ہی مونث اور نہ ہی اللہ تعالی کی بیٹیاں بلکہ وہ اللہ تعالی کی تابعدار مخلوق ہین۔اللہ تعالی نے فرشتوں پر ایمان لانا لازمی قرار دیا ہے تاکہ غیر اسلامی تصورات کی تردید ممکن ہو سکے۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ والیوم الاٰخرِ والملٰئکَۃِ والکتٰب وَالنبیّٖنَ(البقرہ2:177)

لیکن اصل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا۔

5۔مشہور فرشتے:

چار مشہور فرشتوں کے نام درج ذیل ہیں:

1۔حضرت جبرائیلؑ:یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں جو تمام انبیا پر وحی لے کر آتے تھے۔

2۔حضرت میکائیلؑ:ان کی ذمہ داری بارش برسانا اور رزق کے معاملات کی دیکھ بھال ہے

3۔ حضرت اسرافیلؑ: قیامت کے آغاز پر صور پھونکنا ان کی ذمہ داری ہے۔ پہلی مرتبہ صور پھونکنے پر تمام کائنات فنا ہو جائے گی اور پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا حضرت اسرافیلؑ دوبارہ صور پھونکیں گے اور تمام مخلوقات دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گی۔

4۔ حضرت عزرائیلؑ: ہر ذی روح کی روح نکال کر اس پر موت وارد کرنا حضرت عزرائیلؑ کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے انہیں ملک الموت یعنی موت کا فرشتہ بھی کہا جاتا ہے۔

6۔ فرشتوں کے فرائض:

۱۔ تسبیح و تقدیس بیان کرنا:

قرآن مجید کی رو سے تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ(البقرہ30:2)

ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں

۲۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے:

اطاعت و فرماں برداری فرشتوں کی سرشت میں ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤمَرُوْنَ(التحریم 6:66)

جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۳۔ فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے

اِنَّ اللّٰہَ ۔وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ(الاحزاب56:33)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

۴۔ نامہ اعمال کی کتابت:

فرشتے ہر انسان کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ یہ دو فرشتے ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے رہتے ہیں

وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ، کِرَامًا کَاتِبِیْنَ(الانفطار11:82)

یقیناً تم پر نگہبان عزت والے لکھنے والے مقرر ہیں۔

۵۔ پیغام پہنچانا:

فرشتے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو کسی کمی بیشی کے بغیر، پوری امانت داری کے ساتھ انبیاورسل تک پہنچاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ارشاد الہی ہے:

اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰۤـئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ(الحج 75:22)

اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کرلیتا ہے

اس آیت میں رسولوں کی دو اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک فرشتے اور دوسرے انسان (تفسیر قرطبی)

٦۔ لیلۃ القدر کو نزول:

قرآن مجید میں لیلۃ القدر کے تعارف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس رات کو فرشتے اور جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

تَنَزَّلُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ(القدر4:97)

اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام) کے لئے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں

۷۔ جنت اور جہنم کی نگرانی:

جنت اور جہنم کی نگرانی کرنا فرشتوں کی ذمہ داری ہے۔ رضوان جنت کے نگران فرشتے کا نام ہے اور جہنم کے داروغہ کو مالک کہتے ہیں۔ ان کی مدد کے لئے بہت زیادہ تعداد میں فرشتے مقرر ہیں۔

۸۔ عذاب الہی نازل کرنا:

جن اقوام نے اپنے انبیا کی دعوت کا انکار کیا اور کھلم کھلا سرکشی کرتے ہوئے حد سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے ان اقوام کو تباہ و برباد کر دیا۔ مثلاً پتھروں کی بارش برسانا، غرق کرنا، زمین میں دھنسانا وغیرہ سب کام فرشتوں نے اللہ کے حکم سے کئے۔

9۔ انبیا کی نصرت:

فرشتے تمام انبیا کی مدد و نصرت کے لئے آسمان سے نازل ہوتے رہے۔ غزوات نبوی ﷺ میں بھی رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی مدد کے لئے نازل ہوئے۔ غزوہ بدر کے موقع پر نزول سے متعلق شاعر نے کہا:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

10۔ موت کے بعد سوال کرنا:

منکر اور نکیر دو فرشتے ہیں جو انسان کی موت کے بعد اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا رسول کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

7۔ فرشتوں پر ایمان کے انسانی زندگی پر اثرات:

۱۔ عقیدہ توحید میں پختگی:

فرشتوں پر ایمان لانے سے عقیدہ توحید میں پختگی حاصل ہوتی ہے۔ فرشتوں کو اللہ تعالی کی نورانی مخلوق تسلیم کرنے کی وجہ سے مسلمان فرشتوں کو اللہ تعالی کی اَولاد ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ شرک فی الذات سے بچ جاتا ہے اور اس کا توحید پر ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

۲۔ تعظیم انسان:

فرشتوں نے اللہ تعالی کے حکم سے حضرت آدمؑ کو تعظیمی سجدہ کیا۔ اس طرح انسان مسجود ملائک ہے۔ غرض فرشتوں پر ایمان لانے سے انسانی تعظیم میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ روحانیت پر یقین:

فرشتے اللہ تعالی کی نورانی یعنی غیر مادی مخلوق ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں غیر مادی قوتیں بھی موجود ہیں۔ ان قوتوں کا انسان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ فرشتوں پر ایمان سے انسان کے اندر اپنی روح کو بالیدگی بخشنے اور مادی اشیا کو زیادہ اہمیت نہ دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ تقوی کی ترغیب:

فرشتوں پر ایمان لانے سے مسلمان یہ مانتا ہے کہ فرشتے اس کے اعمال کی نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ جو عمل بھی کرتا ہے فرشتے اس کے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ اس سے وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس سے تقوی حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ پر امید ہونا:

فرشتے حکم الہی سے انسانوں کی حفاظت اور مدد کرتے ہیں۔ ایک مسلمان مشکل حالات میں بھی ناامید نہیں ہوتا وہ پر امید ہوتا ہے کہ اس کا خدا فرشتوں کے ذریعے بھی اس کی مدد کر سکتا ہے۔

۶۔ نیکی کی عملی تحریک:

شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ وہ اس میں گناہ اور برائی کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ جبکہ فرشتوں پر ایمان سے انسان میں نیکی کی عملی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ وہ نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

1۔ کتاب کا مفہوم:

کتاب کے لفظی معنی ہیں "لکھی ہوئی چیز"۔

2۔ الہامی کتاب کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو وہ انسانیت کی فلاح کے لئے اپنے رسول پر نازل کرتا ہے، الہامی کتاب کہلاتا ہے۔ اس کو دو نام دیئے گئے ہیں۔

1۔ کتاب: بڑی اور ضخیم آسمانی کتاب کو کتاب الٰہی کہتے ہیں۔

2۔ صحیفہ: چھوٹی اور مختصر آسمانی کتاب کو صحیفہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع صحائف آتی ہے۔

3۔ الہامی کتب کی تعداد:

ایک روایت کے مطابق انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہونے والی کتب اور صحائف کی تعداد تین سو پندرہ ہے۔ لیکن ان سابقہ الہامی کتب میں سے صرف تورات، زبور اور انجیل دنیا میں موجود ہیں۔ یہ کتابیں بھی اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن مجید وہ واحد الہامی کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔

زبور: یہ کتاب حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔

تورات: یہ کتاب حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ موجودہ بائبل میں عہد نامہ عتیق / قدیم (Old Testament) کا ایک جزو تورات ہے۔ عہد نامہ عتیق انتالیس کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی پانچ کتب تورات کہلاتی ہیں۔ انہیں اسفار خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں کتاب پیدائش، کتاب خروج، کتاب احبار، کتاب گنتی اور کتاب استثنیٰ شامل ہیں۔

انجیل: یہ کتاب حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ موجودہ بائیبل کا عہد نامہ جدید انجیل کہلاتا ہے۔ عیسائیوں کی متحدہ کونسل نے چار انجیلوں کو مستند قرار دیا ہے جس میں لوقا، متی، مرقس اور یوحنا شامل ہیں۔ انہیں اناجیل اربعہ بھی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید: یہ سب سے آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کی ہے۔

4۔ صحائف کی تعداد:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل کی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیثؑ پر، تیس صحیفے حضرت ادریسؑ پر اور دس صحائف حضرت موسیٰؑ پر تورات سے پہلے نازل فرمائے۔ دس صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر نازل فرمائے۔ بعض مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ پر صحیفہ نازل فرمایا تھا۔

5۔الہامی کتب پر ایمان:

ان کتابوں کے بارے میں یہ ایمان رکھنا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی سچی کتابیں تھیں اور اللہ تعالی کے سچے پیغمبروں پر نازل ہوئیں لیکن اب ان کتابوں میں تحریف یعنی تبدیلی کر دی گئی۔ تورات، زبور اور انجیل اس وقت اپنی اصلی زبان اور اصلی حالت میں اس زمین پر موجود نہیں ہیں۔ اصلی کتابیں گم ہو گئی تھیں اب جو کتابیں موجود ہیں یہ ان کے مذہبی پیشواؤں کی یادداشتیں ہیں۔ ان کے بعض حصوں کی قرآن نے تصدیق کر دی ہے اور بعض حصوں کو جھٹلا دیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی تعلیمات کے بارے میں حکم ہے کہ نہ تو ان کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کو جھٹلاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جسے تم اللہ تعالی کا کلام سمجھ رہے ہو وہ کسی انسان کا کلام ہو اور جسے تم انسان کا کلام سمجھ رہے ہو وہ اللہ تعالی کا کلام ہو۔

سابقہ الہامی کتابوں پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ قرآن مجید نے سابقہ الہامی کتابوں اور قرآن مجید پر ایمان لانے کو متقین کی صفت قرار دیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکْ(البقرہ4:2)

اور جو کتاب آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئی ہیں، وہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔

سابقہ الہامی کتب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی سچی کتابیں تھیں اور ان کے بیان کردہ قوانین پر عمل کرنا اس زمانے کے انسانوں کے لئے ضروری تھا۔ مگر نزول قرآن کے بعد سابقہ کتب اور شرائع منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب تلاوت بھی صرف قرآن کی کرنی ہے اور عمل بھی قرآن پر کرنا ہے۔ قرآنی قوانین پر عمل انتہائی لازمی اور ضروری ہے۔ ارشاد الہی ہے:

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآاَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ(الشوریٰ15:42)

اور کہہ دیں کہ اللہ تعالی نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے۔

6۔الہامی کتب کے مشترک تصورات:

تمام الہامی کتابوں میں دین کی بنیادی باتیں مشترک تھیں۔ بنیادی عقائد جیسے عقیدہ توحید، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات، عقیدہ رسالت اور آخرت پر ایمان کی تعلیم ہر الہامی کتاب کے اندر موجود تھی۔ اسی طرح ایمان کے ساتھ عمل صالح اور اخلاق کی تعلیم نیز جزا و سزا کا تصور بھی ان کتب میں موجود تھا۔ لیکن ہر زمانے میں وقت کے تقاضے مختلف ہونے کی وجہ سے شرائع کے تفصیلی قوانین مختلف تھے۔

7۔الہامی کتب کی ضرورت واہمیت:

ا۔ صحیح علم:

الہامی کتب انسان کو کائنات کے صحیح علم سے روشناس کراتی ہیں۔ انسان اپنے حواس سے ماوراحقائق کا علم حاصل کرتا ہے۔ اسی درست علم پر انسانی سیرت کی تعمیر اور تشکیل کا انحصار ہے۔ انسان آج ساڑھے چودہ سو سال بعد جن حقائق تک اپنے تجربے اور مشاہدے کے ذریعے پہنچ رہا ہے قرآن ساڑھے چودہ سو سال پہلے ان حقائق سے آگاہ کر چکا ہے۔

۲۔ہدایت کا سرچشمہ:

اصل ہدایت وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت ہے۔ اللہ تعالی اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ذریعہ کامیابی اور جنت کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور پڑھنے کے لئے نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول اور نبی کتاب الہی کا معلم اول ہوتا ہے۔ ان کے بغیر ہدایت کا کوئی مستند ذریعہ موجود نہیں۔

۳۔اعلی اخلاق کی معرفت:

الہامی کتب انسان میں نیکی اور برائی کا شعور بیدار کرتی ہیں۔ اللہ تعالی نے فطری طور پر انسان کو نیکی اور برائی کا شعور عطا کیا ہے۔ لیکن انسان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے یہ شعور ماند پڑ جاتا ہے۔ الہامی کتب انسان کو نیکی کی ترغیب دلاتی ہیں اور برائی سے روکتی ہیں۔ اس طرح وہ انسان کو نہ صرف اپنے مقصد حیات کی یاددہانی کراتی ہیں بلکہ ان میں نیکی اور بدی کا شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

۴۔اعمال کے نتائج سے آگاہی:

الہامی کتب نیکی اور برائی کی تعریف کے بعد انسان کو اس کے اعمال کے انجام سے آگاہ کرتی ہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر جنت اور نعمتوں کی شکل میں جبکہ کفر اور برے اعمال کی سزا جہنم اور عذابوں کی شکل میں ملے گا۔

۵۔مثالی ضابطہ حیات:

الہامی کتب انسان کو زندگی گزارنے کا ایک مثالی نظام عطا کرتی ہیں۔ یہ نظام ہر قسم کی ان خرابیوں اور خامیوں سے پاک ہوتا ہے جو انسان کی ناقص عقل کے تحت تشکیل پانے والے نظام حیات میں موجود ہوتی ہیں۔

8۔ قرآن مجید کی خصوصیات:

اللہ تعالی کی محفوظ، لاریب، جامع اور مکمل کتاب قرآن مجید درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

۱۔ محفوظ کتاب:

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتب میں تحریف یعنی تبدیلی ہو چکی ہے۔ ان میں انسانی خیالات شامل ہو چکے ہیں۔ یہ کتابیں اپنی اصلی زبان اور اصلی حالت میں دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ان کے برعکس قرآن مجید اپنی اصلی حالت اور اپنی اصلی زبان میں موجود ہے۔ اس حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ تعالی کی ذات ہے، جس نے اسے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْن(الحجر 9:15)

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایاہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

اس کے علاوہ مسلمانوں نے بھی اس کتاب کو حفظ، کتابت اور اپنے اجتماعی عمل کے ذریعے محفوظ رکھنے میں اہم کرادرادا کیاہے۔

۲۔عالمگیر کتاب:

سابقہ الہامی کتابوں کی تعلیمات ایک خاص امت اور ایک خاص علاقے تک محدود تھیں۔ان کے برعکس قرآن مجید کا موضوع انسان ہے۔ نبی مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد قیامت تک آنے والے ہر زمانے، ہر قوم اور ہر علاقے کا انسان قرآن مجید کا مخاطب ہے۔اس لئے کہ قرآن مجید میں بیس مرتبہ یٰاَیها الناس سے خطاب کیا گیاہے۔اس لئے یہ تمام انسانوں کی کتاب ہے۔

۳۔جامع کتاب:

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابیں محدود رہنمائی پر مشتمل تھیں۔کوئی کتاب اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھی۔کسی کتاب میں فقہی مسائل کو بیان کیا گیا تھا۔کسی میں دعائیں اور مناجات تھیں۔لیکن قرآن مجید نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے۔اس میں کئی علوم جیسے معیشت، معاشرت، تجارت، تاریخ، فلسفہ، سائنس وغیرہ کو جمع کر دیا گیاہے۔اس طرح یہ کتاب جامع اور مکمل ہے۔

وَنَزَّلْنَاعَلَیْکَ الکِتٰبِ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ(النحل 89:16)

اور ہم نے آپؐ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان ہے۔

۴۔زندہ زبان والی کتاب:

سابقہ الہامی کتب جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ اب دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔بہت کم تعداد ان لوگوں کی موجود ہے جو یہ زبانیں جانتے ہیں۔ان کے برعکس قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ زبان اب بھی اسی طرح دنیا میں موجود ہے۔زبانیں ارتقا کا سفر طے کرتی ہیں اور ان میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔کچھ عرصہ پہلے کی اردو زبان دیکھیں اور آج کی اردو زبان دیکھیں کافی فرق نظر آئے گا۔لیکن قرآن مجید ایک ایسی زندہ زبان میں نازل ہوا جس میں آج تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔عربی زبان دنیا کی پانچویں بڑی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔یہ زبان بیس سے زائد ممالک کی قومی زبان عربی ہے۔اس کے علاوہ کئی اسلامی ممالک میں پڑھی، لکھی، بولی اور سمجھی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دین کی زبان عربی ہے اور نبی مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی ایک حدیث میں عربی زبان سے محبت کرنے کا درس دیا۔ "عربی زبان سے تین وجوہات کی بنیاد پر محبت کرو: کیونکہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی بات چیت عربی میں ہے۔"(مستدرک حاکم 4/97)

۵۔ قابل اتباع کتاب :

اللہ تعالی نے تمام الہامی کتب میں سے صرف قرآن کی اطاعت کا حکم دیاہے۔ارشاد الہی ہے:

وَھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَکٌ فَاتَّبِعُوهُ(الانعام 155:6)

یہ خیر و برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے تو اس کی پیروی کرو

٦۔کتاب ہدایت:

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو بالکل سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔اس سیدھے راستے کی طرف جس کی طرف رہنمائی کی دعا ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں کرتے ہیں:

اِنَّ هٰذَ االْقُرْءَانَ يَهْدِىْ لِلَّتِى هِىَ اَقْوَمُ(الاسراء،9:17)

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے۔

۷۔ معجز کتاب :

قرآن مجید اپنی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے۔ قرآن مجید جن قریش کی زبان میں نازل ہوا ان کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا وہ اپنے آپ کو عرب (فصیح اللسان) اور باقی دنیا کو عجم یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ وہ بہت بڑے شاعر، ادیب اور خطیب تھے۔ قرآن مجید نے انہی کی زبان میں کلام کر کے ان کو گونگا کر دیا۔ انہیں کہا گیا کہ تمام جن وانس قرآن کے مقابلے میں ایک کتاب بنا کے لاؤ وہ کتاب نہ بنا سکے، پھر کہا گیا کہ دس سورتیں بنا کے لاؤ وہ نہ بنا سکے پھر انہیں کہا گیا کہ اس کتاب جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ لیکن وہ نہ بنا سکے۔ اس لئے قرآن کتاب معجز ہے جس نے عربوں کو عاجز اور لاجواب کر کے رکھ دیا۔

۸۔ افضل کتاب:

اس کتاب کو دنیا کی تمام کتابوں پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالی کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

فَضْلُ كَلاَمِ اللَّهِ عَلَى كَلاَمِ خَلْقِهِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ (سنن دارمی: 3420)

اللہ کے کلام کو اپنی مخلوق کے کلام پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح خود اللہ تعالی کو اپنی مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔

۹۔ عقل وتہذیب کی جامع کتاب:

بعض الہامی کتب انسانی مداخلت کی وجہ سے غیر اخلاقی اور خلاف حقیقت باتوں پر مشتمل تھیں۔ ان کے برعکس قرآن مجید ناشائستہ، فحش، غیر اخلاقی اور غیر مہذب بیانات سے پاک ہے۔ اس کے دلائل حقائق پر مبنی ہیں۔ اس کا کوئی بیان عقل کے خلاف نہیں۔ یہ ہر زمانے کا ساتھ دینے والی کتاب ہے۔ اس کا کوئی بیان ایسا نہیں جسے تجربہ، مشاہدہ یا کسی دلیل سے غلط ثابت کیا جا سکے۔ اس طرح یہ عقل اور تہذیب کا ساتھ دینے اور ان کی حمایت کرنے والی کتاب ہے۔

۱۰۔ دعوت غور وفکر:

قرآن مجید نے انسان کو کائنات اور کلام اللہ میں غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ اس غور وفکر سے اللہ کی معرفت اور ایمان میں اضافہ نصیب ہوگا۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَفَلَايَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَاۤ(محمد47:24)

کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔

۱۱۔ کتاب انقلاب:

قرآن مجید نے انسانوں کی زندگیوں کو تبدیل کر دیا۔ گمراہ، ہدایت یافتہ بن گئے اور رہزن رہبر بن گئے۔ دنیا میں عزت اور عظمت انہی لوگوں کو عطا ہوئی جنہوں نے قرآن کے نور سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی اس کتاب پر عمل کرنے سے مشروط کر دی گئی۔

؎ کتاب ھدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی　　　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

عقیدہ آخرت

1۔ آخرت کا مفہوم:

آخرت کے لفظی معنی ہیں "بعد میں ہونے والی چیز"۔ اس کا متضاد دنیا ہے جس کے معنی ہیں "قریب کی چیز"۔

2۔ عقیدہ آخرت کی تعریف:

عقیدہ آخرت سے مراد ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا کر اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس دن انسان کا اعمال نامہ اس کے سامنے ہو گا۔ وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور برائی کو بھی دیکھے گا۔ اس کے ایمان و اعمال کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اگر اس کا اعمال نامہ ایمان اور عمل صالح سے مزین ہو گا تو وہ جنتی ہو گا۔ اگر اس کا اعمال نامہ ایمان اور عمل صالح سے خالی ہو گا تو وہ جہنمی ہو گا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَلَفِی نَعِیْمٍ،وَاِنَّ الْفُجَّارَلَفِی جَحِیْمٍ(الانفطار82:14،13)

یقینا نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور یقینا بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے

3۔ عقیدہ آخرت سے متعلق قرآنی تعلیمات کا خلاصہ:

انسان کی دنیاوی زندگی آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں انسان جو اعمال سرانجام دے گا آخرت میں ان کا اجر پائے گا۔ دنیا کی زندگی عارضی جبکہ آخرت کی زندگی دائمی یعنی ہمیشہ کی ہے۔ انسان کے تمام اعمال کے مکمل نتائج اس عارضی زندگی میں برآمد ہونا ناممکن ہیں۔ اس لئے ایک ایسے دن کا تصور ہے جس میں انسان کے ہر عمل کا حساب ہونے کے بعد اسے ان کا بدلہ دیا جائے گا۔ دنیا دارالعمل ہے جبکہ آخرت دارالاجر ہے۔

دنیا میں ہر چیز کی ایک عمر ہے۔ اپنی عمر گزارنے کے بعد ہر چیز فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ اسی طرح اس نظام دنیا کی بھی ایک مدت ہے اپنی مدت پوری کرنے کے بعد یہ نظام ختم ہو جائے گا اور اس کی جگہ ایک اور نظام لے گا جس کا نام دار آخرت ہو گا۔

نظام دنیا کی تباہی کے بعد انسان کو دوبارہ جسمانی زندگی ملے گی۔ اس دن ایک زبردست عدالت قائم کی جائے گی، جس میں صرف انصاف ہو گا۔ انسان اپنے اعمال کا جوابدہ ہو گا اور اپنے عمل کے مطابق بدلہ پائے گا۔ یہ اللہ تعالی کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ تاہم اللہ کے رسول ؐ نے اس کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جن کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت قائم ہو گی۔

4۔ منکرین آخرت کے شبہات:

مشرکین مکہ عقیدہ آخرت کے منکر تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے شبہات درج ذیل تھے۔

ا۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو وہ ناممکن سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

وَقَالُوْاءَاِذَا ضَلَلْنَافِی الْا رْضِ ءَاِنَّالَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ(السجدۃ32 :10)

جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے جنم میں آئیں گے؟

۲۔ انسان اپنی تخلیق کو بھول گیا کہ اللہ تعالی نے اسے مردہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ سوال کرنے لگے کہ مردہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ(یٰسٓ36:78)

ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں

امام شافعیؒ کے نزدیک ہڈی کی کوئی زندگی نہیں۔ دراصل ہڈی سے مراد ہڈیوں والے ہیں۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن)

۳۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے علاوہ کوئی اور زندگی موجود ہی نہیں ہے۔ اسی سے دہریت کا نظریہ وجود پاتا ہے ان کی بات قرآن عظیم میں اس طرح نقل کی گئی ہے:

وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ(الجاثیہ45:24)

اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَاوَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ(الانعام6:29)

ہمارے لئے صرف دنیا کی زندگی ہے اور ہم پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے۔

جبکہ برے مسلمان اپنے برے اعمال کی سزا پانے کے بعد جنت میں جاسکیں گے۔

5۔ منکرین آخرت کے شبہات کا جواب:

اللہ تعالی نے موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کہ جو خدا تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہی تمہیں دوسری مرتبہ بھی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اُس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔

قُلْ یُحْیِھَاالَّذِی اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ(یٰسٓ36:79)

آپ ﷺ فرمادیجیے وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا

دوبارہ تخلیق کرنے کی صفت الہی کو اس انداز میں بھی بیان کیا گیا ہے:

وَھُوَ الَّذِی یَبْدَؤُ االخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ(الروم30 :27)

اور وہی تو ہے جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا۔

اللہ تعالٰی انہیں یاد دلاتا ہے کہ اپنی تخلیق سے پہلے تم مردہ تھے اللہ تعالی نے تمہیں زندہ کیا اور تمہارے مرنے کے بعد پھر تم کو زندہ کرے گا۔ یہ اس رب کی ربوبیت، الوہیت اور وحدانیت کی دلیل بھی ہے۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے تم اللہ تعالی کا کیسے انکار کرتے ہو؟

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ(البقرہ 2:28) تم خدا سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو اس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

ہمارے لئے صرف دنیا کی زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی زندگی نہیں، ان کے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَالَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ ،اِن ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ(الجاثیہ24:45)

ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف گمان سے کام لیتے ہیں

اگر آخرت کے دن کا تصور نہ ہو تو انسانی زندگی بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔ انکار آخرت کی وجہ سے حیوان اور انسان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ صحیح انسانی فکر ہی عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ دنیا میں ہر مجرم کو اس کے جرم کی سزا نہیں ملتی جب کہ بعض بے گناہ لوگوں کو اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نیکوکاروں کو انکی نیکی اور بروں کو ان کی برائی کا بدلہ کبھی نہیں ملے گا؟ کیا اللہ تعالی کا نظام عدل ہمیشہ کے لئے خاموش رہے گا؟ کیا انسان بے کار پیدا کیا گیا ہے اور اس کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں؟

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ(المومنون23: 115)

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

عقل انسانی اس پہلو پر سوچنے کے بعد آخرت کی زندگی کو حق ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

6۔ایمان بالآخرۃ کی اہمیت:

ا۔جزو ایمانیات:

قرآن مجید میں یوم آخرت کے لئے کئی نام استعمال کئے ہیں۔ جن میں یوم القیامہ ،یوم یقوم الحساب، الساعۃ، یوم الدین، القارعہ اور الزلزال وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید نے دیگر ایمانیات کی طرح یوم آخرت پر ایمان لانا لازمی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں ایمان بالآخرہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہے:

ولٰکِنَّ البِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللہ والیوم الاٰخرِ والملٰئکَۃِ والکتٰب ِوالنبیّنَ(البقرہ2:177)

لیکن اصل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا۔

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے اور آپؐ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ اسی حدیث کے آخر میں اس نے یہ سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا پھر آپ ﷺ نے علامات قیامت سے آگاہ فرمایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی اور اونٹوں کے چرواہے عمارات بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔[6]

۲۔ متقین کی صفت:

قرآن مجید کی سورہ بقرہ کی ابتدا میں متقین کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہیں آخرت کا دن آنے میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔

وَبِالآخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُون(البقرہ2:4) اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

۳۔انعام اور اجر:

قرآن حکیم نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان لانے والے ہیں وہ اجر اور انعام کے مستحق ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

جو ایمان لایا اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر اور نیک کام کئے، پس ان کے لئے ان کے رب کے ہاں اجر ہے۔

۴۔ عقیدہ آخرت سے انکار گمراہی:

یوم آخرت کا انکار گمراہی اور صراط مستقیم سے انحراف ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرٰطِ لَنٰكِبُوْنَ(المومنون 74:23)

بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں۔

اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ(النحل 22:16)

توجو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔

۵۔ عقیدہ آخرت کے انکار پر عذاب:

وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا(الاسرا 10:17)

اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

بَلِ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ فِى ٱلْعَذَابِ وَٱلضَّلَـٰلِ ٱلْبَعِيدِ(سبا 8:34)

بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

۶۔ اعمال کی صالحیت:

عقیدہ آخرت انسانی معاشرہ میں انسانیت کو پیدا کرنے اور فروغ دینے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے انسانی دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس جنم لیتا ہے۔ یہ احساس انسان میں اعمال کی درستگی کا سبب بنتا ہے۔ مومن کے پیش نظر آخرت کے نتائج ہوتے ہیں اس لئے وہ نیک اعمال کو ہی اپنی نجات کا سبب سمجھتا ہے۔

۷۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے تصور آخرت میں فرق:

مختلف مذاہب میں آخرت کے دن کا تصور دیا گیا ہے۔ لیکن ان مذاہب کا تصور آخرت واضح نہیں ہے۔ عقل ان کے اس تصور کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن اسلام نے عقیدہ آخرت سے متعلق واضح اور جامع تصور پیش کیا ہے۔ قرآن وسنت میں عقیدہ آخرت کا نقشہ الفاظ میں کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت اسرافیلؑ کا سور پھونکنا، مردوں کا قبروں سے اٹھنا، پل صراط پر سے گزرنا، دن کا طویل ہونا وغیرہ۔

7۔ انسانی زندگی پر عقیدہ آخرت کے اثرات:

ا۔ انسانی فکر کا متقاضی عقیدہ:

انسان کی درست فکر اس سے عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص فطری طور پر اس بات کا خواہشمند ہے کہ نیک عمل کا اچھا اجر اور برے اعمال پر انسان کو سزا ملے۔ لیکن اس دنیا میں انسان کو اس کے تمام اعمال کا صلہ ملنا ناممکن ہے۔ اس لئے انسانی عقل یہ تقاضا کرتی ہے کہ کوئی دن ایسا ہو جس میں انسان کے اعمال کا فیصلہ ہو اور اس کے اعمال کے مطابق اسے بدلہ ملے۔ اگر یہ تقاضا نہ ہو تو پھر انسانی زندگی بے کار اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔

۲۔ نیکی کی راہ اختیار کرنا:

نیکی اور برائی کا شعور انسان کو فطری طور پر بھی عطا کیا گیا ہے۔ عقیدہ آخرت سے انسان میں نیک اعمال سر انجام دینے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اسے یہ کامل یقین ہے کہ وہ اللہ تعالی کے سامنے پیش ہو گا اور اپنے اعمال کا جواب دے گا۔ کوئی برادری، رشتہ داری، رشوت اور سفارش انسان کے کام نہیں آسکے گی۔ خدا کے حضور جوابدہی کا احساس اور گناہوں کے بھیانک انجام کی وجہ سے وہ نیکی کے راستے پر چلتا ہے اور برائی سے دوری اختیار کرتا ہے۔ نیکی ان کی طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے۔ حکم الہی کو ماننے اور اس پر عمل کرنے میں وہ کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا۔ جیسے فرمایا گیا کہ

نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور بے شک وہ بڑی مشکل ہے مگر عاجزی کرنے والوں کے لئے نہیں، جو اپنے رب سے ملاقات کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور یقینا وہ اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (البقرہ 2:46،45)

۳۔ شجاعت عطا کرنا:

ہمیشہ کے لئے ختم ہو جانے کا خوف انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لئے ہے جبکہ دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ عقیدہ آخرت کا یہ تصور اسے بہادر بنا دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالی کے راستے میں جان قربان کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شہادت کی موت کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو گا بلکہ جنت میں ہمیشہ کی زندگی گزارے گا۔

اللہ تعالی نے مومنوں کے جان و مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ (التوبہ 111:9)

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کے لئے

۴۔ برداشت میں اضافہ :

قرآن مجید میں حق کے ساتھ صبر کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ حق کی بات کریں گے تو پھر مصائب اور مشکلات آئیں گی جن پر صبر کرنا ہو گا۔ ایک صاحب ایمان یہ جانتا ہے کہ اس صبر کا بہترین بدلہ اللہ تعالی کی ذات عطا کرے گی۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی محبت اور آخرت میں اجر کے وعدے پر وہ تمام مصائب کو برداشت کرتا ہے۔

۵۔ صدقہ و خیرات کرنا:

عقیدہ آخرت کی وجہ سے مومن اس دنیا اور اس کے مال و متاع کو عارضی سمجھتا ہے۔ مال اور اولاد اس کے لئے آزمائش ہوتے ہیں۔ مومن کے پیش نظر آخرت ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالی کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں مال خرچ کرنے سے وہ اللہ تعالی کو ایک قرض حسنہ دے رہا ہے جو آخرت میں اسے کئی گنا منافع کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ اس طرح وہ اللہ تعالی کی راہ میں مال خرچ کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیتا ہے۔

۶۔ فرائض کی ادائیگی کا احساس:

ایک مسلمان کے ذمہ کچھ حقوق اور فرائض ہوتے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ حقوق و فرائض میں کوتاہی ایک جرم ہے جس پر آخرت میں سزا ملے گی۔ اس لئے وہ پوری ذمہ داری سے حقوق و فرائض ادا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالی اور بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ہر فرض امانت داری سے ادا کرتا ہے۔ غرض حقوق و فرائض کی ادائیگی کا یہ احساس عقیدہ آخرت سے پیدا ہوتا ہے۔

باب دوم: اسلامی تشخص (ارکان اسلام)

رکن کا مفہوم:

رُکن کے لفظی معنی باعث تقویت، عزت و قوت وغلبہ اور بڑا معاملہ کے ہیں۔ الرکن من الشیءسے مراد جزیا حصہ کے ہیں۔ کسی چیز کے قوی کنارہ کو رکن کہا جاتا ہے۔ رُکن الرجل سے مراد آدمی کی قوم ہے۔ اس کی جمع ارکان اور ارکن آتی ہے۔[7]

ارکان اسلام کی تعریف:

ارکان اسلام سے مراد اسلام کے مضبوط کنارے مراد ہیں۔ احادیث سے حاصل ہونے والے مفہوم کے مطابق ان کے معنی ہوں گے اسلام کے ستون۔ ان سے مراد اسلام کے وہ بنیادی اصول واعمال ہیں جن پر اسلام کی عمارت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ پانچ ارکان کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکٰوۃ ہیں۔

ارکان اسلام کی اہمیت:

اسلام میں ارکان اسلام کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلام میں یہ فرائض کا درجہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں ارکان اسلام کا ذکر موجود ہے۔ اکثر نماز اور زکٰوۃ کا ذکر اکٹھا کیا گیا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے جب نبی مکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکٰوۃ ادا کرے اور تو رمضان میں روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اگر تو اس کی طرف سفر کی استطاعت رکھے۔[8] غرض اسلام کی تعریف میں آپ ﷺ نے ارکان اسلام کا ذکر فرمایا۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارکان اسلام کو اسلام کی بنیاد قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ[9]

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اول اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکٰوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

ارکان اسلام مومن کی شخصیت کو سنوارنے اور اس کے کردار کو مثالی بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ارکان آج بھی انسانی شخصیت کی ویسی ہی تعمیر کرسکتے ہیں جس طرح انہوں نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں مثالی شخصیات کی تعمیر کی ہے۔ آج بھی اگر ان ارکان کے فلسفہ اور حکمت سے آگاہ ہو کر فرائض کی ادائیگی کی جائے تو انسانی معاشرے پر اس کا بہترین اثر پڑے گا۔

کلمہ شہادت

شہادت کا مفہوم:

شہادت کے لفظی معنی ہیں گواہی دینا اور گواہی اس چیز کی دی جاسکتی ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا ہو یا جس کا علم دوسرے حواس سے حاصل کیا ہو یعنی جس کا یقینی اور ناقابل تردید علم حاصل ہو۔

کلمہ شہادت کی تعریف:

کلمہ شہادت سے مراد وہ دوسرا کلمہ ہے جس کی تلاوت سے اللہ تعالی کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اس کلمہ میں شہادتین یعنی دو گواہیاں ہیں:

اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس کلمے کی تلاوت کرنے کو "تشہد" کہتے ہیں۔ توحید و رسالت کی گواہی دینے سے مراد یہ ہے کہ انسان کا دل اس حقیقت پر پختگی کے ساتھ جما ہوا ہو کہ صرف اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالی کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور زبان سے اقرار اسی حقیقت پر پختہ یقین کا اظہار ہے۔

کلمہ شہادت کے اجزا:

کلمہ شہادت کے دو اجزا ہیں (1) توحید کی گواہی (2) حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی

(1) توحید کی گواہی :

قرآن مجید میں توحید کی شہادت موجود ہے اور یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُؕ (آل عمران 18:3)

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

کلمہ شہادت سے مومن اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کر کے خدا کے سوا ہر چیز کی عبادت سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔
قرآن مجید کا تیسرا حصہ صرف توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ توحید سے مراد ربوبیت اور الوہیت اور اسماء اور صفات میں سے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اسے ایک ماننا ہے۔ لیکن انسان نے ربوبیت اور الوہیت کے بارے میں بڑا دھوکہ کھایا ہے۔ کسی نے دو خدا بنائے ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔ کسی نے تین خدا بنائے۔ انسانوں نے جنات، فرشتوں، انبیا، سورج، چاند، ستاروں، جانوروں اور درختوں کو خدا بنایا۔ یہودیوں نے عزیرؑ کو اللہ تعالی کا بیٹا بنایا اور گائے کی پوجا کی۔ لیکن تمام انبیا نے انسانوں کو ایک خدا کی عبادت کرنے کا درس دیا۔ اسلام نے تمام اقوام کے تمام مشرکانہ نظریات کی تردید کی تاکہ دنیا کو شرک کی لعنت سے نجات ملے اور توحید کا اقرار ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف وحی کی کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لا الہ الا اللہ کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات، صفات اور عبادات میں ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ زبانی، جانی، مالی ہر قسم کی عبادات الہ العالمین کے لئے ہیں۔ وہ ایک ہی ذات ہے جسے بادشاہت زیب دیتی ہے۔ وہی نفع ونقصان، عزت وذلت اور زندگی موت کا مالک ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا :

ے ہے ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق

(2) حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی:

کلمہ شہادت کا دوسرا حصہ حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی دینے سے متعلق ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی سابقہ الہامی کتب میں بھی موجود تھی۔ لیکن اہل کتاب نے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ قرآن مجید میں اس چیز کو بار بار بیان کیا گیا ہے کہ تم پیغمبر اسلام ﷺ کو جھٹلا کر اول کافر نہ بنو۔ مشرکین مکہ نے بھی آنحضور ﷺ کو جھٹلایا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی سردار پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ قرآن نے جواب دیا:

یہ رحمت خداوندی ہے۔ کیا وہ اللہ کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی روزی تو ہم نے ان میں تقسیم کی ہے۔ قرآن مجید نے ان کو وعید سنائی کہ اگر تم آخری نبی ﷺ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تم پر پہلی امتوں کی طرح عذاب نازل ہو گا۔

دوسری طرف قرآن مجید نے حضور ﷺ کی رسالت کا اثبات کیا: ما محمد الا رسول محمد رسول اللہ

اور اسی چیز کو کلمہ کا دوسرا جزو بنا دیا۔ حضرت محمد ﷺ کو رسول ماننے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے زندگی گزارنے کے راستہ کا تعین کر لیا جائے۔ آپ ﷺ کی سیرت اور صورت کی اطاعت کرنا اور اسے اپنانا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

کلمہ شہادت کے انسانی زندگی پر اثرات:

1۔ اسلام کی بنیاد:

کلمہ شہادت اسلام کی بنیاد ہے۔ اس شہادت سے انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب تک وہ یہ شہادت نہ دے مسلمان تصور نہ ہو گا۔ یہ اس کے مسلمان ہونے کا اعلان ہے۔ اس شہادت کے بعد اسے وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ملت اسلامیہ کے باقی تمام افراد کو حاصل ہوں گے۔ اس پر وہ سب فرائض عائد ہوں گے جو دیگر افراد پر ہوں گے۔

2۔ کفر و شرک سے نجات:

توحید ورسالت کی اس گواہی کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بظاہر توحید ورسالت محمدی ﷺ دو مختلف باتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن در حقیقت دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اللہ تعالی کی وحدانیت کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لا سکتا اور محمد ﷺ کو رسول تسلیم کئے بغیر کوئی اللہ تعالی کو نہیں پہچان سکتا۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان میں اللہ تعالی کے احکامات اور تعلیمات کو ماننا بھی شامل ہے۔ اس بنیاد پر اس کلمہ کو پڑھنے سے انسان ان تمام تصورات سے نجات حاصل کر لیتا ہے جو کفر و شرک پر مبنی ہیں۔

3۔ سچی گواہی:

کلمہ شہادت اس کائنات کی سچی گواہی ہے۔ جس کی ادائیگی انسان اپنی زبان سے ادا کرتا ہے۔ لیکن زبانی ادائیگی کے ساتھ دل کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ تصدیق قلبی ایمان کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس تصدیق قلبی کے عملی اظہار کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے

رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ اس اطاعت کی خوبی یہ ہو کہ تمام انسانی خواہشات اسلام کے تابع ہو جائیں۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک

اس کی خواہشات اس (دین) کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں۔

4۔ انسانی عظمت کی ضمانت:

کلمہ شہادت ان عقائد پر مشتمل ہے جنہوں نے ماضی میں مسلمانوں کو عظمت سے ہمکنار کیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب امت مسلمہ نے اپنے قول و فعل سے توحید و رسالت کی شہادت دی اور اپنے تمام معاملات میں دین اسلام کی پیروی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عروج عطا کیا۔ لیکن جب انہوں نے اس شہادت کو تصدیق قلبی اور عملی اظہار سے لاتعلق کر دیا تو وہ زوال کا شکار ہو گئے۔ ان کی حکومت محکومیت میں بدل گئی۔

5۔ وفاداری کی قسم:

کلمہ شہادت کا اقرار حلف وفاداری کی طرح ہے کہ اب میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کروں گا۔ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا عہد نبھاؤں گا۔ امت مسلمہ کے ساتھ ہونے والی سازشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کروں گا۔

نماز

صلاۃ کا لغوی مفہوم:

صلاۃ اسم ہے جس کے لفظی معنی دعا، تسبیح، رحمت کے آتے ہیں۔[10] اس کے علاوہ کسی کی طرف رخ کرنا، نیک تمنا یا تعریف کے بھی آتے ہیں۔

تعریف:

وہ خاص اسلامی عبادت جو مقررہ اوقات میں خاص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔[11]

نماز دین اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے جو کہ ایک جسمانی عبادت ہے۔ اس میں پوری توجہ اور ادب واحترام کے ساتھ اللہ تعالی کو یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ذکر کی سب سے افضل شکل ہے کیونکہ اس میں ذکر کی تینوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالی کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اسی خاص طریقے کے ساتھ اس مخصوص عبادت کو سرانجام دیا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو بھی اسی طریقے سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

نماز کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید کی اکثر آیات میں نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ نماز کو خشوع وخضوع سے ادا کیا جائے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ(البقرہ 2:43)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (خدا کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو

اس سلسلہ میں اہل ایمان کو خصوصی حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز قائم کریں

وَقُلْ لِعِبَادِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوایُقِیْمُواالصَّلٰوۃَ(ابراہیم 14:31)

(اے نبی ﷺ) میرے مومن بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ نماز قائم کریں۔

مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ کیونکہ مسلمان نماز قائم کرتا ہے جبکہ مشرک نماز ادا نہیں کرتا۔ اس لئے اللہ تعالی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز ترک کر کے مشرکوں کی صف میں شامل نہ ہو جائیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ(الروم 30 :31)

اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ

فرشتے جب جہنمیوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ جہنم کا ایندھن کیوں بنے؟ وہ جواب دیتے ہیں

قَالُوْالَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ(المدثر 74:43)

وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

سورہ مومنوں کے آغاز میں کامیاب مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جن میں سے دو کا تعلق نماز کے ساتھ ہے ایک یہ کہ وہ اپنی نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ(المومنون 23:2) وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ(المومنون 23:9) اور جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

حفاظت کسی قیمتی چیز کی کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایک انتہائی قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کرنے کا حکم اللہ تعالی نے خود دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے:

حَـٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ(البقرہ2:238)

نمازوں کی حفاظت کیا کرو بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالی کے لئے باادب کھڑے رہا کرو

اللہ تعالی نے سورہ بقرہ کے آغاز میں متقین کی صفات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایمان کے بعد جس صفت کو بیان فرمایا وہ نماز کا قائم کرنا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُوْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃ(البقرہ2:3)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

نماز صرف خود ادا کر لینا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی نماز ادا کرنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ نماز سے انسان کی تربیت ہوتی ہے اس لئے یہ تقریبا ہر امت پر فرض کی گئی۔ تمام انبیا کرام علیہم السلام نے اپنی امم کو نماز ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔

نماز کی اہمیت احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

نبی مکرم ﷺ نماز ادا کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی حالت میں بھی نماز کو ترک نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی صحابہ کرامؓ کو آخری وصیت الصلاۃَ الصَّلاۃ (نماز نماز) تھی۔ (بخاری) آپ ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں نماز کی فضیلت واہمیت بیان فرمائی ہے

(۱)الصَّلٰوۃ مِفْتَاحُ الجَنَّۃِ نماز جنت کی چابی ہے

(۲)الصَّلٰوۃُمِعْرَاجُ المُوْمِنِیْنَ نماز مومن کی معراج ہے

(۳)قُرَّۃَ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

(۴)مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّداًفَقَدْ کَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا

(۵) نماز اپنے رب سے ملاقات کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی یُنَاجِی رَبَّہٗ

بے شک تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

(۶) قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا

اَوَّلُ مَا سُئِلَ سُئِلَ عَنِ الصَّلٰوۃ

قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔

صحابہ کرام کو جب بھی کوئی مشکل یا مصیبت پیش آتی وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔

نماز کے فوائد:

نماز پڑھنے سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

ا۔ نماز انسان میں اللہ تعالی کی بندگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنے کی وجہ سے یہ احساس بندگی اس کی فطرت اور طبیعت کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی ساری زندگی اللہ تعالی کے احکامات پر عمل کرنے میں گزار دیتا ہے۔

۲۔ نماز انسان میں قرب الٰہی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ موجود تصور کرتا ہے۔ قرب الٰہی کا احساس اسے گناہوں سے بچاتا ہے اور خوف و غم میں امید دلاتا ہے۔

۳۔ نماز انسان میں احساس ندامت (شرمندگی) پیدا کرتی ہے۔ اسے گناہ کر کے بارگاہ الٰہی میں جانے سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیانی وقت میں یہی احساس ندامت اسے گناہ سے بچاتا ہے۔ اس طرح وہ نماز کی وجہ سے مستقل طور پر گناہ سے بچ جاتا ہے۔

۴۔ مسجد میں نمازیوں کی پانچ وقت باہم ملاقات سے محبت اور اخوت میں اضافہ ہوتا ہے، جس کے معاشرتی فوائد ہوتے ہیں۔

۵۔ اجتماعی نمازوں سے مسلمانوں میں اجتماعیت کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ ایک امام کے پیچھے رنگ، نسل اور زبان جیسے امتیازات سے عاری ہو کر نماز پڑھنا انسان میں فکری وحدت اور عملی مساوات کا احساس پیدا کرتا ہے۔

۶۔ انفرادی نمازوں کی بجائے اجتماعی نمازوں کا ثواب ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی اعمال کی کیفیات انفرادی اعمال کی نسبت زیادہ اثر رکھتی ہیں۔

۷۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا جانا ایمان کے اظہار کی عملی علامت ہے۔ نمازیوں کو مسجد میں آتا جاتا دیکھ کر دیگر افراد کو نماز پڑھنے کی ترغیب ملتی ہے۔ اس طرح نماز ادا نہ کرنے والوں میں نماز پڑھنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۸۔ نماز میں امام کا تقرر اور اس کی پیروی معاشرتی نظم وضبط کا احساس پیدا کرتی ہے۔

غرض نماز کئی فوائد کی حامل ہے اور نماز ادا نہ کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا باعث ہے۔ منافقین اکثر اندھیروں کی نمازوں میں غائب رہتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے ان کے بیوی بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کے گھروں کو آگ لگا دیتا۔

بے اثر نمازیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں نماز کے مذکورہ بالا فوائد حاصل نہیں ہو رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ باقاعدگی سے نماز ادا نہیں کرتے۔ نماز ادا کرنے والوں میں سے اکثریت نماز کے مفہوم سے ناواقف ہے۔ کچھ لوگ نماز میں اللہ کے ڈر اور اس کی طرف توجہ نہیں کر پاتے۔ ہمارے معاشرے میں بے حیائی کے اندر اضافہ ہو رہا ہے جس کی بڑی وجہ نماز کا نہ پڑھنا یا نماز کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا ہے۔ اگر ہم نماز ادا کریں گے تو معاشرے میں بے حیائی کا خاتمہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45)

بے شک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے

ایسی نمازیں جو انسانی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتی ہیں، جو انسان کو عملی اور معاشرتی زندگی میں خدا کا خوف نہیں دلاتی ہیں، انسانی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کی طرف متوجہ نہیں کرتی ہیں، اسے گناہوں سے نہیں روکتی ہیں تو ایسی نمازیں اس پھول کی مانند ہیں جس میں خوشبو نہیں ہے یا اس جسم کی مانند ہیں جس میں روح نہیں ہے۔ ایسی نمازوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

روزہ

لغوی مفہوم:

قرآن و سنت میں روزہ کے لئے صوم کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنی "رکنے اور چپ رہنے" کے ہیں۔ بعض مفسرین کی تفاسیر کے مطابق قرآن پاک میں اس کو کہیں کہیں صبر بھی کہا گیا ہے جس کے معنی ضبط نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔[12]

تعریف:

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور چند جائز و حلال امور سے رک جانے کا نام روزہ ہے۔

قرآن مجید میں روزہ کی فرضیت واہمیت:

اللہ تعالی قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت، تاریخ اور مقصد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(البقرہ 2:183)

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو

فرضیت روزہ:

رمضان کے مہینے میں روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔

تاریخ روزہ:

سابقہ امتوں پر روزہ فرض تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ بمشکل ہم ایسے مذہب کا نام لے سکتے ہیں جس کے مذہبی نظام میں روزہ مطلقاً تسلیم نہ کیا گیا ہو۔[13] مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالی نے ہر امت پر روزہ فرض کیا تھا۔ مورخین نے کہا کہ سب سے پہلے رمضان کا روزہ حضرت نوحؑ نے رکھا۔[14]

بعض متفق علیہ احادیث میں آپ ﷺ نے حضرت داوٗدؑ کے روزہ کی تعریف فرمائی ہے جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ دنیا کے قدیم ہندو مذہب میں روزہ کا تصور موجود ہے۔ مثلاً ہندو جوگی چلہ کشی کرتے اور چالیس دن تک کھانے پینے سے پرہیز کرتے۔ جینی دھرم میں روزہ کی سخت شرائط ہیں اور ان کے ہاں چالیس دن کا ایک روزہ ہوتا تھا۔ قدیم اہل مصر کے ہاں روزہ دوسرے مذہبی تہواروں کے ساتھ شامل تھا۔ یونانی عورتیں بھی روزہ رکھتی تھیں۔ پارسی مذہب میں بھی روزہ کا حکم موجود تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر چالیس دن بھوک اور پیاس میں گزارے۔ مشرکین مکہ اور یہودی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی روزہ رکھتے تھے۔[15]

مقصد روزہ:

تقوی:

تمام عبادات کی طرح روزہ کا سب سے اہم مقصد تقوی کا حصول ہے۔ تقوی سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ یہی تقوی اللہ تعالی کے نزدیک عزت اور فضیلت کا معیار ہے۔ روزہ ایک ایسا عمل ہے جو بندے اور اس کے خدا کے درمیان ہوتا ہے کیونکہ جب تک بندہ یہ نہ بتائے کہ میرا روزہ ہے معلوم نہیں ہو سکتا کہ فلاں بندہ روزہ سے ہے بھی کہ نہیں۔

ضبط نفس:

روزہ نفس کی تربیت کا نام ہے۔ روزہ کے ذریعے اپنے نفس اور اس کی خواہشات پر قابو پانا سیکھتے ہیں۔ اگر یہ خواہشات اللہ تعالی اور اس کے دین کے تابع رہیں گی تو یہی ایمان ہے۔ اگر یہ خواہشات اللہ تعالی اور اس کے دین کے تابع نہیں رہیں گی تو پھر انسان شیطان کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور پھر شیطان جو چاہتا ہے بندے سے کرواتا ہے۔ روزے کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ انسانی خواہشات کو احکام الہی کے تابع کر کے اسے متقی بنا دیا جائے۔ ایک ماہ تک روزے کی عملی مشق کے ذریعے اسے ضبط نفس کی وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ شیطان کی ہر چال کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

نیکی کا ذوق پیدا ہونا:

رمضان المبارک نیکیوں کی عملی تربیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں روزہ رکھنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا، نماز تراویح میں قرآن پاک کا سننا اور سارا دن خواہشات نفسانی کو اللہ تعالی کے حکم پر قربان کیا جاتا ہے۔ جس سے طبعی طور پر انسان میں نیکی کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور برائی سے نفرت جنم لیتی ہے۔ وہ بھوک اور پیاس کی شدت میں ہر چیز کی فراوانی کے باجود بے چارگی محسوس کرتا ہے۔ اگر بے چارگی کا یہ احساس اس کی ہمیشہ کی کیفیت بن جائے تو اس میں ہر خلاف شریعت عمل سے رکنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

احادیث میں روزہ کے مقاصد کا بیان:

آپ ﷺ نے ایسے روزہ کو جس میں ایمان اور احتساب کی صفات موجود ہوں وہ سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا۔ ارشاد نبی ﷺ ہے

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ[16]

جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے روزہ کو ایک ڈھال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الصِّيَامُ جُنَّةٌ ، فَلَا يَرْفُثْ ، وَلَا يَجْهَلْ ، وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ ، فَلْيَقُلْ : إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ ، وَشَرَابَهُ ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي ، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا۔[17]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے اس لیے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں روزہ دار کو فحش گفتگو، جہالت کی باتوں اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

بے فائدہ روزے:

اگر روزوں سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو پھر ہمارے بھوکے پیاسے رہنے سے اللہ تعالی کو کوئی سروکار نہیں۔ ایسے روزے جن کے دوران گناہوں کو ترک نہ کیا جائے تو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ ،فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ[18]

اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اس لئے جو روزے ایمان، احتساب، صبر اور تقوی جیسی صفات سے خالی ہیں وہ بے فائدہ یا بے اثر روزے ہیں۔

روزوں کا اجر وثواب:

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے روزوں کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَة ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ[19]

انسان کا ہر عمل بڑھادیا جاتا ہے۔ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھادی جاتی ہے) اللہ تعالی نے فرمایا سوائے روزے کے وہ (خالصتا) میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

ایک ضعیف حدیث جو حضرت سلمان فارسیؓ سے منقول ہے، اس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَن فطَّرَ فيهِ صائمًا كانَ مغفرةً لذنوبِهِ وعتقَ رقبتِهِ منَ النّارِ،وَكانَ لَهُ مثلُ أجرِهِ من غيرِ أن ينقصَ من أجرِهِ شيءٌ[20]

جو شخص کسی کو روزہ افطار کرائے گا اس کے گناہوں کے لئے معافی ہے اور وہ خود کو جہنم کی آگ سے بچالے گا اور اسے روزہ دار جتنا ہی ثواب ملے گا، جبکہ اس روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔

روزوں کے معاشرتی فوائد:

روزہ ایک انفرادی عبادت ہے لیکن اس سے درج ذیل اجتماعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں:

1۔ غرباء و مساکین کے لئے ہمدردی کا جذبہ:

ایک ماہ تک بھوکا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا احساس ہوتا ہے جو دو وقت کے کھانے اور پانی جیسی بنیادی ضروریات سے محروم ہیں۔ روزہ سے ہمیں ان غرباء اور مساکین کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

2۔ اخلاقی صفات کا پیدا ہونا:

روزہ کی وجہ سے انسان کم سے کم غذا کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہے۔ جس سے انسان میں قناعت اور ایثار کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ استقبال رمضان کے خطبے میں رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیتے۔

3۔ اتحاد و یگانگت کو فروغ:

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں پوری امت مسلمہ ایک ہی وقت میں ایک ہی طرح کی عبادت میں مصروف ہوتی ہے۔ جس سے امت مسلمہ کے درمیان اتحاد و یگانگت کو فروغ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں رمضان کے مہینے کو مواسات یعنی غمگساری کا مہینہ قرار دیا۔

4۔ جسمانی صحت:

اکثر انسانی بیماریوں کا مرکز انسان کا پیٹ ہے۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لئے موجودہ زمانے میں لوگ ڈائیٹنگ کرتے ہیں۔ رمضان ایک ڈائیٹنگ سیزن بھی ہے جس میں ایک مہینے تک ہر روز انسان کا پیٹ خالی رہتا ہے۔ یہ عمل انسانی معدہ کے لئے مفید ہے اور اسے آرام فراہم کرتا ہے۔ جس سے انسان کی صحت بہتر ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل:

1۔ نزول قرآن کا مہینہ:

رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کو نازل کیا۔ اللہ تعالی رمضان کے مہینے کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ 185:2)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔

رمضان اللہ تعالی کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کا نزول ہوا۔ جس کتاب کی صفات یہ ہیں کہ اس میں ہدایت ور ہنمائی کی کھلی نشانیاں موجود ہیں، اسی طرح اس کتاب میں حق و باطل میں فرق کرنے کی کمال صلاحیت موجود ہے۔ یہ کتاب تمام انسانوں کے لئے بالعموم اور متقین کے لئے بالخصوص ہدایت ور ہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔ جو رمضان المبارک کے روزوں کے ذریعہ تقوی حاصل کرے گا یہ کتاب اس کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔

رمضان اور پاکستان:

ہمارا پیارا وطن پاکستان رمضان المبارک اور لیلۃ القدر کی سعادت مند ساعتوں میں قائم ہوا۔ انہی ساعتوں میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔ نزول قرآن کی مقدس رات میں پاکستان کا قیام تقاضا کرتا ہے کہ قرآن مجید کے احکامات کو نافذ کیا جائے۔

یہ مقصد تھا یہاں اسلام کا فرمان ہو جاری
مکمل طور اس ملک میں قرآن ہو جاری

تحریک پاکستان میں یہ مطالبہ ہمیں نظر آتا ہے کہ ہم ایک ایسا ملک چاہتے ہیں جہاں اسلام کے اصولوں کے مطابق آزادی سے زندگی گزار سکیں۔اس طرح رمضان المبارک قیام پاکستان کی یادگار اور تجدید عہد باری تعالی کا موقع ہے۔

زکوٰۃ

لغوی مفہوم:

زکوٰۃ کے لفظی معنی پاک کرنے اور نشوونما پانے کے ہیں۔ اس کے لئے صدقہ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

تعریف:

فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ صرف اس مالی امداد کو کہتے ہیں جو ہر مسلمان پر واجب ہے، جو دولت کی ایک مخصوص مقدار کا مالک ہو۔[21]

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو صاحب نصاب، عاقل و بالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے۔ جس کو مال جمع کئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

زکوٰۃ کا نصاب:

مختلف اشیا کا نصاب زکوٰۃ مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور روپیہ، پیسہ یا مال تجارت کا نصاب یہ ہے کہ ان کی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔ ان کی زکوٰۃ کی شرح ڈھائی فیصد ہے۔ جبکہ چالیس بکریوں پر ایک بکری، تیس گائے یا بھینس پر ایک گائے یا بھینس اور پانچ اونٹوں پر ایک بکری کا بچہ بطور زکوٰۃ دینا ہوگا۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

اگرچہ زکوٰۃ کا باقاعدہ حکم یکم رمضان دو ہجری کو دیا گیا تاہم اس کا مکمل نظام قائم کرنے میں کچھ عرصہ لگ گیا۔ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (التوبۃ103:9)

(اے پیغمبرؐ) ان لوگوں کے اعمال میں سے صدقہ وصول کر لو جس کے
ذریعے تم انہیں پاک کر دوگے اور ان کے لیے باعث برکت بنو گے۔

اس آیت میں صدقے کی دو خاصیتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ انسان کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک ہونے میں مدد دیتا ہے، اور دوسرے یہ کہ اس سے انسان کی نیکیوں میں برکت اور ترقی ہوتی ہے۔۔ امت کے فقہاء کا اجماع ہے کہ اسی آیت کی رو سے اسلامی ریاست کے ہر سربراہ کو اپنے عوام سے زکوٰۃ وصول کرنے اور اسے صحیح مصارف پر خرچ کرنے کا حق حاصل ہے، اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر (رض) کی خلافت کے زمانے میں جن لوگوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان سے آپ نے جہاد کیا۔[22]

زکوٰۃ کی اہمیت:

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کے قیام کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ(البقرہ 43:2)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (خدا کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو

کامیاب مومنین کی صفت:

کامیاب مومنین کی یہ صفت ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں:

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ(المومنون 4:23)

جو زکوٰۃ دینے والے ہیں

سچے مومنین:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو سچا مومن کہا گیا ہے۔ راہ خدا میں دو طرح کے صدقات خرچ کئے جاتے ہیں۔ واجبی اور نفلی صدقات۔ واجبی صدقات میں زکوٰۃ بھی شامل ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

خوف اور غم سے محفوظ:

زکوٰۃ ادا کرنے والے آخرت میں خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ 277:2)

(ہاں) وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے، نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم پہنچے گا۔

رضائے الٰہی / اضافہ مال:

سود میں خرچ کیا جانے والا مال اللہ کے پاس نہیں بڑھتا جبکہ زکوٰۃ میں خرچ کیا جانے والا مال اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے:

وَ مَاۤ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ زَكٰوةٍ تُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ(الروم 39:30)

اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے ارادے سے دیتے ہو، تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ ہیں جو (اپنے مال کو) کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

قرض حسنہ:

جب بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی دولت کو خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمے ایک قرض قرار دیتا ہے۔ جو قیامت کے دن کئی گنا نفع کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ رحمت کی انتہا دیکھیں کہ مال بھی اسی ذات کا عطا کردہ ہے اور اگر اس کے راستے میں خرچ کیا جائے تو اسے وہ اپنے ذمے ایک قرض قرار دیتا ہے:

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ (التغابن 17:64)

اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو اللہ تمہارے لیے اس کو کئی گنا بڑھا دے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدر دان، بہت بردبار ہے۔

اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نیک کاموں میں اخلاص سے خرچ کرنا چاہیے۔ نیز ریاکاری اور دکھاوے سے اجتناب کیا جائے۔ اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں بہتر اجر عطا فرمائے گا۔

عذاب الٰہی کی وعید:

زکوٰۃ ادا نہ کرنا مشرکین کی صفت تھی، جس کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَوَيۡلٌ لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ (فصلت 6،7:41)

اور بربادی ہے ان مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں

یہ سورت مکی ہے اور اس کے علاوہ بعض دوسری مکی سورتوں میں بھی زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ ہی میں فرض ہو چکی تھی، البتہ اس کے تفصیلی احکام مدینہ منورہ میں آئے ہیں۔[23]

دوسرے مقام پر راہ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبۃ9:34)

اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

اس آیت کی رو سے زکوٰۃ کی ادائیگی انسان کے لئے اخروی نعمتیں حاصل کرنے اور عذاب جہنم سے نجات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس لئے زکوٰۃ مالدار مسلمانوں کے لئے ایک اہم رکن ہے۔ زکوٰۃ سے نہ صرف مال پاک ہوتا ہے بلکہ انسان اپنے دل کو ہوس اور لالچ سے پاک کر لیتا ہے۔ وہ اپنے دل میں دولت کی بجائے اپنے رب کو ترجیح دیتا ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ انسان میں اس احساس کو بیدار کرتی ہے کہ اس کے پاس موجود مال کا حقیقی مالک اللہ تعالی ہے۔ یہ مال اس کے پاس ایک امانت ہے جس کے کمانے اور خرچ کرنے کے بارے میں قیامت کے دن اسے جواب دینا ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے معاشی معاملات کو دین کا اہم حصہ قرار دیا۔

زکوٰۃ کے فوائد:

ا۔ زکوٰۃ کے معاشی فوائد:

ا۔ معاشی توازن:

سود میں امیر امیر سے امیر تر جبکہ غریب غریب سے غریب تر ہوتا ہے۔ دولت چند ہاتھوں تک محدود ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے امیر کا معیار زندگی کم جبکہ غریب کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے جس سے معاشی توازن پیدا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے دولت کا رخ امراء سے غرباء کی طرف ہو جاتا ہے۔ جس سے غریب کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی سود کو ختم کر کے صدقات کو پالنا چاہتا ہے:

۲۔ سرمایہ کاری میں اضافہ:

زکوٰۃ دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مالدار آدمی زکوٰۃ کے ذریعے ہونے والی مالی کمی کو پورا کرنے کے لئے اپنی دولت کسی نفع بخش کاروبار میں لگاتا ہے۔ جس سے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ بھاری ٹیکسوں کے مقابلے میں زکوٰۃ کی شرح کم ہے، جسے وہ امانت داری اور خوش دلی سے رضائے الٰہی کے لئے ادا کرتا ہے۔ اس کے برعکس بھاری ٹیکسوں کے خوف سے سرمایہ چھپانے کے رجحان میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشرتی فوائد:

ا۔ گردش دولت کا اُصول:

زکوٰۃ کی معاشرتی زندگی میں وہی اہمیت ہے جو خون کی دل میں ہے۔ دل میں سارا خون جمع ہونے سے انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے اسی طرح دولت چند ہاتھوں میں محدود ہونے سے معاشرے کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ زکوٰۃ میں گردش دولت کا اُصول کارفرما ہوتا ہے۔ گردش دولت کے نتیجے میں دولت معاشرے کے ہر فرد کے پاس پہنچتی ہے اور عام لوگ بھی دولت کے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ:

معاشی تنگی کی وجہ سے لوگ چوری اور دیگر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ان کی معاشی تنگی کو دور کرنے کا سبب ہے جس کی وجہ سے معاشرتی برائیوں کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ اخلاقی برائیوں سے تحفظ:

زکوٰۃ کے مقاصد میں پاکیزگی شامل ہے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے امیر طبقہ مختلف قسم کی معاشرتی برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں شادی کے مواقع پر جن عیاشیوں میں لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور فضول کام میں پیسے کو پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادئیگی حرام کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کی بجائے حلال کام میں پیسہ خرچ کر کے ذخیرہ آخرت بن جاتی ہے۔

۴۔ طبقاتی نظام کا خاتمہ:

سود کی وجہ سے معاشرہ طبقاتی نظام میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ امیر طبقہ تکبر کا جبکہ غریب طبقہ حسد کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس سے معاشرے میں نفرت اور حقارت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ امیر غریب کو دبانا چاہتا ہے جبکہ غریب امیر سے ہر شے چھیننا چاہتا ہے۔ زکوٰۃ معاشی عدل پیدا کرتی ہے جس سے معاشرے میں طبقاتی تفریق کا خاتمہ ہوتا ہے۔ محبت، اخوت اور انسان کی مدد کے ذریعے خدا کے قرب کے راستے تلاش کئے جاتے ہیں۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا۔

مصارف زکوٰۃ:

مصارف مصرف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں خرچ کرنے کی جگہ۔ اس سے مراد ہے کہ مال زکوٰۃ کو کن لوگوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔
اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں زکوٰۃ وصدقات کے مصارف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡہَا وَ الۡمُؤَلَّفَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الۡغٰرِمِیۡنَ وَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (التوبۃ 60:9)

صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز انہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔

اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں:

1۔ فقراء:

فقراء فقیر کی جمع ہے، فقیر سے مراد وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکیں۔

2۔ مساکین:

مسکین کی جمع ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذریعہ آمدن ہو لیکن ان کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہو اور اپنی عزت نفس کی وجہ سے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔

3۔ عاملین:

اس سے مراد محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین ہیں جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، اس کا ریکارڈ رکھتے ہیں اور پھر اسے غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ان ملازمین کو تنخواہ زکوٰۃ کے پیسوں سے دی جائے گی۔

4۔ مؤلفۃ القلوب:

وہ نو مسلم جو ضرورت مند ہوں اور انہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ان کی دلداری کی جائے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے درمیان اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کریں۔

5۔ غلاموں کی آزادی:

غلامی کے زمانے میں آقا اپنے غلاموں سے کہتا کہ تم مجھے اتنے پیسے لا دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ ایسے غلاموں کو زکوٰۃ میں سے رقم دی جاسکتی تھی تاکہ وہ آزادی حاصل کرلیں۔ غلاموں سے مراد جنگی قیدی ہوا کرتے تھے لہذا جنگی قیدیوں کی آزادی کے لئے زکوٰۃ میں سے رقم دی جاسکتی ہے۔

6۔ غارمین:

غارمین سے مراد قرض دار ہیں یعنی ایسے مقروض لوگوں کی مدد کی جاسکتی ہے جو اپنا قرض ادا نہیں کر سکتے۔ یا ایسے ضامن کی طرف سے بھی تاوان ادا کیا جاسکتا ہے جو زر ضمانت ادا نہ کر سکتا ہو۔

7۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں:

اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی کوشش ہو رہی ہے ان کی زکوٰۃ کی رقم سے امداد کی جائے۔ اکثر مفسرین نے اس سے جہاد فی سبیل اللہ مراد لیا ہے تاہم تبلیغ دین کرنے اور علم دین حاصل کرنے والے غرباء پر بھی یہ پیسے خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

8۔ مسافر:

ایسے مسافر جو سفر کے دوران محتاج ہو جائیں اگرچہ وہ اپنے گھروں میں کتنے ہی مالدار کیوں نہ ہوں۔ ان کی مدد بھی زکوٰۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ کے احکام و مسائل:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے چند اہم اُصول ہیں جن کو زکوٰۃ کے مسائل بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی فقہ کی کتابوں میں یہ بہت زیادہ ہیں لیکن ہم یہاں نصابی کتاب کے مطابق چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ زکوٰۃ مسلمانوں سے وصول کی جائے گی اور مسلمانوں میں ہی تقسیم کی جائے گی۔

2۔ جن سے انسان پیدا ہوا اور جو اس سے پیدا ہوں ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کی کفالت ایک مسلمان پر شرعاً فرض ہے۔ جیسے والدین، اولاد، اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ ان کے علاوہ دور کے رشتہ داروں کو دوسرے لوگوں پر ترجیح حاصل ہے۔

3۔ ایک علاقے کی زکوٰۃ اسی علاقے میں ہی تقسیم کی جائے۔ ایک علاقے میں مستحقین زکوٰۃ کے نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے علاقے کے لوگوں کی آسمانی آفات میں مدد کی جاسکتی ہے۔

4۔ اس بات کا اپنے طور پر اطمینان کرلیں کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

5۔ زکوٰۃ کے پیسوں سے ضرورت کی چیزیں بھی خرید کر دی جاسکتی ہیں۔

6۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔

7۔ زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔ اس لئے مسجد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ اس کی مدد نفلی صدقات کے ذریعے کریں۔

حج

مفہوم:

حج کے لغوی معنی ارادہ کرنا یا مقدس مقامات کی زیارت کرنا کے ہیں۔[24]

تعریف:

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، مقررہ مہینوں میں عبادت کی غرض سے بیت اللہ شریف میں جانے کا نام حج ہے۔ حج آٹھ ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک ادا کیا جاتا ہے۔

حج کی اقسام:

حج کی ایک تقسیم یہ ہے:

1۔ **حج اکبر:** جس میں وقوف عرفہ (عرفات کے میدان میں ٹھہرنا) ہو۔

2۔ **حج اصغر:** جس میں وقوف عرفہ نہ ہو۔ اسے عمرہ بھی کہا جاتا ہے۔

حج کی دوسری تقسیم یہ ہے کہ حج کی تین اقسام ہیں:

1۔ **حج قران:**

وہ حج جس میں عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا جائے۔ عمرہ کرنے کے بعد نہ بال کٹوائے جائیں اور نہ ہی احرام اتارا جائے بلکہ حج ادا کرنے کے بعد بال بھی کٹوائے جائیں اور احرام اتار دیا جائے۔

2۔ **حج تمتع:**

وہ حج جس میں حاجی عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے اور حج کے دنوں (8 ذوالحجہ سے دوبارہ) میں احرام باندھے۔

3: **حج فرد:**

اس حج میں عمرہ ادا نہیں کیا جاتا صرف حج ادا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ حدود حرم میں رہنے والوں کو ان دنوں میں عمرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حج کی فرضیت:

حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ جو صحت مند ہو، راستے کا خرچ رکھتا ہو اور راستے بھی پر امن ہوں۔

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران 97:3)

اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔

صاحب استطاعت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس مکہ جانے، وہاں رہنے اور واپس آنے نیز جتنا عرصہ وہ سفر پر رہے پیچھے اس کے گھر کا نظام چلتا رہے، اتنے پیسے اگر کسی کے پاس موجود ہیں تو اس پر حج فرض ہے۔ اگر کسی پر حج فرض ہے اور وہ بغیر کسی شرعی عذر کے حج نہ کرے تو وہ یہودی یا عیسائی کی موت مرے گا۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا [25]

جس (صاحب استطاعت) شخص کو نہ کوئی ظاہری ضرورت حج سے روک رہی ہو، نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو اور نہ کوئی روکنے والی بیماری اسے لاحق ہو اور پھر بھی وہ حج کئے بغیر مر جائے تو وہ چاہے تو یہودی ہو کر مرے اور چاہے تو عیسائی ہو کر مرے۔

حج کی جامعیت :

حج ایک جامع عبادت ہے جس میں دوسری عبادات کی روح موجود ہے۔ حج کے سفر کے دوران ایک مسلمان باقاعدگی سے پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے جس سے اسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ حج کے دوران زکوٰۃ کی طرح پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حج کے دوران نفسانی خواہشات اور بری عادات سے اجتناب کی وجہ سے روزہ جیسی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ گھر سے دوری اور سفر کی مشکلات برداشت کرنے میں جہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سب سے افضل جہاد حج مبرور (مقبول) ہے۔

آپ ﷺ کے اسی فرمان کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

حج کا سامان تیار رکھو یہ بھی ایک جہاد ہے

حجاج کی قلبی کیفیات:

حج ایک جسمانی اور مالی عبادت ہے۔ اس رکن کی ادائیگی میں حاجی کی ہر لمحہ تربیت ہوتی ہے۔

سفر آخرت کا عملی نمونہ:

اپنے اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، احرام باندھ کر جب بندہ اللہ تعالی کے دربار میں تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) پڑھتا ہے تو اس کا یہ سفر آخرت کے سفر کا عملی نمونہ بن جاتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کی یاد:

نو ذوالحجہ کو وقوف عرفہ ادا کیا جاتا ہے جو حج کا رکن اعظم ہے۔ عرفات میں قیام کے دوران ایک حاجی تکمیل دین کی عظیم خوشخبری کو یاد کرتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں انسانی حقوق اور معاشرتی زندگی سے متعلق دی جانے والی ہدایت کو یاد کرتا ہے۔ اسے نبی مکرم ﷺ کی وہ ہدایت یاد آتی ہے کہ گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے۔

حضرت ابراہیمؑ کی قربانیاں:

قربانی جیسا فریضہ سر انجام دیتے وقت اسے حضرت ابراہیمؑ کی عظیم اور بے مثال قربانیاں یاد آتی ہیں۔ وہ ان قربانیوں کے مقابلے میں اپنی خواہشات نفس کی قربانیوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ اس عہد کی تجدید بھی کرتا ہے کہ میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالی کے لئے ہے۔ وہ اپنی سنت قربانی کی ادائیگی سے پہلے انہی کلمات کو دوہراتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ(الانعام6 : 162،163)

فرما دیجیے کہ: بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں اس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔

شیطان سے بے زاری:

وہ اس عزم کے ساتھ منی میں رمی یعنی شیطان کو کنکریاں مارتا ہے کہ یہ میرا کھلم کھلا دشمن ہے۔ یہ جب بھی مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا تو میں اس کی بات پر عمل نہیں کروں گا۔ اس کو میں اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دوں گا ۔ اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے

زیارت بیت اللہ کی تمنا:

حج کے دوران دس سے بارہ ذوالحجہ تک طواف زیارت کیا جاتا ہے۔ یہ ایک اہم رکن ہے جس کو ادا نہ کرنے سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا ۔ حاجی طواف زیارت کے لئے بیت اللہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اللہ کے گھر کا دیدار کرتا ہے۔ اس طرح اس کی بیت اللہ کے دیدار کی وہ تمنا پوری ہو جاتی ہے جو اس نے کئی سالوں سے اپنے دل میں پال رکھی تھی۔ سروں پہ کفن لپیٹ کے الفت کے راستوں پر چلنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔

سعی کی کیفیات:

طواف کے بعد صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر سعی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ اس کا بندہ اس کے راستے میں ایسے بے قرار اور سرگرداں رہے جیسے ماں اپنے بچے کی زندگی کے لئے بے قرار رہتی ہے۔ قرب الہی سے حاصل اس قوت ایمان کو وہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ کرنے اور زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کا عہد کرتا ہے۔ اس کی یہی تمنا دعا بن کر اس کے ہونٹوں پہ جاری ہوتی ہے:

اللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّۃِنَبِیِّکَ وَ تَوَفَّنِی عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاَعِذْنِی مِنْ مُضِلَّاتِ النَّفْسِ

اے اللہ مجھے اپنے نبی ﷺ کے طریقہ پر استعمال کر اور ان کی ملت پر مجھے موت دے

اور مجھے نفسانی لغزشوں سے محفوظ فرما۔

حج کے فوائد:

حج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔

گناہوں کی بخشش:

حج کی ادائیگی سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[26]

جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی

اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ایک نئے پیدا ہونے والے بچے کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا اسی طرح حج مقبول ادا کرنے والے کے ذمہ بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

تقربِ الٰہی:

حج کا حقیقی فائدہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا تقرب ہے۔ پاکستان سے جانے والے حجاج تقریباً ایک ماہ تک مکہ اور مدینہ میں قیام کرتے ہیں ان کا یہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادات کی ادائیگی میں گزرتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں تعلق باللہ قائم کرنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ وہ خدا کے گھر کو دیکھتے ہیں اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حمد کے ترانے گاتے ہیں۔

اصلاح معاشرہ:

حجاج اپنے ساتھ ایمان، تقویٰ اور روحانی پاکیزگی کی جو دولت لے کر لوٹتے ہیں وہ ان کے معاشرہ کی اصلاح کا سبب ہے۔ جہاں سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں وہیں مستقبل میں اپنی اور معاشرے کی اصلاح کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ وہ یہ عزم کرتا ہے کہ اب بقیہ زندگی میں گناہوں سے بچے گا۔

اتحاد امت:

قرآن و سنت میں اتحاد بین المسلمین کا جو تصور دیا گیا ہے، حج میں یہ تصور بیدار ہوتا ہے۔ یہ امت مسلمہ کی شان و شوکت کا آئینہ دار ہے۔ یہاں ایک امت ہونے کا تصور بیدار ہوتا ہے۔ خطبہ حج امت کے اجتماعی خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

مساوات:

حج مساوات کا مظہر ہے جہاں سب لوگ ایک جیسے لباس میں نظر آتے ہیں۔ نماز کے دوران امیر و غریب، بادشاہ اور رعایا ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ سب لوگ ایک ہی جگہ پر قیام کرتے ہیں۔ ذات، برادری، رنگ اور نسل کی بنیاد پر کوئی فرق نظر نہیں آتا جس سے معاشرتی مساوات قائم ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

معاشی فوائد:

حجاج دنیا کے مختلف علاقوں سے آتے ہیں جن کی رہائش، کھانے پینے، نقل وحرکت اور تحائف وغیرہ خریدنے پر ایک خطیر رقم خرچ ہوتی ہے۔اس طرح وسیع پیمانے پر کاروبار ہوتا ہے۔جس سے وہ ملک معاشی طور پر ترقی کرتا ہے۔

حج مقبول:

ہمارا حج اس وقت مفید ہو سکتا ہے جب حج ادا کرنے کا مقصد اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنا ہو۔اگر ہماری سرگرمیوں کا مقصد دین حق کی سربلندی ہو، حج کے درمیان فسق وفجور اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانے پر عمل ہو اور روحانیت کے حصول کا مقصد پورا ہو جائے، یہ عزم ہو کہ میں اللہ تعالی کے لئے حاضر ہوں وہ اولاد مانگے ،مال مانگے تو اس کے لئے حاضر ہوں، تو ہمارا حج مقبول یا حج مبرور بن جائے گا۔

جہاد فی سبیل اللہ

1۔جہاد کا لغوی مفہوم:

اَلْجَهْدُ وَاَلْجُهْدُ کے معنی طاقت، وسعت، مشقت اور کسی کام میں مبالغہ کرنے کے آتے ہیں۔ جھد فی الامر کے معنی ہیں بہت کوشش کرنا۔

2۔جہاد کی تعریف:

ہر وہ کوشش جو اللہ تعالی کے کلمہ کو بلند کرنے ،دین اسلام کو غالب کرنے، فتنہ وفساد کے خاتمے، امت مسلمہ کا دفاع کرنے اور مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنے کے لئے کی جائے جہاد فی سبیل اللہ کہلاتی ہے۔اس کے بارے میں قرآن وسنت میں اتنی زیادہ تعلیمات ہیں کہ یہ اسلام کا چھٹا رکن معلوم ہوتا ہے۔

3۔جہاد کی اقسام:

ا۔جہاد بالنفس:

اس سے مراد ہے نفس کے ذریعہ جہاد کرنا ہے ۔ قرآن مجید کی اکثر آیات میں جہاد بالنفس کا ذکر آیا ہے۔اللہ تعالی نے جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

جٰهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِی سَبَیْلِ اللّٰهِ(التوبہ 9:41)

اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔

یہ جہاد دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ایک یہ کہ اپنے نفس کی خواہشات کے خلاف لڑا جائے، اسے تزکیہ نفس بھی کہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ اپنے نفس کو اللہ تعالی کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑایا جائے، اسے قتال بھی کہتے ہیں۔

1۔تزکیہ نفس:

تزکیہ نفس سے مراد ہے نفس امارہ کے خلاف جہاد کرنا۔ نفس امارہ انسان کو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔انسان کی بری خواہشات اسے برائی کے راستہ پر لگاتی ہیں۔اسے بعض علما کے نزدیک جہاد اکبر بھی کہا گیا ہے۔اس لئے کہ انسان جب اپنی بری خواہشات کے خلاف نہیں لڑ سکتا پھر وہ کسی طرح کا جہاد نہیں کر سکتا۔ جہاد کی اس قسم میں ہمارا مقابلہ کھلم کھلے دشمن شیطان کے ساتھ ہوتا ہے۔جہاد بالنفس کے بارے ارشاد الٰہی ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ(العنکبوت 29:69)

اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں
گے، اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

2۔ قتال:

قتال کا معنی ہے لڑائی کرنا۔ اسے جہاد بالسیف یعنی تلوار کے ساتھ جہاد کرنا بھی کہا جاتا ہے۔ ہر وہ طاقت جو خدا کی عبادت کے مقابلے میں انسانوں کو اپنی عبادت پر لگانے کی کوشش کرتی ہے طاغوت کہلاتی ہے۔ بعض لوگ طاغوت کے راستے میں جنگ کر کے طاغوت کے مقاصد کو دنیا پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں مسلمان انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لانے کی کوشش کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دونوں گروہوں کا تذکرہ کیا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ(النسآء 76:4)

جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں،
اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں۔

قتال بعض صورتوں میں فرض کفایہ اور بعض صورتوں میں فرض عین ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے قتال کی فرضیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَ ہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ(البقرہ 216:2)

تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو

قتال کے مقاصد میں دین اسلام کا غلبہ، اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بلندی، مظلوم مسلمانوں کی امداد، اسلامی سرحدات کا دفاع، فتنہ و فساد یا دہشت گردی کا خاتمہ شامل ہیں۔ قتال کے ذریعے انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ اسلام میں قتال کی مشروط اجازت دی گئی ہے۔ قتال کے دوران جنگ میں پہل کرنا، کسی مذہبی پیشوا کو قتل کرنا، عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا، کھڑی فصلوں یا پھلدار درختوں کا کاٹنا جیسے اُمور سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام میں جنگ کے لئے اپنی طاقت کے مطابق تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرائض میں قتال کی ترغیب دینا بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ نے ستائیس غزوات میں حصہ لیا اور کافی سرایا بھیجے جن کی تعداد چھیاسی بھی بیان کی گئی ہے۔ قتال کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں:

ا۔ اقدامی قتال:

وہ قتال جس میں مسلمان کسی علاقے یا قوم پر حملہ کریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس قوم پر سب سے پہلے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو انہیں کہا جائے کہ جزیہ دیا جائے۔ اگر وہ جزیہ بھی نہ دیں تو انہیں کہا جائے کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔

۲۔ دفاعی قتال:

اس قتال سے مراد ہے کہ اگر مسلم ملک پر حملہ ہو جائے تو اس ملک کے تمام مسلمانوں پر اپنے دین و ایمان، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے قتال کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر کسی غیر اسلامی ریاست میں کفار مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے ظلم کر رہے ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور ان کو ظلم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

2۔ جہاد بالمال:

اس سے مراد ہے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حق کی حمایت و نصرت کے لئے خرچ کیا جائے کیونکہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے ایک آزمائش ہے۔ مال زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے بھی مجاہدین کی مدد کی جا سکتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ(التوبۃ 9:20)

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہے اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک درجے میں کہیں زیادہ ہیں، اور وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے جہاد بالمال کا عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ گھر کا سارا سامان لے آئے جبکہ حضرت عمرؓ نے گھر کا آدھا سامان بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ حضرت عثمانؓ نے سات سو اونٹ، تین سو گھوڑے اور ایک ہزار کے قریب اشرفیاں پیش کیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس جنگ کا آدھا خرچ پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجاہد کی امداد کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا ، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا [27].

جس شخص نے اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والے کو ساز و سامان دیا تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا اور جس نے خیر خواہانہ طریقہ پر غازی کے گھر بار کی نگرانی کی تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا۔

حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ[28]

مشرکوں سے اپنے اموال، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔

3۔ جہاد بالعلم:

جہاد کی اس قسم میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو پھیلایا اور پہنچایا جاتا ہے۔ دنیا میں فتنہ وفساد کا بنیادی سبب جہالت ہے۔ جہالت سے مقابلہ کرنے کے لئے علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس جہاد کا مقصد یہ ہے کہ کفر و شرک اور جہالت کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو اور دنیا ایمان اور الہامی رشد و ہدایت کے نور سے منور ہو۔ جسے علم دین عطا کیا گیا ہو وہ اس علم کو دوسروں تک پہنچائے اور جس کے پاس علم نہ ہو وہ علما سے سیکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ طلب علم کے ذریعہ ہی اسلام کی اشاعت، تعلیم اور تبلیغ ممکن ہے۔ مسلمانوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم خصوصاً سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں علم دین کی سمجھ بوجھ کے لئے ہر زمانے میں ایک مختصر جماعت کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ اس جہاد کو جہاد بالقرآن کا نام بھی دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اسے جہاد کبیر کہا ہے:

فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ جَاہِدۡہُمۡ بِہٖ جِہَادًا کَبِیۡرًا(الفرقان 25:52)

آپ کفار کا کہنا نہ مانیں اور ان سے اس (قرآن) کے ذریعہ بڑا جہاد کر۔

امام ابو بکر جصاص رازیؒ کے نزدیک جہاد بالعلم کا درجہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال سے بڑھ کر ہے۔[29]

غرض اسلام کی نظریاتی حفاظت کے لئے علمی اور فکری جہاد کرنا بہت ضروری ہے۔اس کے بغیر اسلام کی اشاعت اور دفاع ناممکن ہے۔اس لئے اسلامی مدارس اور کتب خانوں کو قائم کیا جائے۔سوفٹ ویئر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام کے پیغام کو عام کیا جائے۔نئ نسل میں اسلامی کتب کے مطالعہ کا شوق بیدار کیا جائے۔

اب علم کی ترسیل زبان اور قلم کے ذریعہ ہوتی ہے۔اس لئے جہاد بالعلم کی دو اقسام ہیں

۱۔جہاد باللسان / زبان کے ذریعہ جہاد

۲۔جہاد بالقلم / قلم کے ذریعہ جہاد

۱۔جہاد باللسان:

اس سے مراد زبان کے ذریعے کلمہ حق کہنا اور باطل کی نفی کرنا۔اس سے مراد دعوت دین دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا شامل ہے۔قرآن مجید نے اس سلسلہ میں ایک جامع ہدایت ارشاد فرمائی ہے:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (النحل 125:16)

اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔

اس آیت میں دعوت الی اللہ کے تین اہم اصول بیان کئے گئے ہیں۔اول یہ کہ آپ کی دعوت حکمت اور دانائی پر مشتمل ہو، دوم انداز تبلیغ ایسا ہو جیسے کسی کو کوئی اچھی نصیحت کرتا ہے اور سوم یہ کہ اگر جھگڑے یا بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو اچھے انداز میں بحث ومباحثہ کیا جائے جس میں گالم گلوچ نہ ہو، کسی کی ذات پر حملے نہ کئے جائیں، بات دلیل کے ساتھ کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

معاشرتی برائیوں اور معاشرے میں رائج باطل رسوم ورواج سے بھی زبان کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ[30]

تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اس کو بدلے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

ایسا بادشاہ جس نے ظلم وجور کا بازار گرم کر رکھا ہو، اس کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے:

اَفْضَلُ الْجِهَاد مَنْ قَالَ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلطانِ جَائِر[31]

بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے

عہد نبوی میں کفار کے شعرا جنگوں میں اشعار کے ذریعے اپنی بہادری پر فخر کرتے تھے۔چناں چہ آپ ﷺ نے شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت ؓ کو حکم دیا کہ مشرکین کی ہجو کرو جبرائیل اس وقت تمہارے ساتھ ہیں۔

۲۔ جہاد بالقلم:

اللہ تعالیٰ نے علم کو قلم کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ(علق4:96) جس نے قلم کے ذریعہ علم عطا کیا۔

قلم کے ذریعہ جہاد سے مراد یہ ہے کہ کفار کے اعتراضات کا جواب دیا جائے اور اسلام کے غلبے کی کوشش کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا مختلف ریاستوں کے بادشاہوں کو لکھے گئے خطوط اور کفار سے کیے گئے معاہدات دراصل جہاد بالقلم کے آئینہ دار ہیں۔ عصر حاضر میں رسائل واخبارات میں مضامین لکھ کر، کفار کو اسلام کی تحریری دعوت دے کر، پمفلٹ یا کتابیں لکھ کر شائع کرنا یا سوشل میڈیا پر بلاگ لکھ کر اس جہاد میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔

جنگ اور جہاد میں فرق:

جنگ کسی بھی دنیاوی مقصد کے لئے کی جاسکتی ہے جیسے کسی ملک کو فتح کرنے کی لالچ، انتقام لینے کے لئے، معاشی غلبہ وغیرہ۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہر ممکن ظلم، بربریت اور دہشت گردی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جہاد کا مقصد امت مسلمہ کا دفاع، فساد کے خاتمے اور دین الٰہی کے غلبہ کی کوشش کرنا ہے۔ انسانوں کو ہر چیز کی عبادت سے نکال کر ایک سچے خدا کی عبادت پر لگانا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عطا کئے ہوئے جنگی ضوابط کا پابند ہے۔

بعض غیر مسلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ ان کا یہ اعتراض ان کی تاریخی ناواقفیت کا ثبوت ہے کیونکہ اسلام اخلاق کے ذریعہ پھیلا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں جب فاتحین کسی علاقے میں داخل ہوئے ہیں تو قتل عام کا حکم دے کر انسانی خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے بغیر جنگ کے مکہ فتح کیا اور تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایسے کسی علاقے پر حملہ نہیں کیا گیا جس تک اسلام کا پیغام نہ پہنچا ہو۔ کفار نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ ایسا کوئی واقعہ تاریخ میں موجود نہیں کہ مسلمانوں نے کسی کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کی ہو۔

فضائل جہاد:

قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں جہاد و قتال کی بہت زیادہ فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ان فضائل کی روشنی میں جہاد اسلام کا چھٹا رکن معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاد کے فضائل:

قرآن مجید میں جہاد کے درج ذیل فضائل بیان ہوئے ہیں:

1۔ جہاد نہ کرنے والوں پر مجاہدین کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں (یعنی جہاد نہ کرنے والوں) پر ایک درجہ فضیلت اور اجر عظیم، درجات، بخشش اور رحمت عطا کی ہے۔ (النسا4:95،96)

2۔ محبت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صفیں باندھ کر لڑنا انبیا کی سنت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں لڑنے والوں سے محبت کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡيَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ (الصف 4:61)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف

بنا کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔

3۔ بہترین تجارت:

اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرنا ایک بہترین تجارت ہے جس کی وجہ سے دردناک عذاب سے نجات ملے گی۔ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے، یہ عظیم کامیابی ہے۔(الصف 61:10،11،12)

احادیث میں فضائل جہاد:

نبی مکرم ﷺ نے جہاد کی فضیلت میں کئی احادیث ارشاد فرمائی ہیں۔ احادیث کی کتب میں جہاد اور مغازی کے مستقل باب موجود ہیں

یہاں ان میں سے چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

آپ ﷺ کا فرمان ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ[32]

اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

آپ ﷺ نے اسلام کی بلندی جہاد کو قرار دیا:

وَإِنَّ ذُرْوَةَ السَّنَامِ مِنْهُ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ[33]

اور بے شک اس سے چوٹی کا عمل اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا ہے

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قسم ہے اللہ کی جس کی مٹھی میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک صبح یا ایک شام کا سفر دنیا ومافیھا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں دشمن کے مقابل آکر ٹھہرے رہنے کا ثواب گھر میں ستر نمازوں سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت

مفہوم:

اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے رضائے الٰہی حاصل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بسر و چشم قبول اور ان پر عمل کیا جائے۔ مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور حصہ دار نہ بنایا جائے، اس کے رسول کی اطاعت کی جائے وغیرہ وغیرہ ۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے وہ کام ہیں جن سے منع کر دیا ہے۔

محبت الٰہی کی وجہ تسمیہ:

اللہ تعالیٰ سے محبت عقلی اور شعوری ہوتی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ کسی سے محبت اس کے اوصاف یا احسانات کی وجہ سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر بے شمار احسانات ہیں اگر ہم ان احسانات کو گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْانِعْمَةَاللہ لَا تُحْصُوْھا (النحل18:16)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، تمام عالم کے نظام کو اس کی خدمت پر لگایا۔ انسان کی ہدایت ور ہنمائی کا مکمل انتظام کیا۔ اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اس طرح اگر غور کیا جائے تو ہم پر اس ذات الٰہی کے بے شمار احسانات ہیں۔ ان احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے محبت کرتا ہے:

جس سے محبت کی جاتی ہے اس کی پسند اور ناپسند کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چند صفات کا ذکر فرمایا ہے جنہیں اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ درج ذیل اخلاقی صفات رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے:

اِنَّ اللہ یُحِبُّ المُحْسِنِیْن(البقرہ195:2)	بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللہ یُحِبُّ المتَّقِین(التوبہ 4:9)	بے شک اللہ پرہیز گاروں سے محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللہ یُحِبُّ المُقْسِطِیْنَ (الحُجُرات 9:49)	بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّ اللہ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ(البقرہ۲۲۲)

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر احسان، تقویٰ، عدل، توبہ اور پاکیزگی جیسی صفات اختیار کی جائیں تو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے محبت نہیں کرتا:

قرآن مجید میں چند برائیوں کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ ان برائیوں کے اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن(البقرہ190:2)	اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا
وَاللہُ لَا یُحِبُّ الظَّالِمِیْن(ال عمران140:3)	اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا
وَاللہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ(المائدہ64:5)	اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ (الانفال58:8) بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کفر، فساد، ظلم، خیانت، حد سے بڑھ جانا ایسی برائیاں ہیں جن کو سرانجام دینے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے، ارشاد الٰہی ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران 31:3)

اے پیغمبر (ﷺ) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

مومنین کی صفت:

مومنین کی یہ صفت ہے کہ وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں اور اس کے احکامات پر اپنی خواہشات قربان کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ165:2)

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرنے والے ہیں۔

غرض ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے۔ محبت الٰہی کا تقاضا ہے کہ اس کے احکام کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور پھر جہاں تک ہو سکے عمل کی کوشش کی جائے۔ فرائض اور واجبات کو کسی صورت میں ترک نہ کیا جائے۔

اطاعت الٰہی:

اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ رسول کی اطاعت کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو گی۔ کیونکہ رسول بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ رسول دراصل اللہ تعالیٰ کی بات پہنچا رہا ہے۔ اس لئے رسول کی پیروی کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنا ہے۔

رسول کی محبت واطاعت

1۔ رسول اللہ ﷺ کے احسانات :

اللہ رب العزت کے بعد ہماری محبت کا حقدار اللہ کا رسولؐ ہے۔ آپ ﷺ کے ذریعے ہمیں دین جیسی نعمت ملی۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو سچے خدا کا پیغام پہنچایا۔ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ کو مختلف قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنی تکالیف آپؐ کو دی گئیں اتنی تکالیف کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ یہ تکالیف اس لئے برداشت کیں کہ انسان جہنم کا ایندھن نہ بنیں اور آخرت کی مشکلات سے بچ جائیں۔

2۔ محبت رسول کا حکم:

اس کائنات میں ہماری محبت کا مرکز ذات الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے رسول ہماری محبت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب 6:33)

نبی مومنوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز تر ہیں

اس لئے کہ نفوس ہلاکت کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ انہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ ﷺ انسانوں کو جہنم میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔[34] انسان کے لئے سب سے قیمتی چیز اس کی جان ہے لیکن اگر جان سے بھی کوئی زیادہ قیمتی چیز ہے تو وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس لئے ان سے محبت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کی جائے۔

آپ ﷺ نے ایمان کو محبت رسول کے ساتھ مشروط کیا کہ مومن وہ ہے جو سب رشتوں سے بڑھ کر اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہو

لَا يُومِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[35]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔

3۔ محبت رسولؐ کی علامات:

محبت رسولؐ آپ ﷺ کی پیروی کرنے اور آپ ﷺ کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔ اس لئے سنت کا اتباع کرنا محبت رسولؐ کی علامت ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کے دیدار کی شدید خواہش حب رسولؐ کی نمایاں علامت ہے۔ اسی طرح سنت نبوی کی تائید اور حمایت کرنا اور شریعت محمدی ﷺ کے نفاذ کی خواہش رکھنا حب رسول کی علامت ہے۔

4۔ محبت رسول کے عملی تقاضے:

محبت رسول کے درج ذیل عملی تقاضے / شرائط ہیں:

1۔ درود و سلام کی کثرت:

اللہ تعالی نے سورہ احزاب میں مومنوں کو نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ محبت رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کثرت سے پڑھا جائے۔ اس لئے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اسے یاد بہت زیادہ کرتا ہے۔ نماز میں درود پاک پڑھا جاتا ہے، دعا کی قبولیت کے لئے درود پاک پڑھا جاتا ہے، میت کے لئے بخشش کی دعا سے پہلے درود پاک پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ذکر کے طور پر کسی بھی وقت پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں جمع کی رات، جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد درود پاک پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح عافیت، بخشش اور رحمت کا تعلق درود پاک پڑھنے کے ساتھ وابستہ ہے۔

2۔ اخلاق نبوی کو اختیار کرنا:

قرآن مجید نے آپ ﷺ کے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے آپؐ کو اخلاق کے بلند درجہ پر فائز قرار دیا ہے۔ محبت رسول کا عملی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ اختیار کئے جائیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ قرآن کی عملی تفسیر اور بہترین نمونہ عمل ہیں۔

3۔ ذکر خیر ادب و احترام سے کرنا:

محبت رسولؐ عملی تقاضا یہ ہے کا حضور ﷺ کا ذکر خیر ادب و احترام سے کیا جائے۔ تحریر و تقریر میں آپ ﷺ کی تعظیم کا خیال رکھا جائے۔ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر ہو یا آپ ﷺ کا نام نامی آئے تو آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھا جائے۔

4۔ اطاعت رسول ﷺ:

محبت رسول ﷺ کا سب سے مرکزی اور اہم عملی تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ اور اعمال صالحہ کو اپنی ذاتی پسند وناپسند پر ترجیح دی جائے۔

ا۔ اطاعت رسول کا حکم:

آپ ﷺ کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اللہ تعالی نے مومنین کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں اپنے رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (ال عمران 132:3)

اللہ اور رسول کی بات مانو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے

دوسرے مقام پر رسول کے اَوامر ونواہی پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ * وَ مَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا(الحشر 7:59)

اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ

۲۔ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت:

رسول کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت ہے اور رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ کا نمائندہ ہے۔ رسول اپنی مرضی سے نہیں کہہ رہا بلکہ وہ اللہ کی وحی کو تم تک پہنچا رہا ہے۔ لہذا رسول کی بات ماننا دراصل اللہ کی بات ماننا ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ(النسآ4:80)

جو رسول کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی

۳۔ بڑی کامیابی:

اللہ تعالی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو سب سے بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے؛

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا(الاحزاب33:71)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے وہ کامیابی حاصل کر لی جو زبردست کامیابی ہے۔

۴۔ انعام یافتہ لوگوں کا ساتھ :

اللہ تعالی کے انعام یافتہ لوگوں کا ساتھ حاصل کرنے والوں کی یہ صفت ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا
(النسآ4:69)

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

۵۔ جنت میں داخلہ:

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا:

وَ مَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ(النسآء13:4)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے لوگ ہمیشہ ان (باغات) میں رہیں گے، اور یہ زبردست کامیابی ہے۔

۶۔ محبت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے، ارشاد الٰہی ہے

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

(آل عمران 31:3)

اے پیغمبر (ﷺ) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اطاعت رسول احادیث نبوی کی روشنی میں:

حضور اکرم ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں اطاعت رسول کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبَى. قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى[36]

میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا "جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کی۔

اسی طرح وہ مسلمان کہلانے والے جنہوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کیں، ان کو قیامت کے دن حوض کوثر پر آپؐ سے دور کر دیا جائے گا۔ آپ ﷺ سوال کریں گے کہ انہیں کیوں مجھ سے دور کیا جا رہا ہے تو بتایا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد دین کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ فرمائیں گے:

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِی[37]

دوری ہو دوری ہو ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔

حضور ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی اور امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي[38]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کئے ہوئے) امیر کی

اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حقوق العباد

حقوق حق کی جبکہ عباد عبد کی جمع ہے۔اس طرح حقوق العباد کے معنی ہیں بندوں کے حقوق۔ جسے عصر حاضر میں انسانوں کے حقوق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کو اپنی نوعیت کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(1)اخلاقی حقوق:

جن کی حیثیت محض اخلاقی ہوتی ہے اور ان کو ادا کرنے سے معاشرے میں محبت ،اخوت اور ہمدردی کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ جیسے چھوٹوں پر رحم کرنا،ہمسائے،والدین یا بیوی سے حسن سلوک کرنا،مہمان نوازی وغیرہ،یہ حقوق انسان کی باطنی کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں ۔

(2)قانونی حقوق:

ان حقوق کا تحفظ اور تعین قانون کے ذریعے ہوتا ہے۔یہ ریاست کے تسلیم شدہ اور مفاد عامہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ ملکی قوانین اس مفاد کو عدالت کے ذریعے حاصل کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ مثلا حق مہر، حق وراثت وغیرہ ان حقوق کی مزید دو اقسام ہیں:

ا۔شہری حقوق :

ایسے حقوق جن کا تعلق ریاست کے ہر فرد کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ریاست ان حقوق کو ادا کرنے کی پابند ہوگی۔ جیسے جان،مال اور عزت کا تحفظ، تعلیم، صحت اور کاروبار کا حق وغیرہ۔

۲۔سیاسی حقوق:

ایسے حقوق جن کی بدولت ریاست کا ہر فرد ملکی نظم ونسق میں شامل ہو سکتا ہے۔رائے دہی کا حق،الیکشن میں حصہ لینے کا حق، سرکاری ملازمت کا حق وغیرہ۔

حقوق العباد کی اہمیت:

اگر معاشرے کے ہر فرد کو ان کے جائز حقوق فراہم کئے جائیں تو وہ اپنی صلاحیتیں معاشرے کی ترقی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔اس طرح ہم ایک خوشگوار ماحول قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جو حسن معاشرت کا آئینہ دار ہوگا۔ جبکہ حقوق غصب کرنے سے معاشرے میں بے چینی اور تناؤ کی فضا جنم لیتی ہے۔اس سے معاشرتی نظم خراب ہوتا ہے اور تخریبی رجحانات تعمیری صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کے درمیان حقوق کا واضح تعین کیا ہے۔اپنی رضا کو حقوق العباد کی ادائیگی سے وابستہ کیا ہے۔ایک حقیقی مسلمان حقوق اللہ کی طرح حقوق العباد کا احترام کرتا ہے اوران کی ادائیگی کے بارے میں اللہ تعالی کا خوف رکھتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے ؟ صحابہؓ نے کہا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ سامان۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میری امت میں مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا،اس حال میں کہ اس نے فلاں

ایک شخص کو گالی دی ہو گی، فلاں ایک شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہو گی اور فلاں ایک شخص کا مال ہڑپ کیا ہو گا اور فلاں ایک شخص کا خون بہایا ہو گا اور فلاں ایک شخص کو مارا پیٹا ہو گا۔ پس اس کی نیکیاں انہیں دے دی جائیں گی اور اگر اس کے ذمہ تمام قرض چکانے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (حق سے محروم لوگوں) کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔[39]

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے حقوق العباد کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

جس شخص نے کسی کی بے عزتی کی ہو یا اس پر کچھ ظلم کیا ہو اسکی عزت یا کسی چیز میں سے، تو وہ آج ہی اس سے معاف کرا لے اس دن سے پہلے جب روپیہ پیسہ نہ ہو گا کہ اس کے کچھ کام آئے۔ اگر اس کے عمل نیک ہوئے تو ان میں سے اس کے ظلم کے مطابق لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس بندے کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔[40]

والدین کے حقوق / اولاد کے فرائض

حقوق العباد میں والدین کے حقوق سرفہرست ہیں، جو سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ والدین انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت ہیں جن کی محبت کسی قسم کی غرض سے پاک اور بے لوث ہوتی ہے۔ والدین انسان کو وجود میں لانے کے علاوہ ان کی پرورش اور تربیت کا ذریعہ بھی ہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت کے بعد والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

1۔ احسان کرنا:

اللہ تعالی قرآن مجید میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل 23:17) اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (العنکبوت 8:29) اور ہم نے انسان کو وصیت کی کی اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو۔

قرآن مجید نے حضرت یحییٰؑ کو بَرًّا بِوَالِدَيْهِ (مریم 14:19) یعنی اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا۔

نبی مکرم ﷺ نے والدہ کو انسان کے حسن سلوک کا زیادہ حقدار قرار دیا:

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: لوگوں میں سے حسنِ معاشرت (خدمت اور حسن سلوک) کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: پھر تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر تمہارا والد۔"[41]

ایک دوسری حدیث میں جسے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا، انہوں نے کہا:

میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: کون سا عمل اللہ تعالی کو زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، کہا پھر کون سا؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ کہا پھر کون

سا؟ فرمایا اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا۔ کہا: مجھے ان کے بارے میں بتاؤ، اور اگر میں اسے حاصل کر لیتا تو میں اسے بڑھا دیتا۔[42]

2۔ ادب واحترام:

قرآن مجید میں والدین کے ادب واحترام سے متعلق حکم دیتے ہوئے ارشاد الہی ہے:

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا(بنی اسرائیل 23:17)

اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کر

اسلام اپنی تعلیمات میں ہمیں ہر اس شخص کی جو عمر کے لحاظ سے ہم سے بڑا ہے، ادب واحترام کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا[43]

وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔

3۔ اطاعت وفرماں برداری:

ہر اچھے کام میں والدین کی اطاعت کی جائے اور ان کے احکام پر عمل کیا جائے۔ ہاں اگر وہ شرک یا گناہ کی دعوت دیں تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی۔ اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ(العنکبوت 29: 8)

اور اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہراؤ جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، تو ان کا کہنا مت مانو۔

اس آیت نے یہ اصول بتا دیا ہے کہ اگر والدین کافر ہوں، تب بھی ان کے ساتھ عام برتاؤ میں نیک سلوک کرنا چاہیے اور ان کی توہین یا ان کو تکلیف پہنچانا مسلمان کا کام نہیں ہے لیکن اگر وہ کفر و شرک پر مجبور کریں تو ان کا کہا ماننا جائز نہیں۔[44]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عَقُوقُ الاُمَّهَاتِ[45]

بے شک اللہ تعالی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ قرار دیا۔[46]

ہمیں والدین کی نافرمانی سے بچنا چاہئے کیونکہ اسی کی وجہ سے ایک آدمی قیامت کے دن ذلیل و خوار ہو گا اور اسے جنت میں داخلے سے روک دیا جائے گا۔ اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلاثة لا ينظرُ الله إليهم يوم القيامة: العاق لوالديه، والمرأة المترجلة، والديوث، وثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالديه، والمدمن الخمر، والمنان بما أعطى۔[47]

تین لوگوں کی طرف اللہ تعالی قیامت کے دن نہیں دیکھے گا: (۱)اپنے والدین کا نافرمان (۲)دھوکہ دینے والی عورت(۳)بے غیرت،اپنے گھر والوں پر دلال۔اور تین جنت میں داخل نہیں ہوں گے(۱)اپنے والدین کا نافرمان(۲)شراب کا عادی(۳)جو کچھ دے اس پر احسان جتلائے۔

4۔خدمت:

والدین کی خدمت کرنا سعادت کا باعث ہے۔نبی اکرم ﷺ نے والدین کی خدمت کو جہاد جیسا عمل قرار دیا:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس جہاد میں شرکت کرنے کی اجازت طلب کرنے کے لئے آیا۔آپؐ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے کہاہاں۔آپؐ نے فرمایاان دونوں کی خدمت کر یہی تیرا جہاد ہے۔[48]

اس لئے جو جنت میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو اسے اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور اچھائی کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔یہ جنت کی طرف آپ کا راستہ ہے۔ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میں جنگ میں شرکت کا ارداہ رکھتا ہوں اور آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔آپؐ نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟اس نے کہا:ہاں،فرمایا

فالزمها فإن الجنة عند رجليها[49]

پس اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے دونوں پاؤں کے پاس ہے۔

5۔والدین کی رضا:

آپؐ نے والدین کی نافرمانی سے بچنے اور ہر اچھی بات میں ان کی فرماں برداری کرنے کا حکم دیا۔کیونکہ والدین کی نافرمانی اللہ تعالی غصے اور اس کی ناراضگی کا سبب ہے اور اسے لازم کر دیتی ہے۔اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رضى الرّبّ في رضى الوالد، وسخط الرّبّ في سخط الوالد[50]

رب کی خوشی والد کی خوشی میں ہے اور رب کا غصہ والد کے غصہ میں ہے۔

6۔والدین کا شکریہ ادا کرنا:

والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات ہوتے ہیں۔ان احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ والدین کا شکریہ ادا کیا جائے۔اللہ تعالی نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ(لقمان 14:31) کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

7۔والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک:

اسلام والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حسن سلوک ہے۔ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے،کیا اس سے توبہ کی صورت

ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا کیا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا: اس سے نیکی کرو۔

8۔ دعائے مغفرت:

اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں نے اپنے والدین کے لئے مغفرت کی دعا کی ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ(نوح 28:71)

اے میرے پروردگار تو مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے لئے اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيْرًا(بنی اسرائیل 24:17)

اے میرے پروردگار ان دونوں پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔

اولاد کے حقوق / والدین کے فرائض

اولاد کا لفظ "اَلْوَلَدُ" کی جمع ہے۔ اَلْوَلَدُ کا معنی ہے جو پیدا کیا گیا ہو۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کے حصول کا جائز ذریعہ نکاح ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ(البقرہ 187:2)

اب ان سے صحبت کر لیا کرو اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو۔

اکثر مفسرین کے نزدیک وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو) سے مراد اولاد ہے۔

قرآن کریم نے مال اور اولاد کو انسان کے لئے آزمائش قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْ لَادُكُمْ فِتْنَةٌ(التغابن 15:64)

بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں آزمائش ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ میں تمہارے ذریعے سے اپنی امت میں اضافہ کرنے والا ہوں۔

جس طرح اولاد کا فرض ہے کہ والدین کے حقوق کی مکمل پاسداری کرے اور انہیں خوش رکھے اسی طرح والدین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنا مذہبی فرض ہے۔ اولاد کے حقوق درج ذیل ہیں:

ا۔ اچھا نام رکھنا:

نام انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد بچے کا اسلامی نام رکھا جائے اور ایسے ناموں پرہیز کیا جائے جن سے مشرکانہ افکار کی عکاسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عبداللہ اور عبدالرحمن نام بہت محبوب ہیں۔

۲۔زندگی کا حق:

اسلام سے پہلے اولاد کو جینے کا حق حاصل نہیں تھا۔ بعض لوگ اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کرتے اور انہیں اپنی ذلت کا نشان تصور کرتے۔ اسلام نے اس قتل کو بہت بڑا گناہ قرار دیا۔ ارشاد ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل 31:17)

اور اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں اور تم کو بھی روزی دیتے ہیں، بے شک ان کا مار ڈالنا بڑے گناہ کا کام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اولاد کے قتل کو تین بڑے گناہوں میں سے تیسرا بڑا گناہ قرار دیا۔

۳۔بنیادی ضروریات کی فراہمی:

والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی بنیادی ضروریات کو پورا کرے۔ انہیں لباس، خوراک، جیب خرچ اور رہائش فراہم کرے۔ اپنی اولاد کی بنیادی ضروریات کو اپنی استطاعت کے مطابق پورا کرے۔ انہیں اتنا کچھ فراہم کر دے کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

۴۔تعلیم و تربیت:

والدین کا فرض ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کریں۔ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دلوائیں۔ اسلام کا بنیادی اور ضروری علم انہیں ضرور فراہم کریں۔ انہیں نماز وغیرہ سکھائیں اور دعائیں یاد کروائیں۔ اسلام کی تعلیم کے ساتھ ساتھ زمانہ کے مفید علوم کی تعلیم حاصل میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے علاوہ انہیں پیشہ وارانہ تعلیم دلوائی جا سکتی ہے، تا کہ وہ باعزت روزگار حاصل کر سکیں۔ اس سلسلہ میں وہ کسی کے محتاج نہ رہیں۔ اولاد کو صرف دنیادار ہی نہ بنائیں بلکہ ان کو دین دار بھی بنائیں۔ ان میں موت کی یاد اور آخرت کی فکر بیدار کریں۔ عمل صالح کی تربیت دیں تا کہ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے بچ سکیں۔ قرآن عظیم میں والدین کی اسی ذمہ داری کو بڑے جامع انداز میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم 6:66)

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

ہمارے نبی مکرم ﷺ نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کرنے کی تاکید کی ہے۔

جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی پھر انہیں ادب سکھایا اور ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ احسان کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔[51]

۵۔عدل و مساوات:

والدین کا فرض ہے کہ تمام بچوں کے ساتھ برابری کا سلوک کریں۔ اولاد کی تعلیم، خوراک، لباس اور محبت و شفقت وغیرہ میں مساوات کا خیال رکھیں۔ انہیں وہ حصہ ضرور دیں جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنا چاہا اور آپ ﷺ کو اس پر گواہ بنانا چاہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایک ایک غلام دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا میں اس کا گواہ نہیں بنوں گا۔

٦۔شادی کا فریضہ:

اُولاد کا حق ہے کہ بالغ ہونے پر والدین ان کی شادی کا فریضہ سر انجام دیں۔ قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوْا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ (النور 32:24) تم میں جو بے جوڑ ہیں ان کا نکاح کرو

آپ ﷺ نے تین کاموں میں جلدی کرنے کا حکم دیا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے، جب جنازہ حاضر ہو اور لڑکی کا مناسب رشتہ مل جائے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس کے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہو اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے اور اچھا ادب سکھانا چاہیے۔ جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دینی چاہیے۔ اگر بالغ ہونے پر اس کی شادی نہیں کی تو جو گناہ (زنا) وہ کرے گا وہ اس کے باپ کے سر ہے۔

٧۔وراثت کا حق:

والدین کی وفات کے بعد ان کے مال اور ملکیت کی اول حقدار ان کی اُولاد ہے۔ اللہ تعالی نے وراثت میں اُولاد کے مقرر کردہ حصوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِ (النسآء 11:4)

اللہ تعالی تمہیں تمہاری اُولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔

اگر والدین یہ تمام حقوق بحسن وخوبی سر انجام دیتے رہیں تو ایک طرف انہیں اللہ رب العزت کی رضا حاصل ہو گی اور دوسری طرف ان کی اُولاد ان کے بڑھاپے میں ان کا سہارا بنے گی۔ لیکن جو لوگ اُولاد کے حقوق ادا نہیں کرتے تو اُولاد ان کی آخری عمر میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیتی ہے۔

زوجین کے حقوق و فرائض

ا۔خاوند کے حقوق / بیوی کے فرائض:

بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کے درج ذیل حقوق ادا کرے:

1۔احترام ومحبت:

بیوی کو اپنے خاوند کا احترام اور اس کی عزت کرے۔ ازدواجی زندگی کا حسن آپس کے پیار ومحبت اور خلوص میں ہے۔ ان کی خوشی غمی ،اولاد، مستقبل ایک ہی ہے۔ ایک کی عزت دوسرے کی عزت اور ایک کی ذلت دوسرے کی ذلت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی پہچان ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انہیں ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔ جس سے مراد ایک دوسرے کی پردہ پوشی، تکلیف سے بچانا اور ایک دوسرے کے لئے زیب وزینت اختیار کرنا کے ہیں۔

2۔اطاعت وفرماں برداری:

بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کے ہر جائز حکم کی پیروی کرے۔ قرآن مجید میں نیک عورتوں کی صفت اطاعت شعاری کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ (النسآء 34:4) نیک عورتیں فرماں برداری کرنے والی ہوتی ہیں۔

حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے تو اسے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہو داخل ہو جاؤ۔[52]

3۔مال اور عزت کی حفاظت:

خاوند روزگار کے لئے زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتا ہے۔بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت کرے۔کسی چیز کو ضائع نہ کرے اور ایسے مردوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دے جن کو اس کا خاوند پسند نہیں کرتا۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ(النسآء4:34)

پھر جو عورتیں نیک ہیں سو اطاعت گزار ہیں نگرانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے

4۔خاوند کی رضا حاصل کرنا:

بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرے۔اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھتے ہوئے اس کی خواہشات کا احترام کرے۔خاوند خوش ہو گا تو زندگی اچھی بسر ہو گی۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ

تین لوگوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی ایک بھگوڑے غلام کی جب تک وہ (اپنے مالک کے پاس) لوٹ نہ آئے، دوم وہ عورت جو رات گزارے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، سوم اس امام کی جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔[53]

5۔کفایت شعاری:

بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کی آمدنی پر گزارہ کرے۔گھر کے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لے۔وہ اپنے خاوند کو نکمے یا نالائق کے طعنے نہ دے۔اس سے روز نئی فرمائشیں نہ کرے۔ایسا کرنے سے یا تو وہ ناراض ہو جائے گا یا پھر حرام اور ناجائز ذرائع سے پیسہ کمانے کی کوشش کرے گا۔خاوند کی مجبوریوں کا خیال رکھے۔ضروریات کا احساس جائز اور مناسب طریقے سے دلائے۔

6۔اولاد کی پرورش اور تربیت:

بیوی کو چاہیے کہ وہ اولاد کی پرورش محنت اور شوق سے کرے۔ماں کی گود انسان کی اولین درسگاہ ہے۔بچوں کی پرورش کرنے کے لئے اس کا حفظان صحت کے اصولوں اور بچوں کی نفسیات سے واقف ہونا ضروری ہے۔بچوں سے کلام کرتے وقت وہ شائستہ اور عمدہ زبان استعمال کرے۔ان کے اخلاق اور عادات کو سنوارنے کی کوشش کرے۔

7۔خاوند کے رشتہ داروں سے حسن سلوک:

بیوی کو چاہیے کہ وہ خاوند کے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آئے۔اس کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوص اور احترام کی بنیاد پر رشتہ داری قائم کرے۔خاوند کے والدین کو اپنے والدین کی طرح، اسی طرح اس کے بہن بھائیوں کو اپنے بہن بھائیوں کی طرح سمجھے۔غرض وہ اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاوند کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔

بیوی کے حقوق / خاوند کے فرائض:

1۔حق مہر:

مہر اس رقم کو کہا جاتا ہے جو حق زوجیت کے عوض بیوی کو دی جاتی ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے البتہ مرد کو سونے کا ایک ڈھیر مقرر کرنے کی اجازت ہے۔مہر کی ادائیگی ضروری ہے تاہم بیوی کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے۔قرآن مجید میں مہر کو خوشی خوشی ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۔فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا(النسآء4:4)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ ہاں! اگر وہ خود اس کا کچھ حصہ خوش دلی سے چھوڑ دیں تو اسے خوشگواری اور مزے سے کھالو۔

اسی طرح مہر سے متعلق ارشاد ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ(النسآء4:24)

چنانچہ جن عورتوں سے (نکاح کرکے) تم نے لطف اٹھایا ہو، ان کو ان کا وہ مہر ادا کرو جو مقرر کیا گیا ہو۔ البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس (کمی بیشی) پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جس نے مہر کے بدلہ میں کسی عورت سے نکاح کیا اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ رکھی وہ اللہ تعالی کے نزدیک زانی ہے۔[54]

2۔ نان نفقہ:

شوہر کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کی بنیادی ضروریات رہائش، علاج، لباس وغیرہ فراہم کرے۔ بیوی خاوند کے مال کو اپنے جائز اخراجات میں خرچ کر سکتی ہے۔ قرآن عظیم کی رو سے خاوند پر بیوی بچوں کا نفقہ اس کی مالی حیثیت کے مطابق واجب ہوتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا(الطلاق65:7)

ہر وسعت رکھنے والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے۔ اور جس شخص کے لیے اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے وہ اسی میں سے نفقہ دے، اللہ نے کسی کو جتنا دیا ہے، اس پر اس سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو بھی پہنائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، اس کو برا بھلا نہ کہے، اور اگر اس سے لاتعلقی اختیار کرے تو بھی اسے گھر ہی میں رکھے۔[55]

3۔ حسن سلوک:

بیوی کے حقوق میں سے ایک اہم حق یہ بھی ہے کہ خاوند اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النسآء4:19)

اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو، اور اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

آپ ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں فرمایا؛

وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا[56]

اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہو۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سب سے بہتر اسے قرار دیا جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي [57]

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں

4۔ حق وراثت:

اسلام میں خاوند کی وفات کے بعد بیوی اس کے مال کے ورثا میں شامل ہوتی ہے۔ قرآن عظیم کی رو سے اگر خاوند کی اولاد ہے تو بیوی آٹھویں حصہ کی حقدار ہو گی اور اگر اولاد نہیں ہے تو پھر چوتھے حصے کی حقدار ہو گی۔ [58]

5۔ عدل وانصاف:

اسلام نے مرد کو ایک وقت میں چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اسے عدل وانصاف کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ اگر کسی مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس کے لیے لازم ہے کہ ان کے درمیان عدل کرے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (النسآء 3:4)

ہاں! اگر تمھیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

اور عورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تو تمہارے بس میں نہیں، چاہے تم ایسا چاہتے بھی ہو۔ البتہ کسی ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسے کوئی بیچ میں لٹکی ہوئی چیز اور اگر تم اصلاح اور تقوی سے کام لو گے تو یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (النسآء 129:4)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کسی شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان انصاف سے کام نہ لے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہو گا۔

6۔ نیکی کی تلقین:

خاوند کا یہ فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کی دینی تربیت کرے۔ انہیں اچھی باتوں کی تلقین کرے اور بری باتوں سے روکے۔ اپنے گھر والوں کو نماز روزہ ادا کرنے کا حکم دے۔ انہیں ایمان اور عمل صالح کی شہراہ پر گامزن رکھتے ہوئے جہنم کی آگ سے بچائے۔

7۔ حق خلع:

خاوند کو طلاق کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر خاوند بیمار / معذور [59] ہو یا میاں بیوی کا مل کر وقت گزارنا مشکل ہو تو انتہائی صورت میں عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلع کا مطالبہ کرے۔

رشتہ داروں کے حقوق

والدین، اولاد اور میاں بیوی کے حقوق کے بعد اسلام نے دیگر رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں قریبی رشتہ داروں کے لئے" ذی القربٰی، ذا قربٰی، ذوی القربٰی، اقربین، اولی قربٰی، الاقربین" وغیرہ کے الفاظ تیئیس مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح "اولوا الارحام" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

۱۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں جن تین اہم کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان میں قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا شامل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ يَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل 90:16)

بے شک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

قرآن مجید نے خود ہی اس کی دوسرے مقام پر تفسیر کر دی کہ رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو۔

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ (بنی اسرائیل 26:17)

اور قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر خاندان کے افراد ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں تو اس سے محبت اور اپنائیت کی فضا جنم لے گی۔ جبکہ حقوق ادا نہ کرنے سے نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ روز بروز جھگڑے ہوتے ہیں جس سے معاشرے کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ صلہ رحمی:

صلہ رحمی سے مراد ہے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑے رکھنا۔ آپؐ نے رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ داری جوڑنے کا حکم دیا۔

ایک مرد نے نبی اکرم ﷺ سے جنت میں داخل کرنے والے عمل کے بارے سوال کیا، آپؐ نے فرمایا:

تعبد الله لاتشرك به شيئا وتقيم الصلاة وتوتی الزكاة وتصل اا الرحم[60]

تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکٰوۃ ادا کرو اور رشتہ داری کو جوڑو۔

آپ ﷺ نے قطع رحمی یعنی رشتہ داری توڑنے کے بارے میں سخت وعید ارشاد فرمائی ہے: حضرت جبیر بن مطعم نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا:

لایدخل الجنة قاطع[61]

رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے صلہ رحمی کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔[62]

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بعض لوگ صلہ رحمی کا حق مال دے کر ادا کرتے ہیں۔ اس سے ان کے مال میں اضافہ ہو گا۔ جبکہ بعض لوگ اپنی عمر دے کر صلہ رحمی کا حق ادا کرتے ہیں۔ اس سے ان کی عمر میں اضافہ ہو گا۔

آپؐ کی کچھ احادیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ رحم کا تعلق رحمان سے ہے۔ اس لئے جو رحم سے جڑتا ہے وہ رحمان سے جڑتا ہے اور جو رحم سے کٹتا ہے وہ رحمان سے کٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

رحم کا تعلق رحمان سے جڑا ہوا ہے پس جو کوئی اس سے اپنے آپ کو جوڑتا ہے اللہ پاک نے فرمایا کہ میں بھی اس کو اپنے آپ سے جوڑ لیتا ہوں اور جو کوئی اسے توڑتا ہے میں بھی اپنے آپ کو اس سے توڑ لیتا ہوں۔[63]

۳۔ حسن سلوک:

اللہ رب العزت نے قرآن عظیم میں والدین کے بعد قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ بنی اسرائیل سے لئے گئے میثاق میں قریبی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا بھی شامل تھا۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ(البقرہ 2:83)

ور والدین سے، اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں سے اچھا سلوک کرو گے۔

۴۔ مالی تعاون :

والدین کے بعد قریبی رشتہ دار ہی ہمارے مالی تعاون کے حقدار ہیں۔ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ(البقرہ 2:215)

آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے۔

قرآن مجید میں ہی یہ وضاحت موجود ہے کہ مال کی محبت، اپنی ضروریات اور خواہش کے باوجود صرف رضائے الٰہی کے لئے اپنے رشتہ داروں کی مدد کرنا اصل نیکی ہے۔

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ (البقرہ2:177)

اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں۔

رشتہ داروں کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ ہماری زکوٰۃ اور صدقات کے زیادہ حقدار ہمارے رشتہ دار ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کی ضروریات پوری ہو جائیں گی اور وہ کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ لیکن ان کے ساتھ اس مالی تعاون کا احسان جتلا کر اپنی نیکیاں ضائع نہیں کرنی چاہئیں۔

اساتذہ کے حقوق

اساتذہ، استاذ کی جمع ہے۔ استاذ کے لئے معلم، مدرس اور اتالیق کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ معلم کے معنی ہیں پڑھانے والا، تعلیم دینے والا اور سکھانے والا۔ تمام انسانوں کا پہلا معلم اللہ تعالی کی ذات خود ہے جو بطور رحمان ہوتے ہوئے انسانوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں اور اسے بولنا سکھاتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت آدمؑ کو چند ناموں کی تعلیم دیتے ہیں جو ان کی فضیلت کا باعث بنی۔ اسی طرح اللہ تعالی انسانوں کو وہ سب کچھ سکھاتے ہیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالی نے اپنے انبیا کو علم سے نوازا اور ان کے ذریعے انسانوں کو اس کائنات کے حقیقی علم سے آگاہ کیا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی انسانوں کو تعلیم دینے والے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا منصب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

کتاب و حکمت کی تعلیم دینا آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی دعوت کے لئے درس و تدریس کا انداز اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ صفہ اور دار ارقم میں باقاعدہ تعلیم دیتے۔ آپ ﷺ کی نسبت سے معلم کا پیشہ پیشہ پیغمبری بن چکا ہے۔

ا۔ ادب واحترام:

استاد ایک انتہائی محترم ہستی ہوتی ہے جسے روحانی باپ کہا جاتا ہے۔ لہذا استاد کا ادب واحترام اس طرح کیا جائے جس طرح والد کا ادب اور احترام کیا جائے۔ استاد کے ادب واحترام کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

تیرے تین باپ ہیں ایک وہ جو تجھے عدم سے وجود میں لایا، دوسرا جس نے تمہیں اپنی بیٹی دی اور تیسرا وہ جس نے تجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے انسان کے تین باپوں کا ذکر کیا جن میں حقیقی والد، سسر اور استاد شامل ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اسی سے کچھ سیکھ سکتا ہے جس کا ادب کرتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ استاد کی بات کو پوری توجہ سے سنا جائے۔ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے درس کے دوران اس طرح خاموش بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور اگر انہوں نے ذرا سی حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے۔ جہاں استاد سے ملاقات ہو تو سلام کرے۔ اس سے پہلے اور اس سے اونچا نہ بولے۔ استاد کی عدم موجودگی میں اس کی کرسی پر نہ بیٹھے۔ استاد کے احسانات کی وجہ سے بعض مسلمان شاگرد استاد کے نام کو اپنے نام کا حصہ بنا لیتے ہیں۔

۲۔ اطاعت:

ہر جائز کام میں استاد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ استاد کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ وہ جو گھر کا کام دے اسے وقت پر مکمل کر استاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ لوگ حضرت علیؓ کو مولا کہتے ہیں لیکن حضرت علیؓ کا مولا استاد ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفًا فَهُوَ مَوْلَایَ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا وہ میرا آقا ہے۔

۳۔ بے مقصد سوالات سے پرہیز:

طالبعلم کو چاہیے کہ وہ استاد سے ایسے سوالات نہ پوچھے جو نصاب یا لیکچر سے غیر متعلق ہوں۔ غیر متعلقہ سوالات کرنے سے باقی طلبہ کا وقت ضائع ہوتا ہے۔

۴۔ دعا:

استاد اگر زندہ ہو تو اس کے لئے دعائے خیر کی جائے اور اگر فوت ہو جائے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

غرض طلبہ زمین کی مانند ہیں اور استاد علم کی بارش کی مانند ہے۔ علم کی اس بارش کو جذب کرنے والے سر سبز و شاداب ہوتے ہیں۔

ہمسایوں کے حقوق

۱۔ہمسایہ کا مفہوم:

ہمسایہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد ہے ایک سایہ کے نیچے رہنے والے لوگ۔ قرآن عظیم نے ہمسایہ کے لئے جار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی سے پڑوس کے لئے قرب وجوار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ہمسایہ کی تعریف:

ہمسایہ اور پڑوسی وہ دو آدمی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب رہتے اور بستے ہیں۔[64]

۳۔ہمسایہ کی اقسام:

قرآن عظیم نے تین قسم کے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے:

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ(النسآء36:4)

اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں)

(1) قریبی رشتہ دار پڑوسی: اس سے ہم مذہب بھی مراد لئے گئے ہیں۔

(2) اجنبی ہمسائے: اس سے غیر مسلم بھی مراد لئے گئے ہیں۔

(3) وہ ہمسائے جن سے عارضی تعلق قائم ہو۔ جیسے کلاس فیلو، بس میں ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر سفر کرنے والا وغیرہ۔

ہمسایہ کے حقوق احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ کی اکثر احادیث میں پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آپؐ نے اس شخص کے مومن ہونے سے انکار کیا، جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے:

اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ
مومن نہیں۔ کہا گیا کون اے اللہ کے رسولؐ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی
شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔[65]

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ پڑوسی کی عزت کی جائے اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اس سلسلہ میں آپؐ کے ارشادات گرامی ہیں:

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم جارہ[66]

جو اللہ اور یوم آخرت پر امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔

اسی طرح فرمایا

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یؤذ جارہ[67]

جو اللہ اور یوم آخرت پر امید رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

واحسن الی جارک تکن مؤمنا[68]

اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کر تو مومن ہو جائے گا۔

حضرت جبرائیلؑ نے نبی اکرم ﷺ کو پڑوسیوں کے حقوق کی اتنی وصیت فرمائی کہ آپؐ کو گمان ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حق نہ دے دیا جائے۔ حضرت عائشہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

جبریل نے مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کی کہ میں سمجھا کہ کہیں ان کو وراثت کا حق نہ دلا دیں۔[69]

احادیث سے ہمسایہ کے درج ذیل حقوق مستفاد ہیں:

۱۔ اگر پڑوسی کو مالی مدد کی ضرورت ہو تو اسے مالی مدد فراہم کی جائے۔ قرض حسنہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ بیمار ہونے پر تیمارداری کرو اور اس کا علاج کرواؤ۔

۳۔ اگر پڑوسی فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے اور اس کی تدفین میں شرکت کی جائے۔ نیز مرحوم پڑوسی کے یتیم بچوں کی دیکھ بھال کی جائے۔

۴۔ ہمسایہ اگر مصیبت میں گرفتار ہو تو اس سے ہمدردی کی جائے۔

۵۔ اگر ہمسایہ کو کوئی خوشی یا اعزاز حاصل ہو تو مبارکباد دی جائے۔

۶۔ ہمسایہ کی اجازت کے بغیر اپنی دیوار اتنی اونچی نہ کی جائے کہ روشنی اور ہوا وغیرہ رک جائے۔

۷۔ کوئی پھل یا کھانے وغیرہ کی چیز بازار سے لائی جائے تو پروسیوں کو تحفہ کے طور پر بھیجو۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی محفل میں ایک عورت کا ذکر آیا کہ وہ بڑی عبادت گزار اور پرہیز گار ہے، دن میں روزہ سے رہتی ہے اور رات کو تہجد کی نماز ادا کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو تنگ کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہنمی ہے۔ ایک دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا گیا کہ صرف فرائض ادا کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جنتی ہے۔[70]

غیر مسلموں کے حقوق

تعلقات کی نوعیت:

غیر مسلم دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دین کے معاملے میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں لڑتے اور انہیں ہجرت پر مجبور نہیں کرتے۔ ایسے کفار کے ساتھ ظاہری تعلق رکھا جا سکتا ہے۔ ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کیا جا سکتا ہے۔ دوسری قسم کے کفار وہ ہیں جو دین کے معاملے میں مسلمانوں کے ساتھ لڑتے ہیں اور انہیں گھروں سے نکالتے ہیں یا نکالنے میں مدد کرتے ہیں۔ ایسے کفار کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا جا سکتا۔

جان و مال کا تحفظ:

اسی طرح جو غیر مسلم اسلامی ریاست کے ماتحت رہتے ہیں اور جزیہ ادا کرتے ہیں، انہیں ذمی کہا جاتا ہے۔ ان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذمی کے حقوق پامال کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

سنو! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کا کوئی حق چھینا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے وکیل ہوں گا۔[71]

ذمی کے قاتل کو جنت کی خوشبو سے محروم قرار دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا:

جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جاسکتی ہے۔[72]

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے موقع پر نماز ادا کرنے کے بعد ایک طویل خطبہ میں ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ بزرگ وبرتر نے تمہارے لئے بغیر اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونے کو حلال نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کی عورتوں کو مارنے اور نہ ہی ان کے پھل کھانے کو، جب تک کہ وہ تمہیں وہ چیزیں (یعنی جزیہ) دیتے رہیں جو (تمہارا) ان پر ہے۔[73]

عدل وانصاف:

اللہ تعالی نے غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭاِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(المائدہ 8:6)

اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔

معاشی تحفظ:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مسلمانوں جیسے معاشی حقوق حاصل ہیں۔ وہ ہر قسم کی تجارت اور پیشے اختیار کرنے میں آزاد ہیں۔ غریب غیر مسلموں کی دیکھ بھال کرنا اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کی معاشی کفالت کا انتظام بیت المال سے کر دیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! یہ انصاف نہیں کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں ان کو دربدر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیں۔

مذہبی آزادی:

اسلامی ریاست میں آباد ہر غیر مسلم کو اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ وہ حکومت کی اجازت سے انتہائی ضرورت کے تحت نئی عبادت گاہیں بھی بنا سکتے ہیں۔ اسلامی ریاست مذہبی آزادی کی ضامن ہوتی ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان فاتحین نے تمام مفتوحہ علاقوں میں مفتوحین کو اپنے عقیدے، مذہب اور نظریے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اس سلسلہ میں بہترین مثال فاتح سندھ محمد بن قاسم نے پیش کی۔ راجاؤں کے ظلم سے تنگ ہندو محمد بن قاسم کے اخلاق سے متاثر ہوئے اور اس کے نام کا بت بنا کر پوجتے تھے۔

معاشرتی ذمہ داریاں

1۔ محاسن اخلاق:

محاسن اخلاق سے مراد وہ خوبصورت اور اعلی عادات ہیں جن کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالی اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ محاسن اخلاق میں سچ بولنا، امانت داری، عدل، ایثار وغیرہ شامل ہیں۔ ایمان کے ساتھ یہ عادات اختیار کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک

پسندیدہ عمل ہے۔ قیامت کے دن میزان عدل میں سب سے بھاری ہوں گی۔ ان اخلاقی اقدار کی پاسداری ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ ان میں سے کچھ فرض ہیں، کچھ سنت اور کچھ مباح کے درجے میں آتی ہیں۔

ا۔ دیانت داری:

دیانت دین سے ہے جس سے مراد دینی اصولوں کی پابندی کرنا ہے۔ اس کے لئے ایمان داری کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے خاص معنی پورا پورا ادا کر دینا یعنی کسی امانت کو کمی بیشی کے بغیر اصل حالت میں واپس کر دینے کے ہیں۔ اس کا اطلاق صرف لین دین کے معاملات پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر فرد کا اپنی ذمہ داریاں صحیح طریقے سے ادا کرنا دیانت داری کے مفہوم میں شامل ہے۔ مثال کے طور پر حق بات کہتے ہوئے جھوٹ نہ بولنا، حقوق العباد ادا کرنا وغیرہ۔ اسی لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہر فرد کو اپنی جگہ پر نگران قرار دیا اور فرمایا کہ ہر ایک سے اس کی نگرانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس طرح ایک گھر کا سربراہ گھر کے حوالے سے، ایک ادارے کا سربراہ ایک ادارے کے حوالے سے اور ایک ریاست کا سربراہ ریاست کے حوالے سے جواب دہ ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجالس میں کی جانے والی باتوں کو بھی امانت قرار دیا۔ یعنی ایک مجلس میں ہونے والی باتیں امانت ہیں اور ان باتوں کو مجلس والوں کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ بیان نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہیں سوائے تین مجلسوں کے، ایک جس میں ناحق خون بہایا جائے، دوسری جس میں بدکاری کی جائے اور تیسری جس میں ناحق کسی کا مال لوٹا جائے۔[74]

اس کے علاوہ انسان کا جسم، عمر، جوانی، اس کو عطا کی گئی صلاحیتیں اور علم ومال وغیرہ اس کے پاس امانت ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

قرآن عظیم میں دیانت داری کا حکم:

معاشی اور معاشرتی تعلقات کے قیام کے لئے دیانت داری ایک بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں دیانت داری کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّواالْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا(النسآء58:4)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے اہل لوگوں تک پہنچاؤ۔

اس آیت میں امانت کا لفظ اپنے وسیع مفہوم میں بیان ہوا ہے۔ آیت کا عمومی مفہوم یہی ہے کہ عہدوں پر تقرریاں میرٹ کی بنیاد پر کی جائیں اور جو جس عہدہ کا اہل ہو وہ عہدہ اسی کے سپرد کریں۔ اس حکم الٰہی کو ماننے سے معاشی اور معاشرتی استحکام پیدا ہوگا جس کے نتیجے میں ایک ملک ترقی کرے گا۔ لیکن اگر اس حکم پر عمل نہ کیا گیا اور دیانت داری کا خاتمہ ہو گیا تو پھر ایسا فساد مچے گا جس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ اعتماد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے اسلام میں امانت داری اور دیانت داری کی تعلیم دی گئی ہے۔

کامیاب مومنین کی صفت:

اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون کے آغاز میں کامیاب مومنین اور جنت الفردوس کے ورثا کی صفات کا ذکر کیا ہے۔ ان صفات میں امانتوں اور وعدوں کی نگرانی کرنے والے بھی شامل ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ(المومنون 8:23)

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔

ایمان اور امانت کا تعلق:

دیانت داری کے لئے ایمانداری کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ایک آدمی اگر دیانت دار ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ایمان دار ہے۔اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور امانت کو لازم وملزوم قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ جس میں دیانت نہیں اس کا ایمان نہیں

انبیا کی صفت:

اللہ تعالی کا ہر نبی امانت دار ہوتا ہے۔لیکن قرآن مجید کی سورہ الشعرآء میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ کی صفت امانت داری کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ان سب انبیا نے اپنی قوم سے یہی کہا:

اِنِّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ(الشعرآء178:26)

میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔

فرشتوں کے سردار کی صفت:

حضرت جبرائیلؑ کو روح الامین یعنی امانتدار روح کا خطاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ(الشعرآء193:26) اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے

نبی اکرم ﷺ کی صفت:

آپ ﷺ نے مکہ میں زندگی کے ابتدائی چالیس سال گزارے اس کے بعد جب اعلان نبوت کرنے لگے تو لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے جانتے تھے۔دشمن آپ ﷺ کی امانت داری کے معترف تھے۔آپ ﷺ جب ہجرت فرمانے لگے تو کفار مکہ آپ ﷺ کے گھر کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کو شہید کر دینا چاہتے تھے لیکن ان بدقسمت انسانوں سے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ تمہاری امانتیں کس کے پاس ہیں تو وہ یہی کہیں گے کہ محمد ابن عبد اللہ کے پاس ہیں اور آپ ﷺ کو ان کی امانتوں کا اتنا خیال ہے کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹاتے ہیں اور انہیں یہ نصیحت کرتے ہیں کہ صبح لوگوں کی امانتیں ان کو واپس کر دینا۔

امانت دار تاجر کے لئے خوشخبری:

ایسا تاجر جو مسلمان ہو اور وہ سچ بولنے والا اور امانت دار ہو تو وہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق قیامت کے دن انعام یافتہ لوگوں انبیا ،صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ[75]

سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

ایفائے عہد

وعدہ کے لئے عہد، میثاق اور عقد کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ایفائے عہد سے مراد ہے وعدے کا پورا کرنا۔ انسانی تعلقات میں وعدہ پورا کرنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے لین دین کے تمام معاملات اور باہمی حقوق ایفائے عہد میں شامل ہیں۔ اکثر انسانی معاملات کی بنیاد عہد وپیمان پر ہے۔ اگر وعدہ کو پورا کیا گیا تو انسانی معاملات درست رہیں گے اور اگر وعدہ خلافی کی گئی تو ہر قسم کے معاملات خراب ہو جائیں گے۔ اسی خرابی اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں کو وعدہ پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے:

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا(بنی اسرائیل 34:17)

اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھ ہو گی۔

عہد اللہ:

انسانی وعدوں میں سے اہم ترین وعدہ عہد الست ہے، جس میں انسان نے اللہ تعالی کو اپنا رب مانا ہے۔ اس میں اللہ تعالی سے براہ راست کیا جانے والا وعدہ بھی شامل ہے۔ اسی طرح کسی انسان سے معاہدہ کرتے وقت اگر اللہ تعالی کی قسم کھائی یا اللہ تعالی کو گواہ بنایا تو اسے پورا کرنا بھی لازم ہے۔

وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا‌ؕ ذٰ لِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ(الانعام 153:6)

اور اللہ کا وعدہ پورا کرو، تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے عقلمندوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اللہ تعالی کے عہد کو پورا کرتے ہیں:

الَّذِيۡنَ يُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا يَنۡقُضُوۡنَ الۡمِيۡثَاقَ(الرعد 20:13)

جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے

نیکی کا مفہوم:

نیکی کے مفہوم میں وعدے کو پورا کرنا بھی شامل ہے۔ آیت البر میں ارشاد ہے:

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا(البقرہ 177:2)

اور جب عہد کر لیں تو اسے پورا کریں

کامیاب مومنین کی صفت:

اللہ تعالی نے سورہ مومنون کے آغاز میں کامیاب مومنین اور جنت الفردوس کے ورثا کی صفات کا ذکر کیا ہے۔ ان صفات میں امانتوں اور وعدوں کی نگرانی کرنے والے بھی شامل ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ(المومنون 8:23)

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لادین لمن لا عہدلہ اس میں دین نہیں جس میں وعدہ کا پاس نہیں۔

ایفائے عہد اور اسوہ حسنہ:

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ انتہائی مشکل حالات میں وعدہ کی پابندی کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو مسلمان مدینہ ہجرت کر کے آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ابھی معاہدہ طے ہوا تھا اور لکھا نہیں گیا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اپنی تکالیف کا تذکرہ کیا اور اپنے ساتھ مدینہ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے وعدہ کا لحاظ کرتے ہوئے ابو جندل کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے ابو جندل کی تکلیف کو محسوس کیا لیکن ایفائے عہد کی خاطر صبر و تحمل سے کام کیا۔

ایفائے عہد کا تصور بہت وسیع ہے جس میں لین دین کے معاملات اور باہمی حقوق و فرائض شامل ہیں۔ اسلام کی اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ ان سب کا خیال رکھا جائے۔

سچائی

سچائی کا مفہوم:

سچائی کے لئے عربی میں صدق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جس کے معنی بیان کا واقعہ کے مطابق ہونا کے ہیں۔ سچائی سے مراد صرف زبان سے سچ بولنا مراد نہیں ہے بلکہ اس میں عمل اور خیال کی سچائی بھی شامل ہے۔ دل کی سچائی میں نیت اور ارادے کا صحیح ہونا شامل ہے۔ پھر جو بات زبان پر ہے دل میں بھی وہی ہو۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور نیت کی سچائی سے عمل قبول ہو گا۔ عملی سچائی یہ ہے کہ جو کچھ بندہ زبان سے کہے اس پر عمل کر کے بھی دکھائے۔

سب سے سچی ذات اللہ تعالیٰ کی:

سب سے زیادہ سچی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو خود بھی حق اور سچ ہے اور اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَن اَصدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيْثًا (النسآء 4:87) اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے؟

وَمَن اَصدَقُ مِنَ اللهِ قِيْلًا (النسآء 4:122) کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟

صادق پیغمبرؐ:

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی صادق کے لقب سے مشہور تھے اور دشمن بھی ان کی صداقت کی گواہی دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے وقت کفار سے کہا کہ میں نے تمہارے اندر عمر کا ایک حصہ گزارا ہے بتاؤ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے آپ کو بار بار آزمایا، ہم نے آپ ﷺ میں صرف سچائی کو پایا۔

قرآن مجید میں تمام انبیاء کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ سب سچے تھے اور سچ بولنے اور بتانے والے تھے۔ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور تمام انبیا نے وہیں سے سچائی حاصل کی اور دنیا میں پھیلائی۔

صادقین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے اور سچے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّـٰدِقِينَ (التوبہ 9:119)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سچ بولنے کا فائدہ:

اللہ تعالی قرآن مجید میں سچ بولنے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ‌ؕ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ‌ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (المائدہ 119:5)

اللہ کہے گا کہ: یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔ ان کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اس سے خوش ہیں۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے

ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ارشاد نبویؐ ہے:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا[76]

تم صدق پر قائم رہو کیونکہ صدق نیکی کے راستے پر چلاتا ہے اور نیکی جنت کے راستے پر چلاتی ہے۔ انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے اور کوشش سے سچ پر قائم رہتا ہے، حتی کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے دور رہو کیونکہ جھوٹ کج روی کے راستے پر چلاتا ہے اور کج روی آگ کی طرف لے جاتی ہے، انسان مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے سچے اور امانت دار تاجر کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کے انعام یافتہ بندوں کے ساتھ ہو گا۔

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ[77]

سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا

عدل وانصاف

عدل کا مفہوم:

عدل کا مفہوم بہت وسیع ہے۔عدل کے لفظی معنی کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنا یا دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا کے آتے ہیں۔بعض نے تناسب اور توازن کو عدل کا صحیح مفہوم قرار دیا ہے۔لوگوں کے درمیان کسی کی طرف جھکے بغیر حق کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی عدل ہے۔افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کرنے کو بھی عدل کہتے ہیں۔ظاہر و باطن میں ایک ہونے کو بھی عدل کہا جاتا ہے۔کسی حقدار کو اس کا حق دینا بھی عدل کہلاتا ہے۔قرآن مجید میں انصاف کرنے کے لئے "قسط" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

عدل قرآن مجید کی روشنی میں:

عدل کا مادہ قرآن مجید میں 24 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔جبکہ قسط کا لفظ 22 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔عدل کرنے کا خصوصی حکم:

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا بطور خاص حکم دیا ان میں عدل بھی شامل ہے:

اِنَّ اللهَ يَا مُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِ حْسَانِ(نحل 90:16)

بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے

۲۔منصفین سے اللہ کی محبت:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جن لوگوں کو پسند کیا ہے ان میں عدل کرنے والے بھی شامل ہیں:

اِ نَّ اللهَ يُحِبُّ المُقْسِطِيْنَ(الحجرات 9:49)

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

۳۔غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر مسلموں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ نہ تو جنگ کرتے ہیں اور نہ انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ(الممتحنہ 8:60)

اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۴۔دشمنوں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے انصاف کو ترک نہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔ارشاد الٰہی ہے:

وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْاؕ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(المائدہ8:5)

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔

۵۔عدل تقوی کے قریب تر:

اسلام میں انسانی عظمت اور فضیلت کا معیار تقوی ہے۔ لیکن تقوی کے حصول کے لئے عدل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ عدل ہی تقوی کے قریب تر ہے:

اِعْدِلُوْاؕ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(المائدہ 8:5)

انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔

عدل کی فضیلت واہمیت احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

پیغمبر اسلام ﷺ عدل کرنے کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ ﷺ عدل کی بنیاد پر فیصلے صادر فرماتے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اپنی احادیث میں عدل کرنے کی تعلیم دی ہے۔

1۔ قیامت کے دن سایہ:

آپ ﷺ نے فرمایا: جس دن کوئی سایہ نہیں ہو گا، اللہ تعالی سات لوگوں کو اپنا سایہ نصیب کریں گے۔ ان میں وہ بادشاہ بھی شامل ہو گا جو عدل کرے گا۔[78]

۲۔بلند درجات:

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ عدل کرنے والے (قیامت کے دن) اللہ تعالی کے ہاں رحمان کی دائیں طرف نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔

۳۔ اسلامی امارت کا مقصد:

اسلامی ریاست میں قائم امارت نے اپنے باشندوں کے ساتھ ہمیشہ عدل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا عدل خاص طور پر مشہور ہے۔ دراصل اسلامی حکومت کا مقصد نظام عدل کا قیام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے عدل کرنے والے سلطان کو زمین پر اللہ کا سایہ قرار دیا۔

۴۔اسوہ حسنہ:

نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے عدل کی تعلیم ملتی ہے۔ ایک مرتبہ بنی مخزوم قبیلہ کی ایک خاتون، جس کا نام فاطمہ تھا، چوری کے الزام میں قید ہو کر آئی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے چہیتے صحابی حضرت اسامہؓ کو سفارشی بنا کر بھیجا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اسامہ تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو یہ تو بنی مخزوم کی فاطمہ ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو محمدؐ اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ نیز فرمایا تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا غلطی کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی چھوٹا غلطی کرتا تو اسے سزا دی جاتی۔

غرض اسلام نے نسلی امتیاز کے بغیر سب کو انصاف فراہم کیا۔ اسلام کی وجہ سے ظلم کا خاتمہ ہوا اور عدل وانصاف قائم ہوا۔

احترام قانون

1۔ قانون کا مفہوم:

لغوی اعتبار سے قواعد وضوابط کے مجموعہ کو قوانین کہتے ہیں۔

2۔ قانون کی تعریف:

قانون کی مختصر تعریف اس طرح کی گئی ہے:

Law is nothing but common season

یعنی قانون عقل سلیم کے علاوہ کچھ نہیں اگر عقل سلیم پر کوئی نظریہ پورا نہیں اتر تا تو وہ قانون نہیں ہو سکتا۔[79]

قانون کی جامع تعریف اس طرح ہو سکتی ہے:

"قانون دراصل اجتماعی اصولوں پر مشتمل ایک ایسا نظام ہوتا ہے کہ جس کو کسی ادارے (عموماً حکومت) کی جانب سے کسی معاشرے کو منظم کرنے اور اس کو قابو کرنے کے لیے نافذ کیا جاتا ہے اور اس ہی پر اس معاشرے کے اجتماعی رویوں کا دارومدار ہوتا ہے۔"[80]

3۔ اسلامی قانون کی تعریف:

اسلامی قانون کو "فقہ" کا نام دیا گیا ہے۔ جس کے لغوی معنی سمجھنے کے ہیں، امام اعظم امام ابو حنیفہؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

فقہ نفس کے حقوق و فرائض کے پہچاننے کا نام ہے۔[81]

ایسا قانون اسلامی کہلائے گا، جس کی بنیاد قرآن و سنت کی تعلیمات پر رکھی جائے گی۔

4۔ قرآن مجید اور احترام قانون:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے قانون کے احترام کے بارے میں حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النسآء4:59)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

5۔ قانون کی اقسام:

قانون کی مختلف اقسام بیان کی جاتی ہیں جیسے الہامی قوانین اور انسانی قوانین، ملکی قوانین اور غیر ملکی قوانین، بین الاقوامی قوانین وغیرہ

6۔احترام قانون کا مفہوم:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس نے انسانوں کو اوامر ونواہی کا پابند بنایا ہے۔ان اوامر ونواہی پر ہر صورت میں عمل کرنا ہے ۔اسی طرح اللہ تعالی کے احکامات،اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور امیر کی اطاعت کرنی ہے۔یہ امیر خواہ کتنے ہی کم درجے سے منتخب کیا جائے لیکن اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔اسی طرح عبادات کی پابندی کرنی ہے اور ہر عبادت کو اس کے وقت پر ادا کرنا ضروری ہے۔کسی عبادت کی انجام دہی کے لئے اس کی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔کسی مجرم کے لئے اسلام کی مقرر کردہ سزاؤں کو قبول کرنا ہو گا۔اسلام نے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور بین الاقوامی قوانین عطا کئے ہیں، جن کا احترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

عوام میں قانون کے احترام کا سچا جذبہ بیدار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سربراہان مملکت اور اعلی عہدوں پر فائز افسران قوانین کا احترام کریں۔وہ اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے خود کو قانون سے بالاتر نہ سمجھیں۔عالمی سطح پر قانونی مساوات(قانون کی نظر میں سب کا برابر ہونا)کی شہرت بہت زیادہ ہے لیکن عملی طور کسی ریاست کے آئین میں ایسی مثال نظر نہیں آتی کہ حکمرانوں کو خاص مراعات مہیانہ کی گئی ہوں۔ آقا اور غلام، بادشاہ اور فقیر سب قانون کی نظر میں برابر ہوں۔ نبی مکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے کبھی اپنے آپ کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھا۔خلفائے راشدین نے عدالتی فیصلوں کو قبول کیا۔غرض ایک معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی قانون کی پابندی کرے گا اور اس کی ضرورت واہمیت کا اعتراف کرے گا۔

7۔احترام قانون کی مثال:

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی اپنی گم شدہ ذرہ ایک یہودی سے ملی۔امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود آپؓ عدالت میں دعوی دائر کرنے گئے۔لیکن قانونی تقاضوں کے مطابق گواہ موجود نہیں تھے۔اس لئے آپؓ اپنے دعوی سے دست بردار ہو گئے۔ذرہ یہودی کو مل گئی۔ قانون کے اس احترام کو دیکھتے ہوئے یہودی مسلمان ہو گیا۔

8۔ قانون کا احترام نہ کرنے کی وجوہات:

موجودہ زمانے میں لوگ قوانین کی پابندی کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ قانون کا احترام نہ ہونے کی وجہ سے دنیا فسادات کا نشانہ بن رہی ہے اور اس کا امن تباہ ہو رہا ہے۔ قانون کا احترام نہ کرنے کی دو اہم وجوہات ہیں:

1۔خود غرضی اور مفاد پرستی:

خود غرضی اور مفاد پرستی سے مراد یہ ہے کہ اپنا فائدہ سوچنا اور اپنے فائدے کے حصول کے لئے قانون کا احترام نہ کرنا۔

2۔اپنے آپ کو قانون سے بالاتر تصور کرنا:

قانون کا احترام نہ کرنے کی دوسری اہم وجہ یہ کہ اپنے عہدے، رتبے اور سیاسی مقام کی وجہ سے قانون کا احترام نہ کرنا۔

اسلام ان دونوں وجوہات کا سدباب کرتا ہے اور مسلمانوں کو قانون کا پابند بناتا ہے۔اسلام کے قوانین انفرادی کی بجائے اجتماعی سطح پر تشکیل پاتے ہیں۔ اللہ تعالی کا خوف، اللہ تعالی کی موجودگی کا احساس اور عقیدہ آخرت انسان میں قانون کا احترام کرنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے کہ انسان اگر دنیا میں اپنے کسی جرم کی وجہ سے سزا سے بچ بھی جائے گا تو آخرت میں وہ سزا سے نہیں بچ سکے گا۔اس لئے وہ بعض مرتبہ دنیا میں اپنے گناہوں اور جرائم پر مقرر کردہ سزاؤں کو تسلیم کرکے آخرت کی راحت اور کامیابی کے طالب ہوتے ہیں۔

کسب حلال

حلال کا مفہوم:

حلال کے لفظی معنی کسی چیز کا جائز ہونا کے ہیں۔ حلال کو حلال اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے منع کی گرہ کھل جاتی ہے۔ حلال سے مراد ایسی چیز یا کام ہے جسے شارع (اللہ ورسولؐ) نے جائز قرار دیا ہو اور شریعت نے اس سے منع نہ کیا ہو۔

کسب حلال کی تعریف:

کسب حلال سے مراد ہے حلال کمانا۔ ایسی دولت جو جائز محنت یا جائز کاروبار کے ذریعے کمائی جائے کسب حلال کہلاتی ہے۔ اللہ تعالی نے انسانی غذا کے لئے دو شرائط بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حلال ہو اور دوسرا یہ کہ وہ پاک ہو۔ قرآن مجید میں بعض مرتبہ طیب سے حلال مراد ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں کسب حلال کا حکم:

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں تمام انسانوں کو عموماً جبکہ اہل ایمان اور رسل کو خصوصاً حلال اور طیب کھانے کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔

انسانوں کو حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم:

اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو حلال کھانے کے بارے میں حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا (البقرہ 168:2)

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔

مومنین کو حلال اور طیب کھانے کا حکم:

اللہ تعالی نے مومنوں کو حلال اور پاکیزہ کھانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (المائدہ 88:5)

اور اس میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ جو اللہ نے تمہیں (بطور رزق) دیا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک طیب سے مراد وہ چیز ہے جس سے لذت حاصل کی جائے۔ ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ 172:2)

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں، ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ۔

رسل کو حلال وطیب کھانے کا حکم:

اللہ تعالی نے اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء ورسل کو حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَـٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَـٰلِحًا (المومنون 51:23)

اے پیغمبران خدا! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

احادیث میں کسب حلال کی تعلیمات:

قرآن مجید کی طرح احادیث نبویہ میں بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔

ا۔ اہم فریضہ:

حضرت عبداللہ سے مروی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے دینی فرائض کے بعد حلال کمانے کو ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ[82]

دینی فرائض کے بعد حلال کمانے کی کوشش کرنا فرض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دعاؤں اور عبادات کی قبولیت کا تعلق حلال کما کر کھانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ احادیث میں جہاں حلال کھانے کی تعلیم دی گئی ہے وہیں حرام سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ حرام کھانے کی وجہ سے عبادات اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ بلکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شبہ ہو کہ وہ حرام ہیں، ان سے بھی بچا جائے۔ ایک حدیث میں اس شخص کو جہنم کی خبر دی گئی ہے جس کی پرورش حرام کے ذریعے ہوتی ہے۔ رشوت، بد دیانتی، سود خوری، ذخیرہ اندوزی، چوری، ڈکیتی، سٹے بازی جیسے ناجائز ذرائع آمدنی سے بچنا خوف خدا اور عقیدہ آخرت کی وجہ سے ممکن ہے۔

ایثار

مفہوم:

ایثار کے معنی ہیں ترجیح دینا اور پسند کرنا، یعنی کسی چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری چیز پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔[83] کسی غیر کو اپنی ذات اور نفس کے دنیاوی فوائد پر مقدم کرنا اور دینی منافع کی خواہش رکھنا۔ یہ صفت اس وقت جنم لیتی ہے جب یقین مضبوط ہو، محبت شدید ہو اور مشقت پر صبر کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔[84] اگر کوئی شخص حقدار ہونے کے باوجود دوسرے کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے یعنی اس نے دوسرے فرد کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے تو اسے ایثار کہا جائے گا۔

قرآنی تعلیمات:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت اور ثواب بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایثار کرنے والوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ(الحشر59:9)

اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔

خواہش پرستی اور دنیا کی طلب اگر انسان کو خود غرضی اور مفاد پرستی کے راستے پر چلاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اس میں ایثار کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ وہ خود تکالیف اٹھا کر مخلوق خدا کو راحت و آرام پہنچاتا ہے، وہ خود بھوکا اور پیاسا رہتا ہے لیکن دوسروں کو کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگا اور اسے آخرت میں اجر و ثواب ملے گا۔

اسوہ رسول ﷺ:

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ دیگر محاسن اخلاق کی طرح ایثار اور سخاوت کا بہترین عملی نمونہ تھے۔ آپ ﷺ نے بادشاہی میں فقیری کی ہے۔ ایک ریاست کے سربراہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے گھر میں کئی دنوں تک چولہا نہ جلتا تھا لیکن کبھی کوئی مانگنے والا

آپ ﷺ کے گھر سے خالی ہاتھ نہیں گیا۔ اگر آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ قرض لے کر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر دیتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جانور ذبح کر کے، اس کا گوشت تقسیم کے لئے گھر بھیج دیا۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو سوال کیا کہ کتنا تقسیم ہو گیا ہے اور کتنا باقی بچ گیا ہے؟ ازواج مطہرات نے بتایا کہ عمدہ قسم کا گوشت تقسیم ہو گیا ہے جبکہ ادنیٰ قسم کا گوشد باقی بچ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ در حقیقت جو تقسم ہو گیا ہے وہ باقی بچ گیا ہے اور جو باقی بچا ہے وہ تقسیم ہو گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا مثالی ایثار:

آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے مثالی ایثار پیش کیا ہے۔

مواخات مدینہ:

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مہاجرین کو انصار کا بھائی بنا دیا۔ ہر انصاری نے اپنے مال و دولت کو دو حصوں میں تقسیم کی اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کے لئے وقف کر دیا۔ تاریخ انسانی ایثار کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر ایثار:

رومیوں سے مقابلے کے لئے مسلمانوں سے مالی مدد طلب کی گئی۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ گھر کا سارا سامان لے آئے، حضرت عمرؓ گھر کا آدھا سامان لے آئے جبکہ حضرت عثمانؓ نے اس مہم کا آدھا خرچ برداشت کیا۔

حضرت عثمانؓ کا ایثار:

حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں میٹھے پانی کا کنواں "بئر رومہ" خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ ایک مرتبہ آپؓ نے زمانہ قحط میں غلہ کئی گنا منافع پیش کر کے خریدا اور اسے بغیر کسی معاوضہ کے تقسیم کر دیا۔

چراغ بجھا دینا:

ایک مرتبہ ایک بھوکا پیاس شخص حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کی ازواج کے پاس پانی کو سوا کچھ نہیں تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: " آج رات کو اس کی جو مہمان نوازی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے "۔ ایک انصاری اٹھا عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں (یہ خدمت سر انجام دوں گا) وہ انصاری اس مہمان کو گھر لے گیا اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کوئی شے ہے۔ اس نے کہا: نہیں مگر بچوں کا کھانا ہے۔ کہا: بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا لینا، جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ کو بجھا دینا، میں اسے یہ ظاہر کروں گا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں۔ جب وہ کھانا کھانے کے لئے جھکا تو عورت چراغ کی طرف اٹھی اور اسے گل کر دیا۔ کہا: وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: " اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے بہت خوش ہوا ہے "۔[85]

شہادت کے وقت پانی کا ایثار:

حضرت حذیفہ عدوی نے بیان کیا کہ میں جنگ یرموک کے موقع پر اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا میرے پاس کچھ پانی تھا۔ میں کہہ رہا تھا؟ اگر اس میں زندگی کی رمق ہوئی تو میں اسے پانی پلاؤں گا، اچانک میں اس کے پاس تھا۔ میں نے کہا: میں تجھے پانی پلاؤں؟ اس نے سر سے اشارہ کیا: ہاں، تو اچانک میں ایک ایسے آدمی کو پاتا ہوں جو آہ آہ کہہ رہا ہے۔ میرے چچازاد بھائی نے میری طرف اشارہ کیا کہ اس کی طرف جاؤ (

میں اس کی طرف گیا) تو وہ فوت ہو چکا تھا میں واپس ہشام کی طرف آیا تو وہ بھی فوت ہو چکا تھا، میں اپنے چچازاد بھائی کی طرف لوٹا تو وہ بھی فوت ہو چکا تھا۔

بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا:

حضرت ابن عمر (رض) نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ میں سے ایک کو ایک سر تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس نے کہا: میرا فلاں بھائی اور اس کے اہل ہم سے اس کی زیادہ ضرورت رکھتے ہیں۔ اس نے وہ سر اس کی طرف بھیج دیا۔ وہ سر لگاتار ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف بھیجا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ سات گھروں تک پہنچا اور پھر انہیں تک واپس آ گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[86]

رذائل اخلاق

رذائل اخلاق سے مراد بری عادات ہیں۔ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، منافقت سے کام لینا وغیرہ۔ ان میں سے بعض بری عادات گناہ ہیں جبکہ بعض قابل تعزیر جرم ہیں۔ ان کو اختیار کرنا شرف انسانیت، نیکی اور رحمت خداوندی سے محرومی کا سبب بن سکتا ہے۔ معاشرے میں انسان کی عزت اور وقار میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو نیک اعمال اختیار کرنے اور برے اعمال واخلاق سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

1۔ جھوٹ:

کسی چیز کو اس کی حقیقت کے برعکس بیان کرنا یا ظاہر کرنا جھوٹ کہلاتا ہے۔ اس کو عربی میں کذب، باطل اور زُور وغیرہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ حق اور سچ کا متضاد ہے۔ جھوٹ کی کئی اقسام اور اشکال ہو سکتی ہیں مثلاً جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی تہمت لگانا، کسی کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا، تجارت میں دھوکہ سے کام لینا، غرور کرنا، منافقت اور جھوٹا دکھاوا کرنا وغیرہ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جھوٹ صرف زبان سے متعلق نہیں بلکہ انسان کے دیگر ناپسندیدہ اعمال بھی جھوٹ میں شامل ہیں۔ یہ ایک ایسی برائی ہے جس سے دیگر کئی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کو جھوٹ کی ہر قسم سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج22:30) اور جھوٹی بات سے بچ کر رہو

اسی طرح جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی گئی ہے یعنی انہیں رحمت خداوندی سے محروم کر دیا گیا ہے:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آل عمران 61:3)

اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں

اسی طرح فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور منکر حق کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (الزمر 3:39)

یقین رکھو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، کفر پر جما ہوا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سچ نیکی اور اچھائی کے راستے پر لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور (جہنم کی) آگ کی طرف لے جاتا ہے اور

ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے ۔[87]

غیبت

ا۔غیبت کی تعریف

غیبت سے مراد ہے کہ کسی کی غیر موجود گی میں اس کی وہ برائی بیان کرنا جو اس میں موجود ہو اور اگر اس کے منہ پر کی جائے تو اسے بری لگے۔ بعض علماء نے نقل اتارنے اور تحقیر آمیز اشارے کرنے کو بھی غیبت میں شامل کیا ہے۔

۲۔غیبت کی قرآنی مثال:

غیبت ایک اخلاقی برائی ہے، جس سے منع کرتے ہوئے جناب اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَ يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات 12:49)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم خود نفرت کرتے ہو۔

اس آیت میں غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے جیسی انتہائی بلیغ مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جس شخص کی غیبت کی جائے وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ مثالوں کے ذریعے بات کو سمجھانے اور کسی عمل سے ناپسندیدگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس آیت کے سیاق وسباق میں ان تمام اعمال کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن سے مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا ہو اور اسلام کا معاشرتی نظام خراب ہو جائے۔ غیبت معاشرے کے سکون کو برباد کر دیتی ہے۔ جو شخص دوسروں کی غیبت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو پاکباز سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی اصلاح نہیں کر سکتا بلکہ دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے۔

۳۔حدیث میں غیبت کی مذمت:

نبی مکرم ﷺ نے معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ لوگ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزت وآبرو بگاڑتے ہیں۔

۴۔غیبت کی جائز صورتیں:

شریعت اسلامی میں غیبت کی چند جائز صورتوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً کسی بچے کی اصلاح کے لئے اس کے والدین کو اس کی برائی سے آگاہ کر دینا، کسی دھوکہ باز کے دھوکہ سے متاثرہ شخص کو آگاہ کر دینا، کسی ظالم کے خلاف مظلوم کی فریاد کی شکل میں آگاہ کرنا۔

۵۔غیبت اور اتہام میں فرق:

اتہام یعنی تہمت لگانا، اسے بہتان یا جھوٹا الزام بھی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی کسی شخص میں ایک برائی موجود ہی نہیں ہے اور اس پر جھوٹا الزام لگا دیا جائے اور اس کی عزت خراب کر دی جائے جبکہ غیبت کرنے کی صورت میں وہ برائی اس شخص کے اندر موجود ہوتی ہے۔

منافقت

منافق کا لفظ نفق سے ماخوذ ہے، جس کے معنی "گزر کر پار ہو جانے کے ہیں"۔ نفق سرنگ کو بھی کہتے ہیں۔ جس طرح سرنگ کے دو منہ ہوتے ہیں اسی طرح منافق کے بھی دو چہرے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے منافق کو ذوالوجہین کہا جس کے معنی ہیں دو چہروں والا۔ ایک اس کا ظاہری چہرہ ہوتا ہے اور ایک اس کا باطنی چہرہ ہوتا ہے۔ وہ ظاہر کچھ کر رہا ہوتا ہے لیکن دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔

منافق کی تعریف:

دین میں ایک دروازے سے داخل ہونا اور دوسرے سے باہر نکل آنا۔

منافق کی اقسام:

منافق کی دو اقسام ہیں (1) اعتقادی منافق (2) عملی منافق

1۔ اعتقادی منافق:

ایسا منافق جو دل سے اسلام کو سچا دین نہیں سمجھتا لیکن اسلام یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، اسے اعتقادی منافق کہتے ہیں۔ یہ نفاق کفر سے بدتر درجے کا ہے۔ مدینہ میں نبی مکرم ﷺ کو اس قسم کے منافقین سے واسطہ پڑا۔

2۔ عملی منافق:

ایسا شخص جو اسلام کو قبول کرتا ہے اور اس کی دل سے تصدیق بھی کرتا ہے لیکن حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس میں منافقت کی ساری نشانیاں پائی جاتی ہیں تو اسے عملی منافق کہا جائے گا۔ یہ شخص کمزور ایمان کا مالک ہے اور اسے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ تعلیم و تربیت اسے کسی معلم یا شیخ کی صحبت یا حلقہ درس سے حاصل ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید میں منافقین کا ذکر:

قرآن مجید میں سورہ بقرہ کے آغاز میں اعتقادی منافقین کی حقیقت کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ اہل ایمان کے پاس آکر مسلمانوں کے ہم نوا بن جاتے اور کفار کے پاس جا کر کہتے کہ ہم ان کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔ نیز اللہ تعالی اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے تھے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ رہتے اور اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ یہ مسلمانوں کو باہم لڑانے کی کوشش کرتے۔ ان کی فساد سے بھرپور سازشوں سے آگاہ کرنے کے لئے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ان کا ذکر ملتا ہے اور قرآن مجید کی ایک مستقل سورہ "المنافقون" ان سے متعلق ہے۔

غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے مدینہ والوں کے جذبات پست کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ انہوں نے ایک مسجد ضرار قائم کی تا کہ یہاں بیٹھ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف سازشیں کر سکیں۔ اس مسجد کو دینی حیثیت دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھوانے کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس مسجد کو مسمار کروا کر منافقین کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ ایک مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (التحریم 9:66)

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے مقابلے میں سخت ہو جاؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

دنیا میں منافق چونکہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اس لئے ان سے لڑائی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر یہ بغاوت کر دیں تو ان سے لڑائی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آخرت میں یہ سخت عذاب سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا(النسآء145:4)

کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے اور تم ان کو کسی کا مدد گار نہ پاؤ گے

منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے ہاویہ میں ہوں گے۔ اس لئے کہ ان کا کفر بہت زیادہ سخت ہے اور ان کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اور یہ مومنوں کو بہت زیادہ تکالیف پہنچاتے تھے۔

منافقت احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی مکرم ﷺ نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے۔[88]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے برا تو دورخے کو پائے گا جو اس کے پاس ایک چہرہ کے ساتھ آتا ہے اور اس کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ آتا ہے۔[89]

ایک حدیث میں فرمایا:

جس کے دنیا میں دو چہرے ہوں گے اس کے لئے قیامت کے دن آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔[90]

تکبر

تکبر کا مفہوم:

تکبر کے لفظی معنی بڑائی اور گھمنڈ کے ہیں۔

تعریف:

نبی مکرم ﷺ نے تکبر کی تعریف اس طرح فرمائی ہے:

تکبر یہ ہے کہ انسان حق بات کو قبول نہ کرے اور اپنی نظروں میں لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسند احمد)

تکبر ایک ایسی انسانی کیفیت وحالت کو جس میں انسان اپنے آپ کو دوسرے انسانوں سے زیادہ فوقیت اور فضیلت دیتا ہے۔

تکبر کی اقسام:

عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تکبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ)

امام محمد غزالی نے تکبر کی تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ وہ تکبر جو اللہ تعالی کے مقابلے میں ہو جیسے ابلیس، نمرود، فرعون کا تکبر، یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعوی کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالی کے بندوں سے نفرت کے طور پر منہ پھیرتے ہیں۔

۲۔ وہ تکبر جو اللہ تعالی کے رسول کے مقابلہ میں ہو جس طرح کفار مکہ نے کیا کہ اللہ تعالی نے آپ کی بجائے کسی سردار یا فرشتے کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔

۳۔ وہ تکبر جو عام انسانوں پر کرے، جیسے انہیں حقارت سے دیکھے، حق کو نہ مانے، خود کو بڑا اور بہتر سمجھے۔

قرآن مجید میں تکبر کی مذمت:

قرآن مجید کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے تکبر شیطان نے کیا اور کہا کہ تونے مجھے آگ سے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس لئے میں آدم سے افضل ہوں۔ اللہ تعالی نے اسے آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے تکبر کیا اور حکم الہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا:

قَالَ فَٱهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَٱخۡرُجۡ إِنَّكَ مِنَ ٱلصَّٰغِرِينَ(الاعراف 13:7)

اللہ تعالی نے کہا: اچھا تو یہاں سے نیچے اتر، کیونکہ تجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے۔ اب نکل جا یقینا تو ذلیلوں میں سے ہے۔

تکبر کو غرور بھی کہا جاتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے دھوکہ دینے کے مفہوم میں غرور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد الہی کے مطابق تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

أَلَيۡسَ فِي جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِينَ(الزمر 60:39)

کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں

احادیث میں تکبر کرنے کا انجام:

نبی مکرم ﷺ نے تکبر کرنے کا انجام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جس کے دل میں رائی کے برابر بھی غرور اور تکبر ہو گا وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قیامت کے دن تکبر کرنے والے چیونٹیوں کی طرح آدمیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، ہر طرف سے ذلت انہیں ڈھانپ لے گی، انہیں جہنم کے قید خانے کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام "بولس" ہے، اس میں انہیں بھڑکتی ہوئی آگ ابالے گی اور انہیں "طِيْنَةُ الْخَبَالْ" یعنی جہنمیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔[91]

حسد

حسد کا مفہوم:

کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ خواہش کرنا کہ یہ نعمت اور فضلیت اس کی بجائے مجھے ملتی۔

امام راغب لکھتے ہیں:

کسی نعمت کے مستحق سے اس نعمت کے زائل ہونے کی خواہش کرنے کا نام حسد ہے۔ بعض اوقات اس میں اسی مقصد کے لئے کوشش کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔[92]

حسد کی تعریف:

اگر ایک شخص پر اللہ تعالی اپنا کوئی احسان کرے جیسے علم وفضل، مال ودولت، عزت اور شہرت وغیرہ عطا کرے لیکن دوسرا شخص ان چیزوں کو اس کے لئے پسند نہ کرے اور اس کی یہ خواہش ہو کہ خدا کی یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں تو اسی کا نام حسد ہے۔[93]

حسد کی اقسام:

حسد کرنے کی تین اقسام ہیں:

1. ایک شخص جس کو ایک نعمت حاصل نہیں یا اس نعمت کے حصول کے لئے کوشش بھی نہیں کرتا لیکن کسی دوسرے شخص کے پاس وہ نعمت موجود ہو تو یہ اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ اس سے یہ نعمت چھین لی جائے۔ جیسے منافقین یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے دولت ایمان چھین لی جائے۔ یہ حسد کی بدترین قسم ہے۔
2. ایک شخص کسی نعمت کو حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن بعض اوقات یہ نعمت اسے اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب دوسرے سے چھین لی جائے۔ اس لئے وہ دوسرے سے اس نعمت کے چھینے جانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔
3. کوئی شخص ایک نعمت حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دوسرے سے اس نعمت کے چھینے جانے کا خواہشمند نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں حسد کا بیان:

1۔ حسد کرنے کا سبب:

قرآن مجید میں حسد کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اَمْ یَحْسَدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ(النسآ4:54)

یا یہ لوگوں سے اس بنا پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا فضل (کیوں) عطا فرمایا ہے؟

2۔ اہل کتاب کا حسد:

قرآن مجید میں اہل کتاب کی خواہش یہ بیان کی گئی ہے کہ کاش مسلمان اپنے دین سے پھر جائیں اور اس خواہش کا سبب ان کا حسد کرنا تھا، ارشاد الہی ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ (البقرہ2:109)

(مسلمانو!) اکثر اہل کتاب اپنے دلی حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر تم کو کافر بنادیں۔

3۔ حاسد سے پناہ:

اسی طرح حاسد کے حسد کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ(الفلق113:5)

اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔

حدیث میں حسد کے بارے میں ارشاد:

حسد ایک ایسا جزبہ ہے جس سے کسی دل کا خالی ہونا مشکل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"کوئی شخص شگون، بدگمانی اور حسد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ سوال کیا گیا کہ اس سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ شگون کا خیال پیدا ہو تو جو کرنا چاہتے ہو اسے نہ چھوڑو اور جب بدگمانی پیدا ہو تو اسے سچ نہ سمجھو اور جب حسد پیدا ہو تو ظلم پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔"[94]

عملی طور پر حسد کے ظاہر ہونے سے تمام محاسن اخلاق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تمام نیکیاں جل کر راکھ ہو جائیں گی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے حسد سے بچنے کا حکم دیا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اوقال العُشب[95]

تم لوگ حسد کرنے سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں یا کہا گھاس کو کھا جاتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت انسؓ نے جن کے گھر چھتوں کے بل گرے ہوئے تھے ان لوگوں کی تباہی کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان کے ظلم اور حسد نے ان کو ہلاک کر دیا۔ بے شک حسد نیکیوں کے نور کو گل کر دیتا ہے اور ظلم اس کی تصدیق کرتا ہے یا تکذیب۔[96]

غرض حسد ایک اخلاقی برائی ہے جو انسان کی نیکیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اسے خود غرضی اور کئی دوسری اخلاقی برائیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ حاسد اپنے لئے ایک پریشانی پیدا کر لیتا ہے۔ وہ قناعت اور دیگر کئی اخلاقی خوبیوں سے محروم ہو کا تا ہے۔ حسد سے بچنے کے لئے قرآن وسنت کے علاوہ بزرگان دین کی قناعت، سادگی، تاریخی مثالوں سے سبق حاصل کریں۔

باب سوم: اسوہ رسول اکرم ﷺ

1۔ رحمت للعالمین:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ(الانبیاء:107)

اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات یعنی انسانوں، جنات، حیوانات، نباتات اور جمادات وغیرہ سب چیزوں کے لئے رحمت ہیں۔ کائنات میں زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت سے ہے۔ اس ذکر اور عبادت کی تعلیم آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی ذات ہر چیز کے لئے رحمت ہے۔

(i) مسلمانوں کے لئے رحمت:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مومنوں کے لئے رؤف ورحیم قرار دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌعَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رؤُفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ9:128)

(مسلمانو!) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا دشوار گزرتا ہے، جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں، جو مسلمانوں پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا جہنم میں داخل ہونا نبی پر دشوار گزرتا ہے جبکہ وہ تمہارے بارے میں یہ شدید خواہش رکھتے ہیں کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے درد کو وہ اپنا درد سمجھتے ہیں۔ یہ صفات کفار اور مومنین دونوں کے لئے تھیں۔

آپ ﷺ مقروض افراد کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیتے۔ مشکل حالات میں نماز اور خطبہ کو مختصر کر دیتے۔ معراج کے موقع پر جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے نمازیں کم کرنے کی التجا کی جو قبول ہوئی۔ اس لئے آپ ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ آپ ﷺ اپنے پسندیدہ عمل کو اس لئے چھوڑ دیتے کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ کر دیا جائے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے تراویح کی نماز تین دن باجماعت ادا فرمائی۔ چوتھے دن ادا نہ فرمائی اور نماز فجر کے بعد ارشاد فرمایا: مجھے تمہاری اس حاضری سے کوئی ڈر نہیں لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے۔[97]

اسی طرح آپ ﷺ نے مسواک کرنے کو ہر نماز کے وقت اس لئے لازمی قرار نہیں دیا کہ کہیں میری امت مشقت اور تکلیف میں نہ پڑ جائے، ارشاد نبویؐ ہے: اگر مجھے اپنی امت کے بارے میں مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[98]

(ii) کفار کے لئے رحمت:

آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لئے رحمت نہیں تھے بلکہ غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی رحمت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ سابقہ اقوام اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کرنے، انہیں جھٹلانے، اپنے انبیا کی نافرمانی کرنے اور اپنے برے اعمال کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئیں۔ ہفتے کے دن عبادت نہ کرنے والوں کو ذلیل بندر بنا دیا گیا۔ لیکن اب آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے انسانی شکلیں مسخ نہیں ہوتی ہیں۔ کسی قوم پر زمین کو الٹ دیا گیا، کسی قوم کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور کسی قوم کو خوفناک آواز کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔ کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ

سے مطالبہ کیا کہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب واقع کر، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی عذاب نازل نہیں کیا کیونکہ آپ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال 8:33)

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ ان میں آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے

غزوہ احد میں جب آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوگئے تو حضرت خباب بن الارتؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ بددعا کیوں نہیں کرتے کہ یہ کفار مکہ ہلاک ہو جائیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔

اسی طرح ایک موقع پر جب آپ ﷺ سے مشرکین مکہ کے لئے بددعا کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

میں لعنت کرنے والا نہیں، بلکہ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو اپنے قبیلہ دوس میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر جواب دیا کہ "قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا"۔ اس لئے کہ انہوں نے دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں کے گمان کے برعکس آپ ﷺ نے اس قبیلہ کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وائتِ بِهِمْ : اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں لا۔

(iii) خواتین کے لئے رحمت:

اسلام سے پہلے خواتین ظلم و ستم کا شکار تھیں۔ انہیں معاشرے میں کوئی عزت اور مقام حاصل نہیں تھا۔ مشرکین مکہ بیٹی کی پیدائش کو اپنی بے عزتی کا باعث سمجھتے تھے اس لئے اسے پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے جہاں اسے بہت بڑا جرم قرار دیا وہیں آپ ﷺ نے اسے تیسرا بڑا گناہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے بیٹیوں کی تربیت کرنے کا حکم دیا اور اس تربیت کے بدلے میں جنت میں رفاقت نبوی کا حقدار قرار دیا۔ اسلام میں تمام خواتین کو حقوق عطا کئے گئے۔ بہن، بیٹی، بیوی اور ماں کی حیثیت سے اسے وراثت کا حقدار قرار دیا گیا۔ ماں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فالزمها فإن الجنة عند رجليها[99]

پس اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے دونوں پاؤں کے پاس ہے۔*

(iv) یتیموں کے لئے رحمت:

آپ ﷺ ایک یتیم کی حیثیت سے پیدا ہوئے، اسی لئے آپ ﷺ کو یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ نیکی، شفقت اور رحمت کا سلوک کرتے۔ آپ ﷺ نے یتیم کی پرورش کرنے والے کو جنت میں اپنا رفیق قرار دیا، ارشاد نبویؐ ہے:

اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا[100]

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس (درمیانی اور شہادت کی انگلی کی) طرح قریب ہوں گے۔

حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ جس دن جعفرؓ بن ابی طالب غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو حضورؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسماء! جعفرؓ کے بچوں کو بلاؤ۔ جب بچے آپؐ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور رو دیئے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! شاید آپؐ کو جعفر کی طرف سے کوئی خبر معلوم ہوئی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: آج وہ شہید ہو گئے ہیں۔

(v)غلاموں کے لئے رحمت:

جیلوں کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے جنگی قیدیوں کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا۔صحابہ کرامؓ نے کئی مظلوم غلام مسلمانوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔آپ ﷺ کی شریعت میں کفارات کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا۔زکٰوۃ وصدقات سے غلاموں کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔جس کو اللہ کسی کے تحت کر دے اس کو چاہیے کہ غلام کو کھلائے جس سے آپ کھاتا ہے۔جو آپ پہنے اسی سے اس کو پلائے اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکے۔اگر اس کو اس کام کی تکلیف دے جو اس سے نہ ہو سکتا تو خود اس کی مدد کرے۔[101]

(vi)بچوں کے لئے رحمت:

آپؐ نے اولاد کے ساتھ رحم اور شفقت کرنے کا حکم دیا۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے نبی اکرم ﷺ کو حضرت حسنؓ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا پھر کہا کہ میرے دس بچے ہیں۔میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔اس پر آپؐ نے فرمایا:

من لا یرحم لا یرحم[102]

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

آپؐ نے ہر چھوٹے کے ساتھ رحم کرنے اور ہر بڑے کا ادب کرنے کا حکم دیا۔آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا[103]

وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔

یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں اور وہ برات سے کنایہ ہے۔یعنی ہمارے بچوں پر رحم کرنے والوں میں سے اور ہمارے بڑوں کی عزت وعظمت نہ کرنے والا ہو۔اس میں جوان اور بوڑھے شامل ہیں۔

۲۔اخوت

1۔مفہوم:

اخوت کا لفظ "اخ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی بھائی کے ہیں ۔اخوت کے معنی بھائی چارہ کے ہیں۔اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے اور ایک مسلمان کو دوسرے کے لئے وہی جذبات رکھنے کی تعلیم دیتا ہے جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے رکھتا ہے ۔

2۔اللہ تعالیٰ کا احسان:

ظہور اسلام سے پہلے عرب میں لڑائی جھگڑے کا رواج عام تھا۔پانی پینے پلانے اور گھوڑا آگے بڑھانے جیسی معمولی باتوں پر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تھے اور پھر سالوں تک سرد ہونے کا نام نہیں لیتے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں تزکیہ اور تعلیم وتربیت کے ذریعے اخلاقی طور پر

مثالی انسان بنادیا۔ اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا کر دی۔ ان خون کے پیاسوں کو الفت و محبت کا پیاسا بنادیا۔ اللہ تعالی اپنے اس احسان کو یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَ لَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا(آل عمران 103:3)

اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

3۔ الفت عطیہ الہی ہے:

تمام دل اللہ تعالی کے قبضے میں ہیں۔ اس لئے دلوں میں الفت کا پیدا کرنا اللہ تعالی کا کام ہے، ارشاد الہی ہے:

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(الانفال 63:8)

اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی، اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے، مگر خدا ہی نے ان میں الفت ڈال دی۔ بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے۔

4۔ مواخاۃ مدینہ:

نبی اکرم ﷺ نے جب مدینہ ہجرت فرمائی تو مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا، اسے "رشتہ مواخاۃ" کہا جاتا ہے۔ اس رشتہ کی رو سے ہر مہاجر کو انصاری کا بھائی قرار دیا گیا۔ تاریخ انسانی اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انصار نے ایثار کرتے ہوئے اپنے باغات، مکانات اور کھیتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کے لئے وقف کر دیا جبکہ مہاجرین ان سے بازار کا راستہ معلوم کر رہے تھے تاکہ تجارت یا مزدوری کر کے اپنا نظام زندگی چلائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ(الانفال 72:8)

جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

5۔ معاشرتی اخوت کی تعلیم:

اللہ رب العزت نے سورہ حجرات میں مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات 10:49)

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

نیز اس سورہ میں غیبت، بیہودہ مذاق، بدگمانی، برے القابات سے پکارنا وغیرہ جیسی برائیوں سے روکا گیا ہے۔ یہ برائیاں معاشرے میں نفرت اور دشمنی کے جذبات پروان چڑھاتی ہیں اور اخوت و محبت کا خاتمہ کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے اخوت کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، التَّقْوَى هَا هُنَا، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ[104]

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، اس سے جھوٹ نہ بولے، اور اس کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے، ہر مسلمان کی عزت، دولت اور خون دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے، تقویٰ یہاں (دل میں) ہے، ایک شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر و کمتر سمجھے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى[105]

تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ جب اس کا کوئی ٹکڑا بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے ایسا کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اسی حدیث کے پیش نظر مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا:

اخوت کا یہ مطلب ہے چبھے کانٹا جو کابل میں
تو دلی کا ہر اک پیر و جواں بے تاب ہو جائے

۳۔ مساوات

1۔ مساوات کا مفہوم:

مساوات کے معنی برابری اور ہمسری کے ہیں۔ اسلام میں مساوات سے مراد ہے کہ تمام انسان برابر ہیں، کسی کو رنگ، نسل، زبان اور وطن کی بنیاد پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اسلام میں فضیلت کا معیار تقوی ہے۔

2۔ قرآن مجید میں مساوات کی تعلیم:

اسلام کی رو سے دنیا کے تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں، اس لئے تمام انسان برابر ہیں، ارشاد الہی ہے:

هُوَالَّذِی خَلَقَکُم مِّن نَّفسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنھَا زَوجَھَا لِیَسکُنَ اِلَیھَا (الاعراف 189:7)

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس سے راحت حاصل کرے۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یہ بیان فرمایا گیا کہ ہم نے تم کو ایک جان (حضرت آدمؑ) کو پیدا کیا اور اس سے ہی اس کا زوج (حواؑ) پیدا کیا پھر ان سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً(النسآء 1:4)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس نے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اقوام اور قبائل کی تشکیل کا مقصد تعارف اور پہچان کو قرار دیا۔ یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک عزت کا معیار تقوی ہے، ارشاد الہی ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا‌ ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَ تۡقٰٮكُمۡ(الحجرات 13:49)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

جب تمام انسان ایک ہی نفس سے تخلیق کئے گئے ہیں تو پھر زبان، رنگ، نسل اور وطن کی بنیاد پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ قرآنی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ فضیلت ایمان، علم، تقوی اور جہاد جیسی خصوصیات سے حاصل ہوتی ہے۔

3۔ احادیث میں مساوات:

آپ ﷺ نے اپنی احادیث میں بے مثال مساوات کا درس دیا اور عملی طور پر مساوات کو قائم کیا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں انسانوں کو مساوات کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلاَ لأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلاَ أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلاَّ بِالتَّقْوَى[106]

اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا باپ ایک ہے، پس نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل ہے سوائے تقوی (یعنی اللہ سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے) کے۔

4۔ مساوات کی اقسام:

ا۔ قانونی مساوات:

قانونی مساوات سے مراد ہے کہ قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں۔ اس میں امیر و غریب، ادنی و اعلی کی کوئی فرق نہیں ہے۔ یورپ میں جس بادشاہت کے خلاف سارا ہنگامہ تھا اس میں کہا گیا تھا:

King is the person whose words are law and who is above law.

بادشاہ ایسی شخصیت ہے جس کے الفاظ قوانین ہیں اور جو قانون سے بالاتر ہے۔

بادشاہ اپنے آپ کو سب سے بلند سمجھتا تھا اور اپنے آپ کو خدا کا عکس قرار دیتا تھا۔ اسلام اس تصور کو مٹاتا ہے۔ یہاں پیغمبر کی ذات اپنا بدلہ دینے کے لئے تیار ہے۔ اسلام میں قانونی مساوات کی بہترین مثال وہ واقعہ ہے جب بنو مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہو کے آتی ہے۔ قریش نے چاہا کہ وہ سزا سے بچ جائے۔ انہوں نے اسامہ بن زیدؓ سے درخواست کی کہ آپ حضورؐ سے سفارش کیجیے چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسامہ کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اس وجہ سے تباہ ہوئے کہ جب کوئی غریب جرم کرتا تو اسے سزا دیتے اور جب کوئی امیر جرم کرتا تو اسے معاف کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

۲۔ معاشرتی مساوات:

آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے میں ہر قسم کی تفریق کو ختم کر دیا۔ آپ ﷺ کی نگاہ میں امیر و غریب، آقا و غلام اور بادشاہ و فقیر سب برابر تھے۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام امتیازات، قبائلی عصبیتوں اور خاندانی برتری کو ختم کر دیا۔ اسلامی معاشرے میں ذات پات، رنگ، نسل، زبان، لب ولہجہ اور وطن کی بنیاد پر کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی۔ اسلام نے جس معاشرتی مساوات کا درس دیا اس میں قوم کا سردار صحیح معنی میں ان کا خادم نظر آتا ہے۔ یہاں سلیمان فارسیؓ کو اہل بیت کا ایک فرد سمجھا جاتا ہے، بلال حبشی کو سیدنا بلالؓ کہہ کر پکارا جاتا ہے اور صہیب رومی کو نماز کی امامت عطا کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے ساتھ اپنی پھوپی زاد بہن زینب بنت جحشؓ کا نکاح کر دیا۔ کہاں قریش کا قبیلہ جو ذات پات کے بت پالتا تھا اور کہاں ایک غلام؟ تاریخ مساوات کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ ﷺ کے لئے مجلس میں کوئی مخصوص نمایاں جگہ نہیں تھی بلکہ جہاں آپ ﷺ مناسب سمجھتے تشریف فرماتے۔ آپ ﷺ عام مسلمانوں جیسا لباس زیب تن کرتے، سادہ غذا کھاتے اور سادہ مکان میں رہائش اختیار کرتے۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودی۔

مسجد مساوات کی عملی تربیت گاہ ہے، جہاں مسلمان پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز مساوات کا مظہر ہے جس میں امیر وغریب، آقا وغلام اور سیاہ وسفید ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اسی طرح حج ایک بین الاقوامی عبادت ہے۔ حج کے موقع پر تمام مسلمان ایک ہی لباس میں نظر آتے ہیں اور ان کی زبان پر ایک ہی کلمہ جاری ہوتا ہے۔ وہ اپنے مراتب کا فرق کئے بغیر ایک ہی صف میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔

۳۔ معاشی مساوات:

اسلام نے سود کو مٹا کر زکٰوۃ کا حکم دیا۔ سود میں امیر امیر سے امیر تر جبکہ غریب غریب سے غریب تر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس زکٰوۃ کے ذریعہ غریب کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے، جس سے معاشی مساوات پیدا ہوتی ہے۔ معاشی نقطہ نظر سے اسلامی مساوات کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ہر شخص کو کمائی کے یکساں مواقع حاصل ہیں اور اسلام میں یہ جائز نہیں کہ دولت چند ہاتھوں تک محدود ہو جائے اور چند بڑے دولتمند دولت کے دہانوں پر قابض ہو کر اپنی اجارہ داریاں قائم کر لیں اور چھوٹے تاجروں کے لئے بازار میں بیٹھنا مشکل بنا دیں۔ چنانچہ سود، سٹہ، قمار، ذخیرہ اندوزی اور اجارہ دارانہ تجارتی معاہدات کو ممنوع قرار دے کر اور عشر، زکٰوۃ، خراج، نفقات، صدقات اور دیگر واجبات عائد کر کے ایسا ماحول پیدا کیا گیا ہے جس میں ہر انسان اپنی ذاتی صلاحیت، محنت اور سرمایہ کے تناسب سے کمائی کے مناسب مواقع حاصل کر سکتا ہے اور اس سے ایک خوشحال معاشرے کی تعمیر ہو سکتی ہے۔

۴۔ سیاسی مساوات:

اسلام کے سیاسی نظام میں تمام لوگوں کے حقوق وفرائض مقرر ہیں۔ ریاست کے تمام شہریوں کو برابری کی بنیاد پر بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی مکرم ﷺ نے ریاست کے جن بنیادی اصولوں کا اعلان فرمایا تھا ان میں سے ایک اہم اصول یہ بھی تھا کہ یقینا تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ویسے ہی محترم ہے جیسے آج کا یہ دن محترم ہے۔[107] یہ اعلان اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو جان، مال اور عزت کی حرمت کا بنیادی حق عطا کرتا ہے۔ لیکن اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے، جس کے شہری دو قسم کے ہیں: ایک مسلم شہری اور دوسرے غیر مسلم شہری۔ ایک نظریاتی ریاست ہونے کی وجہ سے کوئی غیر مسلم کسی کلیدی عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا البتہ بنیادی حقوق میں مسلم اور غیر مسلم شہری برابر ہیں۔

حضرت علیؓ نے مساوات کے بارے میں ایک عربی شعر میں فرمایا تھا:

الناس من جهت الآباأكفا

ابوهم آدم والام حواء

لوگ اپنے آباواجداد کی طرف سے برابر ہیں، ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔

۴۔ صبر و استقلال

1۔ صبر و استقلال کا مفہوم:

صبر کے لفظی معنی روکنے، برداشت کرنے، قابو میں رکھنے کے ہیں۔ جبکہ استقلال کے لفظی معنی استحکام، مضبوطی اور بات پر قائم رہنا کے ہیں۔ انسان کا مشکل اور ناخوشگوار حالات میں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور گھبرانے کی بجائے ثابت قدمی اختیار کرنا نیز ہمت قائم رکھتے ہوئے اپنے رب پر بھروسہ کرنا صبر واستقلال کہلاتا ہے۔ غرض صبر واستقلال دل کی مضبوطی، ثابت قدمی کا نام ہے جو اعلی اخلاقی وصف ہے۔

2۔ قرآن مجید میں صبر کی فضیلت واہمیت:

قرآن مجید میں ایسے پانچ مقامات بیان کئے گئے ہیں جہاں پر اللہ تعالی انسان کو آزماتا ہے کہ کیا وہ صبر کرتا ہے ؟ ان میں خوف ، بھوک، مالی نقصان، جانی نقصان اور پھلوں کا نقصان شامل ہے۔(البقرہ2:155)

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو العَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ(الاحقاف46:35)

پس(اے محمدؐ) جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا اسی طرح تم بھی صبر کرو۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ(لقمان31 :17)

اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے اس پر صبر کرو، بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اللہ تعالی نے تمام اہل ایمان کو صبر سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ارشاد الہی ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ2:153)

اے ایمان والو! نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وہ لوگ جو نقصان اٹھانے والوں میں سے نہیں ہیں وہ ایمان لانے، عمل صالح کرنے کے علاوہ حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں، ارشاد الہی ہے:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْابِالصَّبْرِ(العصر103 : 3)

قرآن مجید کی رو سے حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے رب کے حکم سے صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔انہوں نے صبر واستقامت کا اعلی مظاہرہ پیش کیا جس کی وجہ سے انہیں نعم العبد یعنی بہترین بندے کا خطاب دیا گیا۔اس کے علاوہ پیغمبر اسلام ﷺ کو ان افراد کو خوشخبری سنانے کا حکم دیا گیا ہے جو صبر کرتے ہیں اور کسی تکلیف کے پہنچ جانے پر یہی کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ تعالی کے لئے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

صبر احادیث کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ نے صبر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:الصَّبْرُ ضِيَاءٌ[108] صبر روشنی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:الصّبْرُ رِدَائِی[109] صبر میری چادر ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: افضَلُ الایمَانِ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَۃُ[110]

بہترین ایمان صبر اور سیر چشمی ہے۔ (سماحت: جوانمردی، نرمی، آسانی پیدا کرنا، سرکشی و نفرت چھوڑ دینا اور سیدھا رویہ اختیار کرنا)

صبر سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں:

نبی مکرم ﷺ نے جب اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تو آپؐ کو مختلف قسم کی تکالیف پہنچائی گئیں۔ یہ تکالیف اور مصائب دو قسم کے تھے ایک زبانی تکالیف تھیں اور دوسری جسمانی تکالیف تھیں۔ کبھی آپ ﷺ کو جھٹلایا جاتا، مذاق اڑایا جاتا، بددعائیں دی جاتیں اور کبھی آپ ﷺ کو کاہن، مجنون اور جادوگر جیسے طعنے دیئے جاتے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان زبانی تکالیف کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور دین کی دعوت کا کام جاری رکھا۔

1۔ مشرکین کی تکالیف پر صبر:

اسلام کے پھیلتے ہوئے پیغام سے خائف مشرکین نے حرم شریف میں اور عین حالت نماز میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھری لا کر رکھ دی۔ یہ کام عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے کہنے پر سرانجام دیا۔ مشرکین اپنی اس نادانی پر زور زور سے ہنسنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ کو جب اس واقعہ سے مطلع کیا گیا تو وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور آپؐ کی پشت مبارک سے گندگی کو دور کیا اور کفار کو بددعا دی۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹی صبر سے کام لو، اللہ تعالی انہیں ہدایت دے یہ لوگ نہیں جانتے کہ ان کی بہتری کس چیز میں ہے؟

2۔ ابولہب کی تکالیف پر صبر:

اسلام کی اعلانیہ دعوت کے ساتھ آپ ﷺ کے سگے چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کے دشمن بن گئے۔ ابولہب آپ ﷺ کو بددعائیں دیتا تھا۔ آپؐ جہاں بھی جاتے آپؐ کے پیچھے جاتا، آپؐ کو پتھر مارتا اور لوگوں سے کہتا کہ یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سنو۔ اس کی بیوی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی جن سے کئی مرتبہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کے ہر ظلم اور تکلیف پہنچانے کو صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ کبھی ان کے لئے بددعا نہیں کی۔ اللہ تعالی نے ان دونوں میاں بیوی کی اس گستاخانہ رویہ کی مذمت میں سورہ لہب / مسد نازل فرمائی۔

3۔ شعب ابی طالب میں صبر:

کفار کی تمام تر مزاحمت کے باوجود جب اسلام کی اشاعت میں تیزی آئی تو انہوں نے نبوت کے ساتویں سال محرم الحرام میں خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ (Boycott) کیا۔ اس مقاطعہ کی رو سے عرب کے تمام قبائل اس بات کے پابند تھے کہ وہ بنی ہاشم کے ساتھ کسی قسم کا لین دین اور میل جول نہیں رکھیں گے۔ ابولہب کے علاوہ تمام خاندان بنی ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہا۔ اس محصوری میں انہوں نے فاقے اور سخت تکالیف برداشت کی ہیں۔ آپ ﷺ نے صبر و استقامت سے ان تمام حالات کا مقابلہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی راہ خدا میں پیش آنے والی تکالیف کو ہنسی خوشی برداشت کیا۔

۵۔ عفوودرگزر

1۔ عفو کا مفہوم:

عفو کے لفظی معنی دل سے معاف کرنے اور نظر انداز کرنے کے ہیں۔ عفو کا اصل اطلاق وہاں ہوتا ہے جب بندہ انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود کسی کو معاف کر دے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ضرورت سے زائد چیز کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اکثر معاف کرنے اور چھوڑ دینے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ عفو ایک اخلاقی خوبی ہے جس سے محبت میں اضافہ اور دشمنی میں کمی ہوتی ہے۔

2۔ عفو کے مراتب:

عفو کا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ معاف کرتے وقت طبیعت پر زبردستی کرنا پڑے، درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آدمی دل کی خوشی سے معاف کرے اور اعلی ترین مرتبہ یہ ہے کہ معاف کرنے کے ساتھ کچھ احسان بھی کیا جائے۔

3۔ صفت الٰہی:

عَفُوٌّ: اللہ تعالی کی صفت اور اس کا صفاتی نام ہے۔ اس کے علاوہ غفور اور غفار بھی اللہ تعالی کے صفاتی نام ہیں جن میں معاف کرنے اور بخشنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

4۔ حضور ﷺ کو عفو اختیار کرنے کا حکم:

اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو عفو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد الہی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف 199:7)

معاف کرنے کو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کر لیں۔

5۔ مومنین کی پسندیدہ صفت:

اللہ تعالی مومنوں کی جس صفت کو پسند کرتا ہے اس میں معاف کرنا بھی شامل ہے، ارشاد الہی ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران 134:3)

اور وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔

6۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا:

آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو لیلۃ القدر کے حاصل کرنے کے بعد یہ دعا مانگنے کی تعلیم دی :

اللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی[111]

اے اللہ! تو معاف کرتا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما۔

7۔ سفر طائف میں معاف کرنا:

کفار مکہ نے جب آپ ﷺ کی دعوت کے جواب میں سخت مخالفت کا مظاہرہ کیا تو آپ ﷺ نے طائف کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ یہ دعوت نبوی کا تیسرا مرحلہ تھا۔ طائف کے سرداروں نے آپ ﷺ کی دعوت پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ شہر کے اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ کو اتنے پتھر مارے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا اور آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے ایک باغ میں پناہ لی ۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں(جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔ [112]

8۔فتح مکہ کے موقع پر عام معافی:

فتح مکہ کے موقع پر اسلام کے بدترین دشمن آپ ﷺ کے سامنے جنگی قیدی کی حیثیت سے کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو ہر قسم کی تکلیف پہنچائی تھی۔ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ اب یہ لوگ ایک برے انتقام کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ تم لوگ کس سلوک کے منتظر ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ نیک بھائی اور نیک بھائی کی اُولاد ہیں ہم آپ سے اچھے سلوک کی توقع کرتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ‘یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ‘وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ(یوسف92:12)

آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں‘ اللہ تم کو بخشے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

آپ ﷺ معاف کرنے والے تھے۔ معاف کرنے کی اسی روش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

آنحضور ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو توڑا ہو۔ [113]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں قصاص کا کوئی مقدمہ پیش ہوتے نہیں دیکھا لیکن یہ کہ اس میں آپ ﷺ نے معاف اور درگزر کرنے کا مشورہ دیا ہو۔ [114]

۶۔ذکر

1۔ مفہوم:

ذکر الشی کے معنی ہیں کسی چیز کو دل میں یاد کرنا۔ قرآن مجید کا ایک نام "الذکر" بیان کیا گیا ہے۔

2۔ذکر کی تعریف:

ذکر ایک دینی اصطلاح ہے جو اللہ تعالی کی یاد کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

3۔ذکر کی اقسام:

ذکر کی تین اقسام ہیں: قولی ذکر، قلبی ذکر اور عملی ذکر

ا۔ قولی ذکر: اس سے مراد ہے کہ زبان سے اللہ تعالی کو یاد کرنا۔ اس کی دو اقسام ہیں:

(i)۔ سری ذکر: آہستہ آواز سے ذکر کرنا

(ii)۔ جہری ذکر: بلند آواز سے ذکر کرنا

۲۔ قلبی ذکر: دل میں اللہ تعالی کی یاد کا ہونا قلبی ذکر ہے۔ کسی عبادت کے دوران دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا قلبی ذکر ہے۔

۳۔ عملی ذکر: اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالی کا ذکر کرنا جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

4۔ قرآن مجید میں ذکر کرنے کا حکم:

ا۔ کثرت ذکر کی تعلیم:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی کئی آیات میں ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد الہی ہے:

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااذْكُرُوْااللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا(الاحزاب 33:41)

اے ایمان والو! اللہ تعالی کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔

ذکر ایک ایسی عبادت ہے جس کے لئے کسی خاص آداب و شرائط کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے ذکر زیادہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ذکر کرنے والے مومنین کی تعریف:

اللہ تعالی نے ذکر کرنے والے مومنین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ(النور 24: 37)

وہ مرد کہ جنہیں سودا کرنا اور بیچنا اللہ تعالی کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔

۳۔ ذکر الہی سکون قلب کا ذریعہ:

اللہ تعالی نے ذکر کرنے کو انسان کے لئے دل کا سکون حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ آج انسان اپنے مسائل اور جدید دور کی ترقی کی وجہ سے کئی ذہنی اور نفسیاتی مسائل کا شکار ہے۔ ذکر الہی کے ذریعے ان مسائل سے نجات حاصل کر سکتا ہے، ارشاد الہی ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ(الرعد 13:28)

خوب سن لو کہ اللہ تعالی کی یاد سے دلوں کو سکون ہو ہی جاتا ہے۔

کسی شاعر نے اس بارے میں خوب کہا ہے کہ:

نہ دنیا سے، نہ دولت سے، نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

۴۔ نبی اکرم ﷺ کو ذکر کرنے کا حکم:

آپ ﷺ ساری رات اللہ تعالی کے حضور میں عبادت کرتے۔ رات کو طویل قیام کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم پڑ جاتا۔ اسی طرح آپ ﷺ اتنے طویل سجدے کرتے کہ دیکھنے والے گمان کرتے کہ آپ ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ معصوم ہیں اور جنت آپ ﷺ کے لئے لکھی جا چکی ہے، اس سب کے باوجود آپ ﷺ کیوں اتنی (عبادت کی) مشقت برداشت کرتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"۔

۵۔ رات کی عبادت میں اختصار:

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو عبادت میں تخفیف کرنے کا حکم دیا اور ساری رات کی بجائے آدھی رات یا رات کا کچھ حصہ عبادت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَاالْمُزَّمِّلُ،قُمْ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ، نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا(المزمل 73 :1-3)

اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو تھوڑا قیام کریں، آدھی رات یا اس سے بھی کم

اسی طرح آپ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا(الانسان76:26)

اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔

۶۔ نوافل کا اہتمام:

آپ ﷺ مختلف طریقوں سے اللہ تعالی کا کر فرماتے تھے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام فرماتے، اس لئے کہ ارشاد الہی ہے:

وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةًلَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُودًا(بنی اسرائیل 17:79)

رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لئے ہے عنقریب
آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے۔

۷۔ ذکر کی افضل ترین شکل:

ذکر کی افضل ترین شکل نماز ہے جس میں ذکر کی تینوں اقسام پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے نماز کو سب سے پہلے فرض کیا گیا۔

۸۔ افضل ذکر:

آپ ﷺ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو بہترین ذکر قرار دیا۔

۹۔ تسبیحات فاطمہؓ:

خدمت کے لئے ایک لونڈی کے مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں کچھ کلمات پڑھنے کی تعلیم دی جو تسبیحات فاطمہ کہلاتے ہیں۔ ان کلمات میں ہر نماز کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا شامل ہے۔

باب چہارم: تعارف قرآن وحدیث

1۔ تعارف قرآن:

ا۔ لفظ قرآن کا مفہوم:

یہ لفظ قرآن مجید میں 69 مرتبہ آیا ہے۔ لفظ قرآن کے لغوی معنی مختلف اہل لغت کے نزدیک مختلف ہیں :

(۱) پڑھی ہوئی کتاب

(۲) قرن (معنی ملانا) سے ماخوذ ہونے کی صورت میں اس کے معنی ہیں کہ اس کی آیتیں اور سورتیں مضامین کے اعتبار سے باہم ملی جلی ہیں۔

(۳) قرء (جمع کرنا) سے ماخوذ ہونے کی صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ قرآن نے سابقہ الہامی کتابوں کی تعلیمات کو اپنے اندر جمع کر کے ایک نئے انداز میں بیان کر دیا ہے۔

(۴) تورات اور زبور کی طرح اس کتاب کا نام اور اسم علم ہے۔

۲۔ قرآن کی تعریف:

اللہ تعالی کا وہ آخری مقدس کلام جو اس نے وحی کے ذریعہ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر تقریبا تئیس سال کے عرصہ میں نازل کیا۔ یہ کتاب حالات اور ضروریات کے پیش نظر تھوڑی تھوڑی نازل ہوتی رہی۔ یہ پاکیزہ اور انتہائی مقدس کلام ہے جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ یہ کتاب محفوظ کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔ یہ کتاب عالمگیر کتاب ہے جو اپنے نزول کے بعد سے روز قیامت تک ہر قوم، ہر علاقے اور ہر زمانے کے لئے ہدایت کا آخری پیغام ہے۔ یہ ایک جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہر انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔اس کے علاوہ یہ اپنے سے پہلے نازل ہونے والی الہامی کتابوں اور صحائف کی تصدیق کرتی ہے ۔دین کی بنیادی تعلیمات(عقائد، عبادات، اخلاق وغیرہ) سے متعلق احکامات تمام الہامی کتب اور صحائف میں مشترک تھے لیکن زمانے کے اعتبار سے معاشرتی زندگی کے مسائل مختلف ہیں۔ قرآن مجید نے سابقہ الہامی کتب کی تعلیمات کو اپنے اندر محفوظ کر کے نئے انداز میں بیان کر دیا ہے۔

۳۔ قرآن عظیم کے اسماء مبارکہ:

قرآن مجید کے مختلف نام ہیں۔ کتاب "البرہان" کے مطابق قرآن مجید کے پچپن نام ایسے ہیں جو قرآنی آیات سے لئے گئے ہیں۔ ان میں سے چند مشہور نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

1. **الکتاب:** کتاب کے معنی لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ الکتاب سے خاص کتاب قرآن مجید مراد ہے۔
2. الفرقان: ایسی کتاب جو حق اور باطل میں فرق یا فیصلہ کر دے۔
3. **نور:** نور کے معنی روشنی کے ہیں۔ کفر کی تاریکیوں میں روشنی ہے۔
4. **شفاء:** اس کتاب سے روحانی اور جسمانی مریضوں کو شفا / صحت ملتی ہے۔
5. **الذکر / تذکرہ :** قرآن مجید کو یاد / نصیحت بھی کہا گیا۔ اسی مفہوم میں اس کے لئے تذکرہ بھی کہا گیا۔
6. **العلم:** یہ کتاب علم الہی کا مظہر ہے اور اس میں بہت سے علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔
7. **البیان:** اس کتاب کی تمام تعلیمات اور احکامات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ استعمال ہونے والا نام "القرآن" ہی ہے۔

۴۔ قرآن عظیم کی صفات:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی کچھ صفات بھی بیان فرمائی ہیں۔ مثال کے طور پر:

حکیم: حکمت و دانائی والا **مجید:** بزرگی والا **مبارک:** برکتوں والا

العزیز: زبردست، غالب، انتہائی عزت والا۔ **مبین:** واضح / وضاحت کرنے والا **کریم:** عزت یا بزرگی والا۔

یہ چند صفات بیان کی گئی ہیں لیکن حقیقت میں اس کتاب کی صفات کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور اس کے معانی و مطالب کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر طالب ہدایت اپنی سمجھ کے مطابق قرآن مجید سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

۵۔ قرآن مجید کا نزول:

اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کا نزول تین مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ تمام قرآن مجید ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ پر نازل کر دیا گیا اور دوسری مرتبہ تمام قرآن مجید ایک ہی مرتبہ حضرت جبرائیلؑ پر نازل کر دیا گیا اور تیسری مرتبہ تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا۔ آپ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا۔

(i) غار حرا میں قیام:

معاشرے کی بے راہ روی سے کنارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ عبادت اور تحنث (غور و فکر) کے لئے غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ یہاں آپ ﷺ کا زیادہ وقت تنہائی میں گزرتا کچھ دن قیام کے بعد آپ ﷺ واپس آتے کعبۃ اللہ کا طواف کرتے گھر جاتے اور کھانا لے کر پھر غار حرا میں تشریف لے جاتے۔

(ii) سورہ علق کی ابتدائی آیات کا نزول:

ایک روز آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھی کہ جبرائیل امین آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور تین مرتبہ کہا پڑھیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ اس کے بعد جبرائیلؑ نے آپ کو اپنے بازوؤں کے درمیان گلے لگا کر دبایا اور سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کی تلاوت کی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

(العلق 96 : 1-5)

اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیئے اور آپ کا رب بڑی عزت والا ہے، جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

(iii) حضرت خدیجہؓ کی تسلی:

پہلی وحی کی وجہ سے آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ کو اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعے کی اطلاع دی اور ان سے چادر مانگی۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ تسلی دی جو آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی بھی ہے:

"ہر گز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالی آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ یقینا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں
، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جو چیز لوگوں کے پاس نہیں وہ انہیں کما کر دیتے ہیں، مہمان کی خاطر
تواضع کرتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) مدد کرتے ہیں۔"[115]

حضرت خدیجہؓ کے یہ الفاظ ہر مسلمان کے لئے اخلاقی سبق کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی فرد ان اخلاقی خوبیوں کو اپنالے تو اسے یقین کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالی اسے ناکام نہیں کرے گا۔ اگر وہ کسی سے برائی نہیں کرے گا تو کوئی اس سے برائی نہیں کرے گا۔

قرآن مجید کی سورتوں کی خصوصیات:

سورۃ:

سورۃ کے لفظی معنی شرف اور بلندی کے ہیں۔ قرآن مجید کے ہر باب کو سورۃ کہتے ہیں۔ نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کو دو قسم کی سورتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ وہ سورتیں جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہیں مکی سورتیں کہلاتی ہیں۔ جبکہ ایسی سورتیں جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئی ہیں مدنی سورتیں کہلاتی ہیں۔ قرآن مجید کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ان میں سے 86 مکی ہیں جبکہ 28 مدنی ہیں۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ سورۃ البقرہ ہے جبکہ سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکوثر ہے۔ سورۃ الکوثر تین آیات پر مشتمل ہے۔ سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمان الرحیم سے ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سورۃ انفال کے موضوعات سے مماثلت ہے۔

آیت:

ہر سورت جملوں پر مشتمل ہوتی ہے، جن کو آیات کا نام دیا جاتا ہے۔ آیت کے لفظی معنی نشانی کے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر آیت کسی ابدی قانون الہی کے لئے ایک نشانی کا درجہ رکھتی ہے۔

منازل:

قرآن مجید کی سات منازل ہیں۔ ان منازل کے مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ایک ہفتے میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

1۔ مکی سورتوں کی خصوصیات:

نبی مکرم ﷺ کی مکی زندگی تیرہ سالوں پر محیط ہے۔ ان تیرہ سالوں میں آپ ﷺ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مکی زندگی میں مخاطب آپ کے رشتہ دار تھے اور امید تھی کہ یہ دعوت ایمان قبول کرلیں گے۔ لیکن شرک کے ان بیماروں نے آپ ﷺ کی بات سننا بھی گوارانہ کیا ۔ انہوں نے آپ ﷺ کو تکالیف پہنچائیں اور کوشش کی کہ قرآن کی آواز انسانوں تک نہ پہنچ سکے۔ ان مشکلات و مصائب میں آپ ﷺ کو صبر کرنے کی تعلیم دی گئی۔ مکی سورتوں کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

- مکی سورتوں میں عقائد وایمانیات اور اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ خاص کر عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت کی تعلیم دی گئی ہے۔
- مکی سورتوں میں "یاایھا الناس" سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس کے مخاطب تمام انسان ہیں۔
- اکثر مکی سورتوں کا آغاز "حروف مقطعات" (کٹے ہوئے حروف جیسے الٓمّٓ) سے ہوتا ہے۔
- مکی سورتیں نسبتا مختصر اور کم طویل ہیں۔
- ان سورتوں میں مشرکین مکہ کی خرابیاں اور ان خرابیوں کی اصلاح نیز امم سابقہ کی تباہی کا حال بیان ہوا ہے۔

- ان سورتوں کا اسلوب بیان تشبیہات اور استعارات پر مشتمل ہے۔
- ان سورتوں میں لفظ "کلّا" استعمال ہوا ہے۔ ان سورتوں میں آیات سجدہ موجود ہیں۔

2۔ مدنی سورتوں کی خصوصیات:

آپ ﷺ کی آمد سے قبل مدینہ میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین وانصار کی مدد سے اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ قائم کیا گیا۔ آپ ﷺ کی مدنی زندگی دس سالوں پر محیط ہے۔ مدنی زندگی کا زیادہ حصہ غزوات اور سرایا پر مشتمل ہے۔ کفار کے ساتھ پہلی جنگ غزوہ بدر (2ھ) جبکہ سب سے آخری جنگ غزوہ تبوک (9ھ) تھی۔ چنانچہ انہی حالات اور واقعات کے پیش نظر آیات اور سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ مدنی سورتوں کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

- یہ سورتیں طویل آیات اور سورتوں پر مشتمل ہیں۔
- ان سورتوں میں "یایھاالذین امنوا" سے اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے۔
- صرف دو مدنی سورتوں "البقرہ اور آل عمران" کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔
- ان سورتوں میں شرعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی احکامات اور معاملات (نکاح طلاق جہاد وغیرہ) کی تعلیم دی گئی ہے۔
- ان سورتوں میں منافقین اور اہل کتاب کی خرابیوں کو بیان کرکے ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ان سورتوں کا انداز بیان انتہائی سادہ ہے۔
- عبادات اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور احکامات کو ان سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

حجۃ الوداع:

حضور اکرم ﷺ نے زندگی میں ایک حج ادا کیا۔ یہ حج حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ یہ حج اس دین اور شریعت کے مکمل ہونے کا اعلان تھا جس کے لئے آپ ﷺ نے گزشتہ تیئیس سالوں سے کوشش کی تھی۔ مدینہ میں اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کے عملی قیام سے مسلمانوں کی رہنمائی کا عظیم فریضہ ادا ہو چکا تھا۔

ا۔ خطبہ حجۃ الوداع:

اس حج کی اہمیت اور شہرت اس کے خطبہ کی وجہ سے ہے جو انتہائی ضروری احکامات اور نصائح پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا اَلَاھَلْ بَلَّغْتُ ؟ خبر دار رہو! کیا میں نے (دین) پہنچا دیا؟ اس سوال کے جواب میں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا:

قَالُوْا نَعَمْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَوَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ [116]

انہوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے پیغام پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اور امت کو نصیحت فرمادی۔

۲۔ تکمیل دین:

اس خطبہ سے ظاہر تھا کہ اب آپ ﷺ اپنے مقاصد نبوت کو مکمل کر کے وصال فرمانے والے ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے ایک عظیم اجتماع سے آخری مرتبہ خطاب کیا۔ اسی موقع پر وحی نازل ہوئی جس میں دین اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ3:6)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے
اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

اس آیت کے نزول کے چند دن بعد آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۳۔ خصوصی وصیت:

اسی خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے وصیت فرمائی:

میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو تو
کبھی گمراہ نہ ہو گے (وہ ہے) اللہ تعالیٰ کی کتاب۔[117]

اس فرمان کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ ہم قرآن مجید کے احترام کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو پڑھیں، سمجھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ نیز جو قرآن مجید کے حقوق ہیں جیسے تعلیم، تفہیم، تبلیغ، تعمیل، تنفیذ وغیرہ ان کو اپنی استطاعت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

قرآن مجید کی ترتیب:

قرآن مجید کی ترتیب دو طرح کی ہے:

(1) ترتیب نزولی:

ترتیب نزولی سے مراد ہے ایسی ترتیب جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اس اعتبار سے سورہ علق کی ابتدائی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔

(2) ترتیب توقیفی:

قرآن مجید کی دوسری ترتیب کا نام ترتیب توقیفی ہے۔ توقیف کا مطلب ہوتا ہے "آگاہ کرنا یا واقف ہونا"۔ یہ وہ ترتیب ہے جس سے حکم الٰہی کے مطابق حضرت جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا اور آپ ﷺ نے امت کو اس ترتیب سے آگاہ کیا کسی سورت کے نزول کے بعد آپ ﷺ کاتبان وحی کو حکم دیتے کہ فلاں سورت کو فلاں سورت کے بعد اور فلاں آیت کو فلاں سورت میں اس مقام پر درج کریں۔ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔

کاتبین وحی:

کاتبین وحی سے مراد قرآن مجید اور وحی کے لکھنے والے صحابہ کرامؓ ہیں، جن کی تعداد 26 سے 42 تک بیان کی گئی ہے۔ مشہور کاتبین وحی میں چاروں خلفاء راشدین: حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، امیر معاویہ، ابی بن کعب، خالد بن ولید اور ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

حفاظت قرآن:

حفاظت قرآن سے مراد وہ ذرائع ہوتے ہیں جن کے ذریعہ قرآن مجید کی حفاظت کی گئی ہے۔ حفاظت قرآن مجید کے یہ ذرائع درج ذیل ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، ارشاد الہٰی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ(الحجر9:15)

بے شک یہ ذکر ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حفاظت کا وعدہ الہٰی اس طرح پورا ہوا کہ دنیا کے مختلف علاقوں اور مختلف زمانوں میں طبع ہونے والے قرآنی نسخوں میں کسی لفظ یا زیر زبر کا فرق بھی موجود نہیں ہے۔

2۔حفظ:

حفاظت کا دوسرا بڑا ذریعہ قرآنی مجید کو زبانی یاد کرنے کا ہے جسے اصطلاحاً حفظ کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے عربوں کو طاقتور حافظہ سے نوازا تھا، جس کی بدولت ایک شاعر ہزاروں اشعار کا حافظ ہوتا، عرب کے عام دیہاتیوں کو اپنے اور اپنے خاندان کے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد ہوتے تھے۔ آغاز اسلام میں حفاظت قرآن مجید کے لئے اسی قوت حافظہ سے کام لیا گیا۔کسی آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ قرآن مجید کو جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش کرتے ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ قرآن مجید کو جلدی یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے سینے میں جمع کر دینا اور آپ ﷺ کی زبان پر جاری کر دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕاِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚفَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ(القیامۃ75 : 19-16)

(اے پیغمبرؐ) تم اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو ہلایا نہ کرو۔یقین رکھو کہ اس کو یاد کروانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اسے (جبرائیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ پھر اس کی وضاحت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

اسی لئے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب وحی کی کیفیت ختم ہوتی تو مجھے اس وحی کے الفاظ یاد ہو چکے ہوتے تھے۔

صحابہ کرامؓ بھی نزول قرآن کے بعد آیات کو فوراً یاد کرنے کی کوشش کرتے۔مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے سکھانے والوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ حضور ﷺ کو تاکید کرنا پڑی کہ اپنی آوازوں کو پست کرو تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حفظ کے ذریعہ محفوظ کرنا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علما کے سینوں میں اسے محفوظ کر دیا:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ(العنکبوت49:29)

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں

بہت کم عرصہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن مجید حفظ کر چکی تھی۔ان میں خلفائے راشدین، حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت حفصہؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔غرض ظہور اسلام کے بعد زیادہ توجہ قرآن مجید کے زبانی یاد کرنے پر دی گئی۔اس زمانے میں حفاظت کا یہی انسانی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔اس زمانے میں تعلیم یافتہ افراد کم تھے، پرنٹنگ پریس جیسے ذرائع موجود نہیں تھے۔اگر صرف قرآن مجید کے لکھنے پر انحصار کیا جاتا تو قرآن مجید کی وسیع پیمانے پر اشاعت اور قابل اعتماد حفاظت ناممکن تھی۔

آپ ﷺ نے اپنی کئی احادیث میں قرآن مجید کو یاد کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔اسی فضیلت کے پیش نظر ہر علاقے اور ہر زمانے کے مسلمانوں نے قرآن مجید کو زبانی یاد کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ آج زمین کا کوئی خطہ حفاظ قرآن سے خالی نہیں۔ مسلمان ہر سال رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران قرآن مجید کو زبانی سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

3۔کتابت:

قرآن مجید کی حفاظت کا تیسرا بڑا ذریعہ کتابت ہے۔کتابت سے مراد ہے کہ قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ کیا گیا۔اس کے تین ادوار ہیں

ا۔عہد نبوی میں قرآن مجید کی کتابت:

نبی اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو وہ آپ ﷺ کو زبانی یاد ہو جاتی۔ آپ ﷺ کسی کاتب وحی کو بلوا کر وہ آیت لکھوا دیتے ۔اکثر حضرت زید بن ثابتؓ یہ وحی لکھا کرتے تھے۔عہد نبویؐ میں قرآن مجید کھجور کے پتوں،چمڑے کے ٹکڑوں،پتھر کی سلوں،اونٹ کے کندھے کی ہڈیوں پر لکھا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سارا قرآن مجید لکھ لیا تھا۔بعض صحابہ کرامؓ اپنی یاداشت کے لئے اپنے پاس قرآنی آیات لکھ لیتے تھے۔یہ لکھا ہوا قرآن مجید ایک صندوق کے اندر مسجد نبوی میں موجود ہوتا جہاں سے اٹھا کر صحابہ کرام اس کو پڑھتے، یاد کرتے اور احکامات کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

۲۔عہد صدیقی میں جمع و تدوین قرآن:

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن مجید لکھا جا چکا تھا جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا صحابہ کرامؓ کے پاس موجود تھا۔لیکن ایک کتاب کی شکل میں موجود نہیں تھا۔اس کو کتاب کی شکل میں جمع کرنے اور نئے سرے سے لکھنے (تدوین) کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں چار لوگوں نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا، صحابہ کرامؓ نے ان کے خلاف جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی بیوی سجاح بنت حارثہ نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا تھا اور ان کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔چنانچہ ان کے خلاف جنگ یمامہ لڑی گئی جس میں بارہ سو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ان میں سے سات سو قرآن مجید کے حافظ تھے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ اگر حفاظ قرآن اسی طرح شہید ہوتے رہے تو خدشہ ہے کہ کہیں قرآن مجید دنیا سے مٹ نہ جائے(اس لئے کہ حفاظت قرآن کا سب سے بڑا ذریعہ حفظ تھا)لہذا قرآن مجید کو ایک جگہ لکھ کر جمع کیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا لیکن حضرت عمرؓ انہیں بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ ان پر حق واضح ہو گیا اور انہوں نے قرآن مجید لکھنے کا حکم دے دیا۔ چناں چہ حضرت زید بن ثابتؓ کو بلوا کر جمع و تدوین قرآن کا کام سونپ دیا گیا۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مجھے پہاڑ کھود کر اٹھانے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا تنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے کام سے ہوا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ گئے اور مدینہ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ اگر کسی کے پاس قرآن مجید کا کوئی حصہ موجود ہے تو وہ آکر لکھوا دے۔جو صحابی قرآن مجید کا کوئی حصہ لے کر آتا تو دو گواہ ساتھ لے کر آتا جو اس بات کی گواہی دیتے کہ یہ ہمارے سامنے نازل ہوا یا لکھوایا گیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ دونوں حافظ تھے، وہ اپنے حفظ سے اس حصہ کا جائزہ لیتے۔اس قرآنی حصہ کا ان نسخوں کے ساتھ موازنہ کیا جاتا جو جناب رسول اللہ ﷺ نے لکھوائے تھے۔اس طرح حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن مجید کو کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں اور انسانوں کے سینوں سے قرآن مجید کو جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں لکھ دیا۔

یہ نسخہ صحف صدیقی کہلایا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس موجود رہا۔ آپؓ کی وفات کے بعد یہ نسخہ حضرت عمر فاروقؓ کو مل گیا۔
حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد قرآن مجید کا یہ نسخہ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حوالے کر دیا گیا۔

۳۔ عہد عثمانی میں جمع وتدوین قرآن:

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسلام عرب سے عجم تک پہنچ چکا تھا۔ عجمیوں نے قرآن مجید کی تعلیم مجاہدوں اور تاجروں سے حاصل کی ۔ قرآن مجید کو سات لہجوں میں پڑھا جاسکتا ہے۔ جس لہجہ میں بھی پڑھا جائے قرآن مجید کے معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ آرمینیہ اور آذر بائیجان میں مصروف جہاد تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو قرأت کے اختلاف سے آگاہ کیا کہ اگر اس اختلاف کو ختم نہ کیا گیا تو امت مسلمہ اہل کتاب کی طرح قرآن مجید میں اختلاف کا شکار ہو جائے گی۔

اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جمع کردہ نسخہ منگوایا اور چار صحابہ کرامؓ کی جماعت تشکیل دی جس میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ شامل تھے۔ آپؓ نے قرآن مجید کو قریش کی قرأۃ پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح ایک ایسا نسخہ تیار ہوا جو ساتوں قرأتوں کے مطابق پڑھا جاسکتا تھا۔ اس طرح آپ نے تمام مسلمانوں کو ایک قرآن پر جمع کر لیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس عظیم کارنامے کی وجہ سے امت نے آپ ﷺ کو جامع القرآن کے لقب سے نوازا۔ اس طرح قرآن مجید کے سات نسخے صوبائی دارالحکومتوں کو بھجوا دیئے گئے۔

قرآن مجید کا انداز بیان

قرآن مجید کا انداز بیان مختلف آیات اور سورتوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ مکہ میں زبان پر فخر کیا جاتا تھا۔ ادبی جملوں، استعارات اور تشبیہات کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے مکی سورتوں میں ادبی اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس مدنی سورتوں میں احکامات بیان کئے گئے ہیں، جن میں سادہ، عام فہم اور مختصر اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اہل زبان کے مقابلے میں ایک نیا اسلوب اختیار کیا اور زبان دانی پر فخر کرنے والوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔

قرآن مجید میں فصاحت وبلاغت اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ جس طرح ایک قصیدہ کئی اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اسی طرح ایک سورت کئی آیات پر مشتمل ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کے مابین ایک عظیم الشان ربط پایا جاتا ہے اور یہ ایک معجزہ بھی ہے۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے ہر آیت دوسری آیت سے اور ہر سورت دوسری سورت سے جڑی ہوئی ہے۔ چند مفسرین کے نزدیک ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اور تمام آیات اسی مضمون سے جڑی ہوتی ہیں۔ بعض سورتیں اپنے سے پہلے بیان ہونے والی سورت کے موضوع کی وضاحت کرتی ہیں۔ کئی مضامین کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید جہاں عقائد کی اصلاح کرتا ہے وہیں معاشرتی احکامات بھی بیان کرتا ہے۔ جہاں کفار کے لئے جہنم کا خوف بیان کرتا ہے وہیں مومنوں کو جنت کی نعمتوں کی امید بھی دلاتا ہے۔ یہ اپنے پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ مختصر آیات اپنی تفسیر میں معانی و مطالب کا ایک سمندر رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے تفسیر لکھنے میں اپنی زندگیوں کو خرچ کر دیا ہے۔ اس جیسا اسلوب بیان دنیا کی کسی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ ہر انسان قرآن مجید کا مخاطب ہے جسے وہ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے شک اور شبہ سے پاک ہے۔

قرآن مجید کی خوبیاں

قرآن مجید اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے زندہ و جاوید کتاب ہے۔ ان میں سے چند خوبیوں کا ذکر درج ذیل ہے:

۱۔ حقائق پر مبنی کتاب:

قرآن مجید حق پر مبنی کتاب ہے۔ یہ کتاب حق کو بیان کرتی ہے۔ اس کتاب میں ابدی اور آفاقی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دین حق کی ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حقیقت پر مبنی کتاب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًالِّمَامَعَهُمْ(البقرہ91:2) حالانکہ وہ سچ ہے، جو ان کی (آسمانی) کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔

وَهُوَالْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ(محمد47 : 2) اور وہ ان کے رب کی طرف سے سچ ہے۔

ہر زمانے میں قرآن مجید کے کلمات کی حقیقت ثابت ہوتی رہی ہے۔ کئی پیشین گوئیاں جو قرآن مجید نے کی ہیں آج صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ سائنس تجربے اور مشاہدے کے بعد جن حقائق کا انکشاف کر رہی ہے قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے ان حقائق سے آگاہ کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر انسان کی تخلیق کا آغاز، قرب قیامت سمندروں کا پھٹنا وغیرہ آج ایک حقیقت ہیں۔

۲۔ حکمت بھری آیات:

قرآن مجید کی آیات حکمت سے لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی فرمان دانشمندی سے خالی نہیں، ارشاد الٰہی ہے:

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ(ھود1:11)

الر یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔

اس کتاب کی صفت یہ ہے کہ اسے محکم بنا دیا گیا ہے۔ اس میں نہ تو کوئی خلل ہے اور نہ ہی یہ باطل ہے۔ اس کی آیات دلائل کے لحاظ سے مکمل ہیں اور ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہیں۔

۳۔ تضاد سے پاک:

دلائل انتہائی مضبوط اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں اسی لئے تضاد اور اختلاف سے آزاد ہیں۔ اس کی سورتیں، آیات اور مضامین ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا(النسآء82:4)

اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلافات پاتے۔

انسان کی لکھی گئی کتب میں تضادات اور اختلافات ہوتے ہیں۔ کوئی انسانی کاوش تضادات اور اختلافات سے پاک نہیں۔ جن الہامی کتب میں انسانی خیالات شامل ہوئے وہ بھی تضادات کا مجموعہ بن چکی ہیں۔ لیکن قرآن مجید ہر قسم کے تضادات سے پاک ہے۔ یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلافات ہوتے۔ اتفاقات پر مبنی یہ مربوط کتاب اللہ ہی کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

۴۔کامیابی کی ضمانت:

یہ کتاب ان لوگوں کے لئے کامیابی کی نوید ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کتاب کی وجہ سے اس دنیا میں عزت، کامیابی اور عروج حاصل ہو گا اور آخرت میں کامیابی ملے گی۔ حضرت عمرؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الكِتَابِ أَقْوَاماً وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ[118]

اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعہ (بہت سی) اقوام کو بلند کرے گا اور

(بہت سی) دوسری اقوام کو اس کے ذریعہ پست کرے گا۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اپنی نظم "شکوہ" موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی پستی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب--------- تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

تو جو چاہے تو اٹھے سینہ صحرا سے حباب --------------- رہرو دشت ہو سیلی زدہ موج سراب

طعن اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے -------------- کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟

اس کے بعد "جواب شکوہ" میں اس پستی کا سبب قرآن کو چھوڑنا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے------------- تم مسلمان ہو یہ انداز مسلمانی ہے

حیدریؓ فقر ہے، نے دولت عثمانیؓ ہے---------- تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر----------- اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اگر مسلمان دنیا میں عزت، عروج اور حکومت کے خواہاں ہیں تو انہیں قرآنی مجید کو مضبوطی سے پکڑنا ہو گا۔

۵۔کتاب انقلاب:

قرآن مجید کتاب انقلاب ہے جس نے انسانی زندگی، اقوام اور معاشروں کو تبدیل کر دیا۔ رہزن رہبر بن گئے، گلہ بان جہاں گیر اور جہاں بان بن گئے۔ مثلا قرآن مجید نے حضرت عمرؓ کی زندگی کو کافی حد تک متاثر کیا۔ وہ اپنے والد کی بکریاں چراتے تھے اور وہ انہیں جھڑکتے تھے ۔حضرت عمرؓ قوت اور ارادے میں قریش کے درمیانے درجے کے افراد میں سے تھے ۔لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنی صلاحیتوں اور عظمتوں سے ساری دنیا کو حیران کر دیتے ہیں۔ ان کے عہد خلافت میں روم اور ایران جیسی ریاستیں حکومت، باشاہت اور تاج و تخت سے محرم ہو جاتی ہیں۔

اونٹوں کے چرانے والوں نے اس اعلی صحبت میں رہ کر

قیصر کے تکبر کو روندا' کسریٰ کا گریباں چاک کیا

وہ ان کے مقابلے میں ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھتے ہیں جو ان دونوں حکومتوں پر بھاری تھی۔ ایک ایسا مثالی نظام حکومت قائم کرتے ہیں جو رہتی دنیا تک کے لئے ایک مثال بن جاتا ہے۔ بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرنے والا یہ خلیفۃ المسلمین درویشی کی زندگی بسر کرتا ہے اور تقوی کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ اس کتاب پر ایمان و عمل کی بدولت انسانوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں، بقول شاعر:

کتاب ھدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

۵۔تربیت وتزکیہ کرنے والی کتاب:

یہ کتاب انسان کو اعمال صالحہ اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ایمان اور عمل صالح کو کامیابی کی ضمانت قرار دیتا ہے۔انسانی تربیت اور تزکیہ کرنا اس کتاب کی اہم صفت ہے۔اس کتاب کو سمجھنے سے انسان نیکی کی طرف راغب جبکہ برائی سے دور ہوتا ہے۔یہ انسان کے دل،دماغ،جذبات،خواہشات،میلانات،رجحانات اور افعال کا تزکیہ کرتا ہے۔انہیں کئی اخلاقی گندگیوں سے پاک کرتا ہے اور اخلاقی لحاظ سے اعلی انسان معاشرے کو فراہم کرتا ہے۔یہ کتاب جہاں دلوں میں خدا کی توجہ اور اس کا خوف پیدا کرتی ہے وہیں اسے عزم ویقین کی دولت سے مالامال کرتی ہے۔

اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ جب اسلامی فوج نے ایک عیسائی علاقے سے گزرنا تھا اور انہوں نے بے حیائی کے ذریعہ مسلمانوں پر غلبہ پانے کی سازش کی۔گورنر نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا۔انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت (النور30:24)ساری فوج کو پڑھ کر سنا دو۔گورنر نے وہ آیت سب کو پڑھ کر سنا دی۔عیسائی لڑکیاں چھتوں پر ناچتی رہیں لیکن کسی مسلمان نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا کیونکہ ان کا تزکیہ قرآن مجید کی آیت نے کر دیا تھا۔

قرآن مجید کی تاثیر

قرآن مجید کتاب انقلاب ہے۔جس نے بھی قرآن مجید کو پڑھا یا سنا اور اس میں غور وفکر کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے اسلام نے اس کے دل کی دنیا کو بدل دیا ہے۔اس کتاب نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ کفار اور جنات کو بھی متاثر کیا ہے۔کفار مکہ میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو قرآن مجید کو چھپ کر سنتے تھے اور اسی کے اثر سے مسلمان ہوگئے۔اسی قرآن نے حبشہ میں نجاشی کو متاثر کیا،عیسائی ہونے کے باوجود اس نے قرآن مجید کی صداقت کی گواہی دی اور مسلمان ہوگیا۔وادی نخلہ میں جنات نے جب قرآن مجید سنا تو مسلمان ہوگئے اور دین کے داعی بن گئے۔طفیل بن عمرو دوسی،ثمامہ،حضرت عمرؓ قرآن مجید کی چند آیات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئے۔سورہ نحل کی 90 نمبر آیت نے ولید بن مغیرہ کو متاثر کیا۔اس نے قریش سے کہا:

> خدا کی قسم!اس میں خاص قسم کی حلاوت ہے اور اس کے اوپر ایک خاص رونق اور نور
> ہے۔اس کی جڑ اور شاخوں سے پتے نکلنے والے ہیں اور شاخوں پر پھل لگنے والے ہیں
> یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔(معارف القرآن)

1۔پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی کتاب:

قرآن مجید کی تاثیر کا اندازہ اس آیت سے ہوتا ہے،ارشاد الٰہی ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ(الحشر21:59)

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے

اس آیت میں قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔اگر قرآن کے ساتھ پہاڑوں کو خطاب کیا جاتا اور وہ عقل وشعور کی دولت سے مالامال ہوتے اور قرآنی کی وعظ ونصیحت کو سنتے تو وہ اپنی مضبوطی کے باوجود عاجزی کا اظہار کرتے اور اللہ تعالی کے خوف سے پھٹ جاتے۔

سماعت قرآن کا نبی اکرم ﷺ پر اثر:

حدیث نبویؐ کے مطابق قرآن مجید سننے کی وجہ سے حضورؐ پر رقت کی عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ: میں آپؐ کو قرآن سناؤں ،حالانکہ آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں دوسروں سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔ چناں چہ میں نے سورہ نسآء کی تلاوت شروع کر دی۔ جب میں اس آیت

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا(النسآء 41:4)

بھلا اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔

کی تلاوت پر پہنچا تو فرمایا ٹھہر جا جبکہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ [119]

مومنین پر اثر:

قرآن مجید کی تاثیر کی وجہ سے مومن دوران تلاوت ایک عجیب کیفیت اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ ایمانی کیفیت ہوتی ہے جو اللہ تعالی سے تعلق قائم کرنے اور قرآنی تعلیمات کو اپنے قلب و جگر میں اتارنے کا سبب بنتی ہے۔ قرآن مجید کو سننے کے دوران صحابہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وہ نہ چیختے تھے اور نہ تکلفات سے کام لے کر کسی مصنوعی کیفیت کا مظاہرہ کرتے تھے،بلکہ وہ ثبات وسکون، ادب و خشیت میں اس قدر ممتاز تھے کہ ان صفات میں کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔" [120]

تلاوت قرآن سے خشیت الہی کے ساتھ ساتھ قلبی سکون بھی حاصل ہوتا ہے۔ جسم اور دل کی نرمی ہی سکون کا حصول ہے جو اللہ تعالی کی رحمت سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن وسنت سے ہمیں تلاوت قرآن مجید سے ایمان کے اضافے، ہدایت اور سکون ورحمت جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ رحمت الہی کی اس طلب کے لئے ہمیں خاموش رہنے اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن مجید کو سننے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد الہی ہے:

وَ اِذَا قُرِیَٔ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَ اَنۡصِتُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ(الاعراف 204:7)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

غرض رحمت الہی کے طلبگار خاموشی اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن مجید کو سنتے ہیں تا کہ وہ قرآن مجید کو اپنے سینوں میں اتار سکیں۔

تعارف حدیث

1۔حدیث کا مفہوم:

حدیث کے لفظی معنی بات چیت، گفتگو اور نئی چیز کے ہیں۔حدیث حادثہ سے بھی ہے جس کے معنی ہوتے ہیں نیا پیش آنے والا واقعہ ،اس طرح حدیث کے معنی ہوئے نئی چیز۔عرب اپنے خیالات کا اظہار اشعار کے ذریعہ کرتے تھے۔آپ ﷺ نے ان کے برعکس اظہار خیال کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا جو حدیث کہلایا۔

2۔حدیث کی تعریف:

نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل، تقریر، اخلاقی خوبی یا تخلیقی خوبی کو حدیث کہا جاتا ہے۔تقریر سے مراد یہ ہے کسی نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی فعل سرانجام دیا آپ ﷺ نے نہ اس کے کرنے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا۔چونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اس لئے اس پر عمل کیا جائے گا۔

ایک محدث کے نزدیک:

ہر وہ چیز حدیث ہے جس کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جائے۔

3۔حدیث کی مذہبی حیثیت (حجیت حدیث):

آپ ﷺ کی نبوت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ معلم کتاب ہیں۔آپ ﷺ نے تلاوت قرآن مجید کے علاوہ اپنے قول و عمل سے اس کی تشریح فرمائی۔ آپ ﷺ کے انہی اقوال واحوال کا نام حدیث ہے جو تفسیر قرآن مجید اور فقہ اسلامی کا اہم ماخذ ہے۔اس سلسلہ میں اتباع رسول ﷺ سے متعلق ہر آیت حدیث کی دینی حیثیت کو واضح کرتی ہے۔ذیل میں اطاعت رسول اللہ ﷺ سے متعلق چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

ا۔اسوہ حسنہ:

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہر مومن کے لئے بہترین نمونہ موجود ہے۔ہر شعبہ زندگی سے وابستہ انسان آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔اگر کوئی سپہ سالار ہے تو بدر و حنین کے سپہ سالار کو دیکھے،اگر کوئی تاجر ہے تو وہ صداقت وامانت کا درس آپ ﷺ سے حاصل کرے،اگر کوئی استاد ہے تو وہ دارارقم اور درس صفہ کے انداز تعلیم سے استفادہ کرے وغیرہ وغیرہ۔دوسری طرف اگر کسی نے پانی پینا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق پانی پئے۔اگر کسی نے کھانا کھانا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کھائے۔آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ زندگی کے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا(الاحزاب 21:33)

تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

۲۔ واجب الاطاعت:

اللہ تعالی کے بعد آپ ﷺ کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ان کی نافرمانی کر کے اپنے نیک اعمال ضائع نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ(محمد33:47)

اے ایمان والو! خدا کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبر داری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو

۳۔ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت:

آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے احکامات انسانوں تک پہنچا رہے ہیں لہذا آپ ﷺ کی بات ماننا دراصل اللہ تعالی کی بات ماننا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء80:4)

جو شخص رسول کی فرماں بر داری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں بر داری کی

۴۔ رسول پر ایمان واطاعت کا حکم:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ تمام انسانوں کو اپنی نبوت سے آگاہ کریں اور ان کو دعوت ایمان واطاعت اس طرح دیں:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ
وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(الاعراف158:7)

تو اللہ پر اور اسے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیغمبر امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو اللہ پر اور اسکے (تمام) کلام پر ایمان رکھتے ہیں ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

کلمات سے مراد وہ باتیں ہیں جو اللہ رب العزت نے تورات، انجیل اور قرآن مجید میں فرمائی ہیں۔

۵۔ ہدایت کی اطاعت نبوی سے وابستگی:

رسول اللہ ﷺ ہدایت کا اہم ذریعہ ہیں، چنانچہ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں، ارشاد الہی ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا(النور 54:24) اور اگر تم اس کی فرماں برداری کروگے تو تم راہ پاؤگے۔

۶۔ حضورؐ بحیثیت شارع:

آپ ﷺ شریعت اسلامی کی تشریح اور عملی نمونہ فراہم کرنے والے ہیں، اس لئے آپ شارع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا(الحشر 7:59)

جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو

آپ ﷺ نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا معاذ کس کے مطابق فیصلہ کروگے کہا کتاب اللہ کے مطابق فرمایا اگر کتاب اللہ میں مسئلہ کا حل نہ پاؤ تو معاذ نے کہا سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت

رسول اللہ ﷺ میں بھی نہ پایا تو کیا کرو گے تو معاذ نے جواب دیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے خوشی سے حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ نبی کے فرستادے نے وہ بات کہی جس سے اللہ کا نبی خوش ہوا۔

قرآن مجید نے مردار کو حرام قرار دیا لیکن آپؐ نے مچھلی اور ٹڈی کو مردہ حالت میں حلال قرار دیا۔اسی طرح قرآن مجید نے خون کو حرام قرار دیا لیکن آپ ﷺ نے کلیجی اور تلی کو حلال قرار دیا۔یہ دراصل آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت ہے۔

۷۔ تعلیم حکمت:

آپ ﷺ کے نبوت کے مقاصد میں شامل تھا کہ آپ ﷺ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دیں گے۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران 164:3) وہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم فرماتا ہے۔

حکمت کو علٰحدہ اور مستقل حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔علماء امت متفق ہیں کہ حکمت سے مراد نبی کا خاص فہم ہوتا ہے جس کی رہنمائی اللہ تعالی کرتا ہے۔اس خاص فہم کو پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ وحی خفی کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔جس طرح نبی کے علم سے مراد وہ علم ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالی بذریعہ وحی عطا فرماتا ہے اسی طرح حکم یا حکمت سے وہ خاص فہم ہے جو وحی خفی سے ملتا ہے، اسی وحی خفی کو علماء حدیث بھی کہتے ہیں۔[121]

۸۔ کامیابی کی ضمانت:

دیگر چیزوں کے ساتھ اطاعت رسول ہی ایک ایسی چیز ہے جو ایک مسلمان کو کامیابی کی راہ سے ہمکنار کر سکتی ہے۔:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْفَازَفَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب 71:33)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی مراد پائے گا۔

اسی طرح احادیث میں بھی اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے۔صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین حدیث کو لکھتے، یاد کرتے اور ایک اہم دلیل کے طور پر مانتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کو کوئی معاملہ پیش آتا تو وہ لوگوں سے سوال کرتے کہ کسی کو اس سے متعلق کوئی حدیث یاد ہے؟ اگر کوئی حدیث سنا دیتا تو وہ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے۔

حضرت عمرؓ فرماتے: آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو قرآنی آیات کے بارے میں شبہات پیدا کر کے تم سے بحث ومجادلہ کریں گے۔ایسے لوگوں پر تم سنن واحادیث کے ذریعے گرفت کرو اس لئے کہ سنن والے کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے سامنے جب کوئی حدیث بیان ہوتی تو وہ اپنی رائے یا فیصلہ کو ترک کر دیتے۔

امام ابو حنیفہؒ: جب نبی ﷺ کی طرف سے کچھ آجائے تو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے۔

امام شافعیؒ: اجماع امت اس پر ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو کسی امتی کے قول پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔

امام مالکؒ: اس روضہ والے کی بات کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

امام احمد بن حنبلؒ: جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کر دیا وہ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گیا۔

حفاظت حدیث

حفاظت حدیث سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے حدیث کی حفاظت کی گئی ہے۔یہ ذرائع تین قسم کے ہیں یعنی حفظ، کتابت، تعامل امت۔

1۔حفظ:

حفظ سے مراد ہے زبانی یاد کرنا۔عربوں کا حافظہ قوی تھا۔اس لئے انہیں اشعار، خطبات، ضرب الامثال اور واقعات زبانی یاد تھے۔اپنے اور اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد رکھتے تھے۔اس لئے آپ ﷺ نے وہ مسائل جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں ان کو زبانی یاد رکھنے کی ترغیب دی۔عبد القیس کے وفد کو مسائل بتانے کے بعد فرمایا:انہیں یاد کرو اور جو پیچھے تمہارے علاقے میں ہیں، ان کو بھی آگاہ کرو۔اسی طرح قرآن مجید کے علاوہ احادیث کو زبانی بیان کرنے کی تعلیم دی۔خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جو لوگ حاضر تھے انہیں غیر موجود لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا۔

آپ ﷺ نے اس شخص کو دعا دی جو احادیث کو زبانی یاد کرتا ہے۔اللہ تعالی اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے مجھ سے حدیث سنی پھر اسے یاد کیا اور پھر اسی طرح اسے آگے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ وہ احادیث کو سننے کے بعد احادیث کو زبانی دہراتے رہتے۔مجلس نبوی کے ختم ہونے کے بعد ہر صحابی ان احادیث کو زبانی سناتا۔حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص وہ صحابی ہیں جو یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی نسبت زیادہ احادیث یاد تھیں۔آپ ﷺ صحابہ کرام کے کمزور حافظے کا علاج بھی فرماتے اور انہیں لکھنے کی ترغیب دیتے۔

صحابہ کرامؓ جب معلم کے طور پر کسی علاقے میں جاتے تو انہیں یہ نصیحت کرتے کہ "پس یاد کرو جیسے ہم یاد کر چکے ہیں۔" اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو 5374احادیث، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو 3630، حضرت عائشہؓ کو 2210، حضرت انس بن مالکؓ کو2286احادیث زبانی یاد تھیں۔اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے ہاں حدیث کے مذاکرہ کی بھی ترغیب ملتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کی زندگی مذاکرہ (زبانی سننے اور سنانے) پر موقوف تھی۔

کتابت:

عہد نبوی / جمع و تدوین حدیث کا پہلا دور:

ابتدا میں آپ ﷺ نے صرف قرآن مجید لکھنے کا حکم دیا۔اس کی حکمت یہ تھی کہ قرآن مجید اور احادیث کے متن میں فرق موجود رہے۔لیکن بعد میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کو لکھنے کی اجازت عنایت فرمائی۔اسی طرح ابو شاہ کو خطبہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔اس کے علاوہ عہد نبوی میں معاہدات، مکتوبات اور امان نامے وغیرہ لکھے گئے۔اس کے علاوہ کچھ صحائف کا ذکر ملتا ہے جن پر احادیث لکھی گئیں۔ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا صحیفہ صادقہ زیادہ مشہور ہے۔اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کے نیام میں موجود ہوتا تھا اور اس میں قصاص و دیت کے احکام درج ہوتے تھے۔خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ نے احادیث کو لکھ کر ایک صحیفہ کی شکل میں جمع کیا۔

احادیث کا ایک صحیفہ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے تحریر کیا۔اسے صحیفہ ہمام بن منبہ یا صحیفہ ابوہریرہؓ بھی کہا جاتا ہے۔یہ صحیفہ اپنی اصلی حالت میں امت کو وصول ہوا ہے۔کچھ عرصہ پہلے اس صحیفے کے دو مخطوطے (مخطوطہ ہاتھ سے لکھی گئی قدیم کتاب کو کہا جاتا ہے) دستیاب ہوئے۔جن میں سے ایک برلن سے اور دوسرا دمشق سے ملا اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔یہ صحیفہ حدیث کی کتاب مسند احمد میں

مکمل طور پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی احادیث صحیح بخاری کے متعلقہ ابواب میں موجود ہیں۔ اسی طرح موجودہ زمانے کی تحقیقات نے کئی خطوط اور وثیقہ جات کو ظاہر کیا ہے جن میں مصر کے بادشاہ مقوقس اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھے گئے خطوط خاص طور پر شامل ہیں۔

جمع و تدوین حدیث کا دوسرا دور:

پہلی صدی ہجری کے اختتام پر کئی صحابہ کرامؓ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ چنانچہ 99ھ میں عمر بن عبد العزیزؒ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ ان کی رحلت سے کہیں حدیث نبوی ختم نہ ہو جائے۔ چناں چہ انہوں نے اپنی سلطنت کے تمام علما کو یہ حکم دیا کہ احادیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کیا جائے۔ اس حکم کے نتیجے میں مدینہ کے امام ابن شہاب زہریؒ، کوفہ کے امام شعبیؒ اور شام کے امام مکحولؒ نے کتب تحریر کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی تابعین نے جمع و تدوین حدیث کے کام میں اپنا حصہ ڈالا۔

دوسری صدی ہجری میں احادیث نبویؐ کے علاوہ اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کے اقوال اور آثار اور تابعین کے فتاوی بھی جمع کئے گئے۔ ان میں سے امام ابو حنیفہؒ کی "کتاب الآثار"، امام مالکؒ کی کتاب "الموطا" اور سفیان ثوریؒ کی کتاب "جامع" زیادہ مشہور ہیں۔ فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی تدوین شرعی دلائل کی بنیاد پر ہوئی۔ جن میں کتاب اللہ کے بعد احادیث کو ایک مستقل ماخذ کی حیثیت حاصل رہی۔

جمع و تدوین حدیث کا تیسرا دور:

تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کا ایک حصہ مکمل ہو گیا۔ محدثین نے مسلمانوں کے ہر علاقے میں حدیث کو تلاش کیا۔ تمام بکھری ہوئی احادیث کو جمع کیا۔ اس دور میں احادیث کے علوم ایجاد کئے گئے۔ احادیث کی پہچان کے لئے اصول وضع کئے گئے اور احادیث کو چند اقسام میں تقسیم کیا گیا۔ راویوں کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے اسماء الرجال کا فن ایجاد ہوا۔ حدیث کو اس کے صحیح مقام پر لانے کے لئے جرح و تعدیل کا فن ایجاد ہوا۔ متن حدیث کی چھ صحیح اور معتبر کتابیں تالیف ہوئیں، جنہیں "صحاح ستہ" کا نام دیا گیا۔

صحاح ستہ کا مختصر تعارف:

صحاح: صحیح کی جمع ہے جبکہ ستہ چھ کو کہتے ہیں۔ صحاح ستہ سے مراد ہو احادیث کی چھ صحیح کتابیں۔ ان کتب کے صحیح ہونے پر تمام امت کے علماء متفق ہیں اس لئے انہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان چھ کتب میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہیں۔ کچھ علماء سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کو حدیث کی چھٹی کتاب شمار کرتے ہیں۔ ان کتب اور ان کے مولفین کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ صحیح بخاری:

اس کتاب کے مولف ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔ آپ بخارا میں 194ھ میں پیدا ہوئے اور 256ھ میں وفات پائی۔ علم حاصل کرنے کے لئے چھ سال تک حجاز میں رہے اور حدیث کو سننے کے لئے دور دراز کا سفر کیا۔ اسحاق بن راہویہ سے یہ کتاب لکھنے کی ترغیب ملی۔ علماء کی اکثریت کے نزدیک یہ کتاب قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ اس میں کل احادیث کی تعداد 9082 ہے۔

2۔ صحیح مسلم:

اس کتاب کے مولف کا نام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری ہیں۔ آپ کا تعلق بنو قشیر قبیلہ سے تھا۔ آپ کی پیدائش کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ آپ نیشاپور میں 202ھ میں یا 204ھ میں یا 206ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات 261ھ میں ہوئی۔ آپ امام بخاریؒ کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہ اور حرملہ سے حدیث کو سنا۔ اس کتاب میں احادیث کی کل تعداد 7275 ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو صحیحین بھی کہتے ہیں۔ ایسی احادیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہوں متفق علیہ کہلاتی ہیں۔

3۔ جامع ترمذی:

اس کتاب کے مولف کا نام ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی ہے۔ آپ ترمذ گاؤں میں 209ھ میں پیدا ہوئے اور اسی کی نسبت سے ترمذی کہلائے۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم بھی شامل ہیں۔ آپ زاہد اور متقی انسان تھے۔ آپ کی وفات 279ھ میں ہوئی۔ اس کتاب میں کل احادیث کی تعداد 3906 ہے۔

4۔ سنن ابو داؤد:

اس کتاب کے مؤلف ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ہیں جو 206ھ میں پیدا ہوئے اور 275ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب میں کل احادیث کی تعداد 4800 ہے۔

5۔ سنن نسائی:

اس کتاب کے مولف کا نام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی النسائی ہے۔ آپ کی پیدائش 215ھ میں خراسان کے شہر نساء میں ہوئی اور اسی نسبت سے نسائی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی وفات 303 ھ میں ہوئی۔ اس کتاب میں احادیث کی کل تعداد 5761 ہے جو زیادہ تر عبادات سے متعلق ہیں۔

6۔ سنن ابن ماجہ:

اس کتاب کے مولف ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ ہے۔ آپ 209ھ میں ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور قزوینی کہلائے۔ آپ نے 22 رمضان المبارک 273ھ کو قزوین میں وفات پائی۔ سنن ابن ماجہ میں احادیث کی کل تعداد 4341 ہے۔

اصول اربعہ کا مختصر تعارف:

اصول اربعہ سے مراد حدیث کی وہ کتابیں جو اہل تشیع کے نزدیک مستند ہیں اور فقہ جعفریہ انہی سے اخذ کی گئی ہے:

1۔ الکافی:

اس کے مولف ابو جعفر محمد بن یعقوب کُلینی ہیں، جن کی وفات 339ھ میں ہوئی۔

2۔ من لا یحضرہ الفقیہ :

اس کتاب کے مولف ابو جعفر محمد علی بن بابویہ قمی ہیں، جن کی وفات 381ھ میں ہوئی۔

3۔ الاستبصار:

اس کتاب کے مولف ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی ہیں، جن کی وفات 460ھ میں ہوئی۔

4۔ تہذیب الاحکام:

اس کتاب کے مولف ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی ہیں، جن کی وفات 460ھ میں ہوئی۔

منتخب آیات

ان آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح نصاب میں شامل ہے:

1۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا(الاحزاب 33: 70، 71)

ترجمہ: اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہا کرو، تمہارے (فائدے کے) لئے تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

تشریح: اس آیت میں دو اہم حکم دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ اللہ سے ڈرو: تقویٰ کے معنی ڈرنے اور بچنے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے احکامات پر عمل کرو اور اس کی نافرمانیوں سے بچو۔ اور دوسرا یہ کہ سیدھی بات کہا کرو یعنی صحیح بات، اعتدال پر مبنی بات، انصاف کی بات، دین اور حق کی بات، حق تک پہنچنے کا ارادہ رکھنے والی بات مراد ہے۔ جب تقویٰ کے ذریعہ دل اور سیدھی بات کے ذریعہ زبان درست ہو جائے گی تو ایک فائدہ یہ ہو گا کہ انسان کے باقی اعمال خود بخود صحیح ہو جائیں گے۔ تقویٰ کی وجہ سے ایک مسلمان گناہوں سے بچے گا اور نیکیاں زیادہ کرے گا، جس کی وجہ سے تمہارے اعمال خود بخود درست ہو جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کامیابی کا معیار بیان کیا گیا ہے، کیونکہ مختلف لوگوں کے ہاں کامیابی کے معیارات مختلف ہیں۔ بعض لوگ مال و دولت کا مل جان کامیابی سمجھتے ہیں، بعض لوگ جائیداد اور اچھے کاروبار کو کامیابی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اچھی ملازمت کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا معیار اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن و سنت کی پیروی کرنا ہی حقیقی اور بہت بڑی کامیابی ہے۔

2۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب 33:21)

ترجمہ: البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ایسا بہترین نمونہ موجود ہے جس کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ اس سیرت میں بہترین اور اعلیٰ اخلاق موجود ہے جس پر عمل کرنا تمہارے لئے لازم ہے مثلاً وہ دین اور جنگ میں ثابت قدم رہے اور مشکلات کو برداشت کرتے رہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اچھی ہمدردی کرنا ضروری ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کے رسول نے دین کی مدد کی ہے اسی طرح تم ان کی پیروی کرو اور دین کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بہترین ہے۔ سنتوں پر عمل کرنے سے جہاں جسمانی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوں گے وہیں پر آخرت کی کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی۔

3۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا(آل عمران 3:103)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

تشریح: اللہ کی رسی سے مراد دین اسلام یا قرآن مجید ہے۔ اسلام یا قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد ہے ان پر سختی سے عمل کیا جائے اور کسی صورت میں ان سے منہ نہ پھیرا جائے۔ اگر ان سے منہ پھیر کر ذاتی خواہشات کی پیروی کی گئی تو مسلمان فرقہ بندی کا شکار ہو جائیں گے۔ بغض و حسد اور خود غرضی جیسی اخلاقی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی، جن سے مسلمانوں کے درمیان نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہوں گے۔ یہ جذبات اسلام کے معاشرتی نظام کو تباہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے یہ آیت جہاں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتی ہے وہیں پر فرقہ بندی اور فرقہ پرستی سے روکتی ہے۔ اگر تمام مسلمان قرآن مجید کی تعلیمات پر اتفاق کر لیں اور اپنے اختلافات کا حل قرآن مجید میں تلاش

کریں، اسے اپنا رہبر اور رہنما بنالیں تو دشمنی اور نفرت کی بجائے اخوت، محبت، خلوص، ایثار اور ہمدردی جیسی صفات پیدا ہوں گی، جو اسلامی معاشرے کی شان ہیں۔

4۔**اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ** (الحجرات 13:49)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم سب میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

تشریح: انسانوں نے ذات پات، رنگ ونسل اور لب ولہجہ کو معیار فضیلت قرار دیا۔ ہندو ذات پات کی بنیاد پر برہمن کو سب سے اعلی اور شودر کو سب سے کم تر سمجھتے تھے۔ یورپ میں کالے اور گورے میں فرق کیا جاتا تھا۔ جزیرہ عرب میں عربی کو عجمی سے افضل تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے ان سب معیارات کو ختم کر کے تقوی کو معیار فضیلت قرار دیا۔ کہ جو جتنا زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور گناہوں سے بچنے والا ہے وہ اتنی زیادہ عزت کا حقدار ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقوی کے۔ جو جتنی زیادہ تقوی کی سطح بڑھالے گا وہ اللہ کے نزدیک اتنی زیادہ عزت کی سطح بڑھالے گا۔

5۔**اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِلَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ**(آل عمران 190:3)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اپنی توحید کے دو آفاقی دلائل بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اسی نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے اسی نے زمین وآسمان کو بغیر کسی نقشہ اور نمونہ کے پہلی مرتبہ تخلیق کیا ہے۔ اللہ تعالی نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ دنوں میں تخلیق کیا۔ پھر زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ آسمان سے پانی برسا کے زمین والوں کو مختلف فوائد سے نوازا۔ دنیا میں کوئی ایک چھت بغیر ستون کے قائم نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالی نے سات چھتوں کو بغیر ستونوں کے قائم فرمایا ہے۔

دوسری یہ کہ دن اور رات کا مختلف ہونا اور آنا جانا توحید الہی کی دلیل ہے۔ دن رات سے پہلے نہیں آسکتا اور رات دن سے پہلے نہیں آسکتا۔ کائنات کا یہ منظم و مربوط نظام اللہ تعالی کی وحدانیت پر گواہ ہے۔ پھر یہ کہ اگر اللہ دن کر دے تو کون ہے جو رات کو لے آئے گا اور اگر اللہ رات کر دے تو کون دن کو لے آئے گا؟ اللہ تعالی نے دن کو انسانوں کے کام کاج جبکہ رات کو ان کے آرام کے لئے بنایا ہے۔ ان دونوں طرح کی نشانیوں میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہل عقل سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی عقلوں کو دلائل میں غور وفکر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس کائنات کی تخلیق اور نظام میں غور وفکر سے ایمان قبول کرنے میں آسانی ہو گی۔

کائنات میں غور وفکر سے معرفت الہی یعنی اللہ تعالی کی پہچان نصیب ہو گی۔ اس کے برعکس ایسی سوچ جس میں خدا کے وجود کا انکار ہو یا نظام کائنات کو خود کار قرار دیا جائے دانشمندی نہیں ہے۔ دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ ایک مختار کل اور قادر مطلق بادشاہ ہی اس کائنات کے منظم و مربوط نظام کو چلا رہا ہے۔ اسی نے ہر چیز کو اپنے دائرہ عمل میں پابند کر دیا ہے۔

6۔**لَنْ تَنَالُواالبِرَّحَتّٰی تُنْفِقُوْامِمَّا تُحِبُّوْنَ**(آل عمران 92:3)

ترجمہ: تم نیکی میں کمال ہر گز حاصل نہیں کر سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جنہیں تم پسند کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں سب سے پسندیدہ چیز کو اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کامل نیکی یہ کہ محبوب چیز کو اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کر دیا جائے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے اپنے مال میں سے پسندیدہ چیزوں کا جائزہ لیا اور انہیں اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کر دیا۔ انسان کو اپنا مال اور اولاد بہت عزیز ہوتے ہیں، اس لئے انہیں آزمائش یا عذاب کا سبب قرار دیا۔ اگر ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا

جائے تو انسان نیکی میں کمال یا مکمل نیکی حاصل کر سکتا ہے۔ اس سے ایک طرف محبت الٰہی میں اضافہ ہو گا اور دوسرا یہ یقین پیدا ہو کہ ان چیزوں کا اصل مالک اللہ تعالی ہے، انسان کے پاس یہ چیزیں امانت ہیں اور ان چیزوں کو اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ اس سے زمانہ جاہلیت کے اس تصور کا بھی رد ہوتا ہے کہ مال کو اپنی ذات شہرت، عظمت اور فخر کے لئے خرچ نہیں کرنا چاہیے بلکہ انہیں اللہ تعالی کی رضا کے لئے خرچ کرنا چاہیے۔ ان سے کوئی ذاتی مقصد یا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ یہود و نصاری کے ذکر میں یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ ان کو اپنی ریاست بہت محبوب تھی جس کی وجہ سے وہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے جب تک وہ اپنی محبوب ریاست کو نہیں چھوڑیں گے، ایمان کی دولت حاصل نہیں کر سکیں گے۔

پھر "بر" یعنی نیکی کا تصور بہت وسیع ہے۔ قرآن مجید نے ایمانیات، اللہ تعالی کی محبت میں مال خرچ کرنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، وعدوں کو پورا کرنا، صبر کرنا اور ثابت قدمی اختیار کرنا ہی بر ہے۔ (البقرہ 177:2) نبی اکرم ﷺ نے اچھے اخلاق کو ہی اصل نیکی قرار دیا۔

7۔ **وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** (الحشر 7:59)

ترجمہ: جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو

تشریح: اگرچہ یہ حکم مال فے کے سلسلہ میں نازل ہوا لیکن مفسرین کے نزدیک اس آیت کے الفاظ عام ہیں۔ یہ آیت صرف اموال کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احکام بھی اس میں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تمہیں جن اچھی باتوں کا حکم کریں انہیں اختیار کر لو اور جن بری باتوں سے روکیں ان سے رک جاؤ۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی وحی سے احکامات حاصل کر کے تم تک پہنچا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی پیروی کرنا دراصل اللہ تعالی کی پیروی کرنا ہے۔ اس آیت میں اطاعت رسول کا حکم دیا جا رہا ہے اور اسلامی زندگی کو صحیح انداز میں گزارنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ احکامات ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے حاصل ہوں گے۔ یہ آیت حدیث رسول ؐ کی تشریعی حیثیت کو بھی واضح کر دیتی ہے۔

8۔ **اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ** (العنکبوت 45:29)

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

تشریح: آیت کے اس حصے میں نماز کا فائدہ اور اخلاقی پہلو بیان کیا جا رہا ہے۔ ایسی نماز جس میں انسان کی توجہ کا مرکز ذات الٰہی بن جائے اور بندہ میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ احکام الحاکمین کو دیکھ رہا ہے اور اس سے کلام کر رہا ہے، نماز کے تمام ارکان کو صحیح طور پر ادا کیا جائے تو ایسی نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روک سکتی ہے۔ آپ ﷺ کی محفل میں ایک شخص کا ذکر ہوا کہ نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا نماز پڑھنے والا عمل اسے برائی سے روک دے گا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور برائی بھی کرتا ہے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نماز کے وقت وہ برائی سے رک جاتا ہے۔ جتنی دیر وہ نماز پڑھے گا بے حیائی اور برائی سے رکا رہے گا۔ نماز کے بعد جو گناہ سے بچنا چاہے گا بچ جائے گا۔ جس طرح جسمانی بیماری کو ختم کرنے کے لئے دوائی اثر کرتی ہے اسی طرح روحانی اور اخلاقی بیماری کو ختم کرنے میں نماز طاقتور تاثیر رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ نماز اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے انسان کو بے حیائی اور برائی کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی۔

9۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام 164:6)

ترجمہ: اور ہر شخص جو کمائی (گناہ یا ثواب) کرتا ہے وہ اس کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

تشریح: ہر انسان اپنے اعمال کے ذریعہ جنت یا جہنم اور گناہ یا ثواب کماتا ہے۔ انسان جس طرح کے اعمال اختیار کرے گا اسی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ وہ اگر اچھے عمل کرے گا تو اسے جنت ملے گی اور وہ اگر برے عمل کرے گا تو اسے جہنم ملے گی۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے سولی چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح کفار مسلمانوں سے کہتے کہ تم ہمارے مذہب کو اختیار کر لو اگر تمہیں کوئی عذاب ہو گا تو ہم تمہاری جگہ اس عذاب کو بھگتیں گے۔ اللہ تعالی نے ان تمام باطل خیالات کو رد کر دیا اور فرمایا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کوئی شخص کسی دوسرے کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گا۔ اس دن ہر شخص کو اپنے اعمال کی فکر ہو گی اور نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ کوئی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ نہ ہی برادری، رشوت اور سفارش کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے۔ ماں بیٹے سے اور بیٹا باپ سے منہ پھیر لے گا۔ اس دن اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ ایمان اور عمل صالح ہو گا۔ اس دن معلوم ہو گا کہ ایمان اور عمل صالح کتنی قیمتی چیزیں تھیں؟

10۔اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ(النحل 16:90)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تشریح: یہ آیت قرآن مجید کی جامع ترین آیت ہے۔ اس آیت میں تمام خیر اور شر کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس آیت کو سن کر ایک پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالی عدل اور احسان کا حکم دے رہے ہیں۔ عدل کے معنی برابری، کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنا، کسی واجب حق کو ادا کرنا اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا کے ہیں۔ اس کے علاوہ حقوق میں توازن و تناسب قائم کرنا بھی عدل میں شامل ہے۔ قانونی طور پر انصاف کرنا قانونی عدل ہے۔ معاشرتی طور پر تمام مخلوقات کی خیر خواہی کرنا اور انہیں نقصان نہ پہنچانا معاشرتی عدل ہے۔ اپنے نفس کو ان تمام چیزوں سے بچانا جو آخرت میں اس کے لئے نقصان دہ ہیں عدل بالنفس ہے۔ اسی طرح دولت کی مساویانہ تقسیم اور معاشی توازن قائم کرنا معاشی عدل ہے۔ غیر مسلموں سے بھی عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ عدل ہی ہے جو تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

احسان کے معنی اچھا کرنے کے ہیں۔ اس سے مراد ہے: اچھا سلوک کرنا، ہمدردی کا رویہ اختیار کرنا، سخاوت سے کام لینا، اچھے اخلاق کو اختیار کرنا، کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور خود اپنے حصہ سے کم لینا۔ عبادات میں اخلاص کو احسان کا نام دیا گیا ہے۔ عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی احسان کیا جاتا ہے۔

برابر کا انتقام لینا عدل کہلاتا ہے جبکہ کسی کو اس کے جرم پر معاف کر دینا احسان کہلاتا ہے۔ عدل فرض جبکہ احسان نفل کی مانند ہے۔ عدل اگر معاشرے کی بنیاد ہے تو احسان اس کی خوبصورتی ہے۔ عدل اگر معاشرتی ناہمواریوں سے بچاتا ہے تو احسان معاشرے کو خوشگوار بناتا ہے۔ کسی کو اس کا حق پورا دینا عدل ہے تو حق سے زیادہ عطا کرنا احسان ہے۔ غرض احسان عدل سے بڑھ کر ہے۔ اس آیت میں جہاں لین دین کے معاملات میں انصاف کا حکم دیا گیا ہے وہیں عقائد، اخلاق اور اعمال میں بھی انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت کی جامعیت کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے خطبہ جمعہ کے آخری حصہ میں شامل کیا۔

11۔اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَ وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوْنَ(الحجر 15:9)

ترجمہ: یقیناً یہ نصیحت ہم نے ہی اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تشریح: قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی الہامی کتابیں اپنی اصلی زبان اور اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان میں تبدیلی کر دی گئی اور انسانی خیالات شامل ہو گئے۔ ان کے برعکس قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے۔ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود یہ کتاب اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ سابقہ الہامی کتب ایک خاص علاقے، زمانے اور قوم کے لئے تھیں اور ان کی حفاظت

کرنا ان کے مخاطبین کی ذمہ داری تھی جبکہ قرآن مجید قیامت تک کے تمام انسانوں، تمام زمانوں اور ہر عالم کے لئے ہدایت کا ذریعہ تھی اس لئے اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے۔ اس کتاب کو حفظ اور کتابت کے ذریعے محفوظ کیا گیا۔ آج تک اس کتاب میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکا۔

12۔**یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاکُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ**(البقرہ183:2)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔

تشریح: صوم کے لفظی معنی رک جانے اور چپ رہنے کے ہیں۔ اسکی جمع صیام آتی ہے۔ یہ ایک شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بعض حلال امور سے بچنے کا نام روزہ ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں۔ مریض اور مسافر کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔ روزہ سابقہ امتوں پر بھی فرض تھا۔ روزہ اسلام کے ارکان میں سے تیسرا اہم رکن ہے ۔روزہ سے نفس پر قابو پایا جاسکتا ہے اور تقوی جیسا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ روزہ انسان کے اندر خوف خدا پیدا کرتا ہے اور گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ جہاں روزہ مسلمان میں نیکی کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے وہیں اس کے دل میں گناہوں یعنی اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے نفرت بھی پیدا کرتا ہے۔ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور روزہ انسان کو صبر کرنا سکھاتا ہے۔ صبر ہی انسان کو اللہ تعالی کے قریب کرتا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہی ہے۔

منتخب احادیث

1۔**اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی**

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور بے شک ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔

2۔**اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ**

بے شک مجھے اس لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔

3۔**لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ**

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

4۔ **لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ**

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

5۔**اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ**

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

6۔**لَا یَرْحَمْهُ اللهُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ**

اللہ تعالی اس پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

7۔**کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ**

ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت

8۔مَاعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ

وہ محتاج نہیں ہو گا جس نے میانہ روی (درمیانی چال چلنا) اختیار کی۔

9۔مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْهِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ

جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالی اسے جنت کے راستوں میں سے کسی راستہ پر چلا دیتے ہیں۔

10۔اَلْمُوْ مِنُ اَخُوْ الْمُوْمِنُ کَالْجَسَدَ الْوَاحِدِ اِنِ اشْتِکٰی شَیْئًا مِّنْهُ اَلَمَ ذٰلِکَ فِی سَائِرِ جَسَدِهٖ

مومن مومن کا بھائی ہے جیسے ایک جسم اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہو گی تو وہ اپنے سارے جسم میں اس تکلیف کو محسوس کرے گا۔

11۔**اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ**

جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

12۔**اِنَّ الصِّدْقَ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّوَاِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ**

بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

معروضی سوالات

باب اول:

بنیادی عقائد

نمبر شمار	کثیر الانتخابی امتحانی سوالات	درست جواب
1	عقیدہ کا لفظ ماخوذ ہے:(ا)عقد(ب) قاعد(ج) قعد(د) عقدہ	عقد
2	عقیدہ کے لفظی یا لغوی معنی ہیں:(ا)باندھنا(ب) گرہ(ج) گرہ لگائی ہوئی چیز(د) محبت	گرہ لگائی ہوئی چیز
3	عقائد سے مراد ہے:(ا)اصطلاحات(ب) اعمال صالحہ(ج) اخلاق فاضلہ(د) پختہ ،اٹل نظریات	پختہ ،اٹل نظریات
4	انسان کے پختہ اور اٹل نظریات۔۔۔ کہلاتے ہیں:(ا)عبادات(ب)عقائد(ج) ارکان(د) احکامات	عقائد
5	عقیدہ کی مثال(ا)شاخ(ب)پودا(ج) بیج(د) پھول	بیج
6	اسلام کے بنیادی عقائد کی تعداد:(ا)5(ب)6(ج)7(د)8	5
7	عقائد۔۔۔پر حکمرانی کرتے ہیں(ا)ہاتھوں(ب) آنکھوں(ج) دل ودماغ(د) کانوں	دل ودماغ پر
8	عمل کی مثال(ا)شاخ(ب)اگنے والا پودا(ج) بیج(د) پھول	اگنے والا پودا
9	تمام انبیا نے اپنی دعوت کا آغاز۔۔۔کی اصلاح سے کیا(ا)عقائد(ب) اعمال(ج) خاندان(د) اخلاق	عقائد
10	اسلام کے بنیادی عقائد میں اول عقیدہ(ا)توحید(ب) رسالت(ج) آخرت(د) ایمان بالملائکہ	توحید
11	توحید کے لفظی معنی(ا)خدا ماننا(ب) شریک کرنا(ج) ایک ماننا(د) دو ماننا	ایک ماننا
12	تمام انبیاء کرام کی دعوت کا بنیادی نکتہ (ا) توحید(ب) رسالت(ج) آخرت(د) اعمال صالحہ	توحید
13	اللہ تعالٰی نے کل کتنے آسمان تخلیق کئے:(ا)5(ب)6(ج)7(د)8	7
14	دنیا کا سب سے پہلا انسان کس عقیدہ کا قائل تھا؟(ا)توحید(ب) رسالت(ج) آخرت(د) ایمان بالملائکہ	توحید
15	توحید کا قائل۔۔۔۔نہیں ہوتا(ا)سست(ب) کمزور(ج) غافل(د) ناامید	ناامید
16	الھۃ جمع ہے:(ا)الوہ(ب)الٰہ(ج)الھین(د)الوہیت	الٰہ
17	سورج کی یہ مجال نہیں کہ۔۔۔کو جا پکڑے(ا)ستارے(ب) سیارے(ج) چاند(د) آسمان	چاند
18	۔۔۔توحید کی ضد ہے(ا)شرک(ب) منافقت(ج) جھوٹ(د) کفر	شرک
19	شرک کے لفظی معنی:(ا)رشتہ داری(ب) حصہ داری(ج) عملداری(د) دوستی	حصہ داری
20	شرک کی اقسام کی تعداد:(ا)دو(ب) تین(ج) چار(د) پانچ	تین
21	حصہ داری اور ساجھے پن کس کے لفظی معنی ہیں(ا)توحید(ب) رسالت(ج) آخرت(د) شرک	شرک

22	قرآن مجید نے کس عمل کو ظلم عظیم قرار دیا(ا)زنا(ب)دہشت گردی(ج)شرک(د)قتل	شرک
23	کس گناہ کو اللہ تعالی معاف نہیں کرے گا(ا)زنا(ب)دہشت گردی(ج)شرک(د)قتل	شرک
24	توحید کے بعد درجہ ہے(ا)ایمان بالملائکہ(ب)رسالت(ج)آخرت(د)ایمان بالکتب	رسالت
25	پیغام پہنچانا۔۔۔کے لفظی معنی ہیں(ا)توحید(ب)رسالت(ج)آخرت(د)شرک	رسالت
26	پہلے نبی تھے:(ا)حضرت آدمؑ(ب)حضرت نوحؑ(ج)حضرت ادریسؑ(د)حضرت یونسؑ	حضرت آدمؑ
27	دنیا کے پہلے انسان تھے:(ا)حضرت آدمؑ(ب)حضرت نوحؑ(ج)حضرت ادریسؑ(د)حضرت یونسؑ	حضرت آدمؑ
28	ابو البشر کس نبی کا لقب ہے:(ا)حضرت آدمؑ(ب)حضرت نوحؑ(ج)حضرت ادریسؑ(د)حضرت یونسؑ	حضرت آدمؑ
29	اللہ تعالی نے ہر قوم / اقوام عالم کی طرف۔۔۔بھیجے(ا)سردار(ب)انبیا(ج)قائد(د)سپہ سالار	انبیا
30	زبور نازل ہوئی(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت داوٗدؑ
31	تورات کس پیغمبر پر نازل ہوئی(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت موسیٰؑ
32	انجیل نازل ہوئی(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت عیسیٰؑ
33	بعض رسل پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا(ا)شرک(ب)کفر(ج)منافقت(د)حسد	کفر
34	سلسلہ نبوت کس سے شروع ہوا(ا)حضرت آدمؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت آدمؑ
35	نبی کے لغوی / لفظی معنی ہیں(ا)پیغام دینے والا(ب)سنانے والا(ج)خبر دینے والا(د)پڑھانے والا	خبر دینے والا
36	وحی کے لفظی / لغوی معنی(ا)پیغام(ب)اشارہ(ج)گفتگو(د)حکم	اشارہ
37	وحی کی۔۔صورتیں ہیں(ا)3(ب)4(ج)5(د)6	3
38	دین کس نبی پر مکمل ہوا(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت محمد ﷺ
39	خاتم النبیین کس نبی کی صفت ہے(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت محمد ﷺ
40	عقیدہ ختم نبوت قرآن، حدیث اور۔۔سے ثابت ہے(ا)اجماع(ب)قیاس(ج)عرف(د)تعامل	اجماع
41	ختم کے لفظی معنی ہیں(ا)نبھانا(ب)ڈرانا(ج)ختم کرنا(د)مہر لگانا	مہر لگانا
42	شریعت محمدی نے سابقہ شرائع کو۔۔کر دیا۔(ا)بحال(ب)ایجاد(ج)منسوخ(د)جاری	منسوخ
43	کس خلیفہ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کیا(ا)اول(ب)دوم(ج)سوم(د)چہارم	اول
44	انبیا کی خصوصیت ہے(ا)معصومیت(ب)جادوگری(ج)دولت مندی(د)غربت	معصومیت
45	رسول اللہؐ۔۔کی طرف مبعوث ہوئے(ا)تمام انسانوں(ب)فرشتوں(ج)بنی اسماعیل(د)بنی اسرائیل	تمام انسانوں
46	صفی اللہ لقب ہے(ا)حضرت آدمؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت آدمؑ
47	ذبیح اللہ لقب ہے(ا)حضرت اسماعیلؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت اسماعیلؑ
48	کلیم اللہ لقب ہے(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت عیسیٰؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت موسیٰؑ
49	آدم ثانی(دوسرا آدم)ہیں:(ا)حضرت موسیٰؑ(ب)حضرت داوٗدؑ(ج)حضرت نوحؑ(د)حضرت محمدؐ	حضرت نوحؑ

50	حضرت عیسیٰؑ کا لقب (ا) حبیب اللہ (ب) خلیل اللہ (ج) روح اللہ (د) کلیم اللہ	روح اللہ
51	وہ نبی جسے زندہ آسمان پر اٹھایا گیا (ا) حضرت موسیٰؑ (ب) حضرت داؤدؑ (ج) حضرت عیسیٰؑ (د) حضرت محمدؐ	حضرت عیسیٰؑ
52	محمد ﷺ کے لفظی معنی ہیں (ا) احسان کرنے والا (ب) خوبصورت (ج) سب سے زیادہ تعریف کیا گیا (د) سب سے زیادہ تعریف کرنے والا	سب سے زیادہ تعریف کیا گیا
53	حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام (ا) حضرت آسیہؑ (ب) حضرت فاطمہؓ (ج) حضرت مریمؑ (د) حضرت عائشہؓ	حضرت مریمؑ
54	اسرائیل کس نبی کا لقب ہے (ا) حضرت موسیٰؑ (ب) حضرت داؤدؑ (ج) حضرت عیسیٰؑ (د) حضرت یعقوبؑ	حضرت یعقوبؑ
55	حضرت یوسفؑ کے والد کا نام (ا) حضرت موسیٰؑ (ب) حضرت داؤدؑ (ج) حضرت یعقوبؑ (د) حضرت محمدؐ	حضرت یعقوبؑ
56	حضرت اسماعیلؑ کے والد کا نام (ا) حضرت ابراہیمؑ (ب) حضرت ابراہیمؑ (ب) حضرت داؤدؑ (ج) حضرت عیسیٰؑ (د) حضرت محمدؐ	حضرت ابراہیمؑ
57	حضرت ابراہیمؑ کا لقب تھا (ا) حبیب اللہ (ب) خلیل اللہ (ج) روح اللہ (د) کلیم اللہ	خلیل اللہ
58	حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کس نے پھینکا؟ (ا) فرعون (ب) نمرود (ج) ابوجہل (د) قارون	نمرود
59	تمام انبیاء کرام جنس کے لحاظ سے تھے (ا) مرد (ب) فرشتے (ج) جن (د) خواتین	مرد
60	ملائکہ ۔۔ کی جمع ہے (ا) مِلک (ب) ملکوت (ج) مَلَکٌ (د) مُلک	مَلَکٌ
61	مَلَکٌ کے لفظی / لغوی معنی ہیں (ا) بادشاہ (ب) ملکیت (ج) قاصد (د) فرشتہ	قاصد
62	مَلَکٌ کی جمع (ا) ملک (ب) ملکیت (ج) ملوکیت (د) ملائکہ	ملائکہ
63	ملائکہ کا دوسرا نام ہے (ا) مالک (ب) نبی (ج) غلام (د) رسول	رسول
64	فرشتے اللہ تعالیٰ کی ۔۔ مخلوق ہیں (ا) خلائی (ب) ناری (ج) نورانی (د) خاکی	نورانی
65	فرشتے ۔۔ سے پیدا کئے گئے (ا) ہوا (ب) نور (ج) مٹی (د) آگ	نور
66	حضرت میکائیل ۔۔ پر مامور ہیں (ا) نگرانی (ب) وحی لانے (ج) جان نکالنے (د) بارش برسانے	بارش برسانے
67	حضرت عزرائیلؑ ۔۔ پر مامور ہیں (ا) صور پھونکنے (ب) جان نکالنے (ج) تقسیم رزق (د) بارش برسانے	جان نکالنے
68	فرشتہ کو عربی زبان میں کہتے ہیں (ا) ملک (ب) نار (ج) جن (د) نور	ملک
69	ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہیں (ا) جبرائیلؑ (ب) میکائیلؑ (ج) اسرافیلؑ (د) عزرائیلؑ	حضرت عزرائیلؑ
70	کونسا فرشتہ روز قیامت صور پھونکے گا (ا) جبرائیلؑ (ب) میکائیلؑ (ج) اسرافیلؑ (د) عزرائیلؑ	حضرت اسرافیلؑ
71	شیطان / ابلیس ۔۔ ہے (ا) جن (ب) نور (ج) فرشتہ (د) انسان	جن
72	نبی کے علاوہ رسول کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا ہے؟ (ا) فرشتہ (ب) کتب (ج) جن (د) وحی	فرشتہ
73	فرشتے تعداد میں کتنے ہیں (ا) ہزاروں (ب) لاکھوں (ج) اربوں (د) لاتعداد	لاتعداد
74	آخری الہامی کتاب کا نام ہے (ا) زبور (ب) تورات (ج) انجیل (د) قرآن مجید	قرآن مجید
75	عالمگیر اور محفوظ آسمانی / الہامی کتاب (ا) زبور (ب) تورات (ج) انجیل (د) قرآن مجید	قرآن مجید
76	قرآن مجید ہمیشہ کے لئے ۔۔ سے محفوظ ہے (ا) تحریف (ب) شیاطین (ج) کفار (د) زیادتی	تحریف

77	رزق اور بارش کی ذمہ داری کس فرشتہ کی ہے (ا) جبرائیلؑ (ب) میکائیلؑ (ج) اسرافیلؑ (د) عزرائیلؑ	حضرت میکائیلؑ
78	حضرت محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے نہیں (ا) چچا (ب) کزن (ج) باپ (د) دادا	باپ
79	مشہور آسمانی کتابوں کی تعداد (ا) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ	چار
80	لفظ قرآن کے معنی ہیں: (ا) کتاب (ب) تلاوت کرنا (ج) لکھی ہوئی کتاب (د) بکثرت پڑھی جانے والی کتاب	بکثرت پڑھی جانے والی کتاب
81	زندہ زبان والی الہامی کتاب ہے (ا) تورات (ب) زبور (ج) انجیل (د) قرآن مجید	قرآن مجید
82	مکمل ضابطہ حیات ہے (ا) تورات (ب) زبور (ج) انجیل (د) قرآن مجید	قرآن مجید
83	نزول کے اعتبار سے پہلی الہامی کتاب (ا) تورات (ب) زبور (ج) انجیل (د) قرآن مجید	تورات
84	آخرت کے لفظی / لغوی معنی۔۔۔ میں آنے والی (ا) پہلے (ب) بعد (ج) دائیں (د) بائیں	بعد
85	دنیا کے لفظی / لغوی معنی (ا) بری چیز (ب) اچھی چیز (ج) قریب کی چیز (د) دور کی چیز	قریب کی چیز
86	برے لوگ مقام میں رہیں (ا) نعیم (ب) جحیم (ج) سجین (د) علیین	جحیم
87	آخرت کے مقابلہ میں لفظ / متضاد (ا) دنیا (ب) پہلا (ج) زندگی (د) دوسرا	دنیا
88	دنیا کا متضاد / مقابلہ میں لفظ (ا) آخرت (ب) ارواح (ج) برزخ (د) قبر	آخرت
89	نجات اور فلاح کے لئے ضروری ہے (ا) عمل (ب) ایمان و عمل صالح (ج) نماز (د) روزہ	ایمان و عمل صالح
90	۔۔۔ عقائد اسلام میں سے ہے (ا) زکوٰۃ (ب) روزہ (ج) نماز (د) آخرت	آخرت
91	حشر کے معنی ہیں (ا) حساب لینا (ب) تقسیم کرنا (ج) اکٹھا کرنا (د) پھیلانا	اکٹھا کرنا
92	جنت و دوزخ کا تعلق ہے (ا) برزخ سے (ب) آخرت کی زندگی (ج) یوم حساب (د) دنیاوی زندگی	آخرت کی زندگی
93	آخرت کی زندگی ہے (ا) کچھ عرصہ کی (ب) دائمی (ج) عارضی (د) ختم ہونے والی	دائمی

مختصر امتحانی سوالات کے جوابات

بنیادی عقائد

1۔ عقیدہ کے لغوی / لفظی معنی بیان کریں؟

ج۔ عقیدہ کا لفظ "عقد" سے ماخوذ ہے جس کے معنی گرہ لگانا اور باندھنا کے ہیں۔ اس طرح عقیدہ کے معنی ہوئے گرہ لگائی ہوئی یا باندھی ہوئی چیز۔

2۔ عقیدہ کے اصطلاحی معنی / تعریف بیان کریں؟

ج۔ انسان کے پختہ اور اٹل نظریات عقائد کہلاتے ہیں۔

3۔ عقیدہ اور عمل کو مثال سے واضح کریں؟

ج۔ عقیدہ کی مثال بیج جیسی جبکہ عمل اس سے اگنے والے پودے کی مانند ہے۔

4۔ کوئی سے دو بنیادی عقائد بیان کریں؟

ج۔ عقیدہ توحید: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالٰی کو اس کی ذات، صفات اور عبادات میں ایک مانا جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ کیا جائے۔
عقیدہ رسالت: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالٰی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کرام بھیجے وہ سب اللہ تعالٰی کی طرف سے سچے نبی تھے اور ان پر وحی آتی تھی۔

5۔ اسلام کے بنیادی عقائد بیان کریں؟

ج۔ توحید، رسالت، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، آخرت

6۔ عقیدہ عمل پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

ج۔ عقیدہ کی مثال بیج جیسی ہے اور عمل اس سے اگنے والے پودے کی مانند ہے۔ پودے میں بیج کا اثر موجود ہوتا ہے لہذا عمل میں عقیدے کا اثر موجود ہوتا ہے۔ انسان جس طرح کے عقائد اختیار کرے گا اسی طرح کا اثر اس کے عمل میں موجود ہو گا۔

8۔ عقائد پر ایک جامع آیت یا اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ ولٰكِنَّ البِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ واليوم الاٰخرِ والملٰئكةِ والكتٰبِ والنبيّٖنَ(البقرہ2:177)

لیکن اصل نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا۔

9۔ معارف ربوبیہ کی تعریف لکھیں؟

ج۔ ایسے تمام تصورات جن کا ادراک فطری اور پیدائشی طور پر انسان میں موجود ہو، معارف ربوبیہ کہلاتے ہیں۔

10۔ معارف سمعیہ کی تعریف لکھیں؟

ج۔ ایسے تمام تصورات جو قرآن و سنت اور اجماع امت پر مشتمل ہوں، معارف سمعیہ کہلاتے ہیں۔

عقیدہ توحید

1۔ توحید کا مفہوم / لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں؟

ج۔ توحید کے لفظی معنی ہیں ایک ماننا، یکتا جاننا۔ اس کے اصطلاحی معنی (تعریف) یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور عبادات میں ایک مانا جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ تسلیم کیا جائے۔

ربوبیت اور الوہیت اور اسماء اور صفات میں سے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اسے ایک ماننا توحید ہے۔

2۔ اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ بیان کریں؟

ج۔ اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ

(1) اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور عبادات میں ایک مانا جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ تسلیم کیا جائے۔

(2) ربوبیت اور الوہیت اور اسماء اور صفات میں سے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اسے ایک ماننا توحید ہے۔

3۔ سورہ اخلاص کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، معبود برحق ہے جو بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

4۔ عقیدہ توحید پر ایک آیت کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس رحمان ورحیم کے سوا کوئی معبود نہیں۔

5۔ توحید کی اقسام کے نام لکھیں؟

ج۔ توحید فی الذات توحید فی الصفات توحید فی العبادات

6۔ توحید فی الذات اور توحید فی الصفات میں کیا فرق ہے؟

ج۔ توحید فی الذات سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں ایک ماننا۔ اس کا کوئی ماں باپ نہیں، نہ ہی وہ کسی کا بیٹا ہے۔ جبکہ توحید فی الصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کا مالک ہے جو اس کے سوا کسی کی نہیں ہیں۔ وہ اپنے سننے، دیکھنے اور جاننے وغیرہ جیسی صفات میں لاشریک ہے۔

7۔ آیت بغیر اعراب کے مکمل کریں: والٰھکم الٰہ۔۔۔۔

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

8۔ کلمہ طیبہ میں کس چیز کا اقرار کیا جاتا ہے؟

ج۔ کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ ماننے اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننے کا اقرار کیا جاتا ہے۔

9۔ انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے چار اثرات تحریر کریں؟

۱۔ عقیدہ توحید سے انسان کو عزت نفس ملتی ہے ۲۔ عقیدہ توحید سے انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے

۳۔ عقیدہ توحید کا ماننے والا تنگ نظر نہیں ہوتا ۴۔ عقیدہ توحید انسان کو بہادر بنا دیتا ہے

10۔ توحید فی الافعال سے کیا مراد ہے؟

ج۔توحید فی الافعال سے مراد ہے کہ اللہ اپنے تمام اعمال میں واحد ہے اور کوئی اس کا شریک اور مدد گار نہیں۔

11۔توحید فی الذات پر ایک قرآنی آیت لکھیں؟

ج۔قُل ھُوَ اللہُ اَحَد (یہ آیت توحید کی تمام اقسام کی وضاحت میں لکھی جاسکتی ہے)

12۔توحید فی العبادۃ پر ایک قرآنی آیت لکھیں؟

ج۔وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ(بنی اسرائیل 23:17)اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی ہی کی عبادت کرو۔

13۔توحید فی الافعال پر کسی آیت کا حوالہ دیں؟

ان اللہ یفعل مایشاء

14۔چار صفات الھیہ بیان کریں؟

ا۔اللہ تعالٰی تمام مخلوقات کا خالق ہے 2۔اللہ تعالٰی تمام مخلوقات کو رزق دینے والا ہے 3۔وہ کائنات کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے۔ 4۔وہ دعاؤں کا سننے والا ہے۔

15۔وجود باری تعالٰی پر دلائل دیں؟

ج۔جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اس کے بنانے والے کا خیال آتا ہے۔جیسے عمارت کو دیکھ کر معمار اور موبائل کو دیکھ کر انجینیئر کا خیال آتا ہے اسی طرح کائنات کو دیکھ کر اس کے خالق اور مالک اللہ تعالٰی کی یاد آتی ہے۔

16۔اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ(آل عمران 190:3)کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

17۔لیس کمثلہ شیئ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

18۔توحید کے ثبوت میں عقلی دلیل کے طور پر کسی آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔اگر ان دونوں(زمین و آسمان)میں اللہ تعالٰی کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

19۔توحید کے دو تقاضے بیان کریں؟

ج۔اللہ کا خوف کرتے ہوئے گناہوں سے بچنا۔2۔اسی کے حضور بندگی اور عبادات بجالانا

20۔منعم حقیقی سے کیا مراد ہے؟

ج۔اس کا معنی ہے حقیقت میں نعمتوں کا عطا کرنے والا جو کہ اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔اس لئے اسے ہی منعم حقیقی سمجھتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔

21۔اِن الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

شرک

1۔شرک کے لفظی / لغوی معنی تحریر کریں؟

ج۔شرک کے لفظی معنی حصہ داری کرنا، ساجھے پن، شریک کرنا اور ملاوٹ کرنا کے ہیں۔

2۔شرک کے اصطلاحی معنی / تعریف لکھیں؟

ج۔کسی کو اللہ تعالٰی کی ذات، صفات، عبادات یا افعال میں شریک کرنا اور اسے اللہ جیسا یا اس کے برابر سمجھنا یا اللہ کا معاون سمجھنا شرک ہے۔

3۔شرک کی اقسام بیان کریں؟

ج۔ذات میں شرک، صفات میں شرک، صفات کے تقاضوں (عبادات) میں شرک

4۔کس گناہ کو ظلم عظیم کہا گیا؟

ج۔شرک کو ظلم عظیم کہا گیا۔

5۔ذات میں شرک کرنے سے کیا مراد ہے؟

ج۔اللہ تعالٰی کی ذات میں شرک کرنے سے مراد ہے کہ اللہ تعالٰی کی ذات میں کسی کو حصہ دار بنایا جائے۔ جیسے اللہ تعالٰی کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالٰی کی اولاد بنانا۔

6۔صفات کے تقاضوں میں شرک سے کیا مراد ہے؟

ج۔کسی کو اللہ تعالٰی کی عبادات اور افعال میں شریک کرنا۔ جیسے اللہ کے علاوہ کسی اور کو اولاد دینے والا سمجھنا اور اس سے یہ توقع کرنا کہ وہ اولاد عطا کرے گا۔

7۔مذمت شرک میں ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟ شرک کو قرآن پاک میں کیا کہا گیا ہے؟

ج۔بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

8۔صفات الٰہیہ میں شرک کیسے کیا جاتا ہے؟

ج۔اللہ تعالٰی کی صفات میں کسی کو شریک کرنا جیسے کسی کو اس طرح خالق سمجھنا جیسے اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ کسی کو اللہ کی طرح عالم اور سمیع (سننے والا) سمجھنا۔

9۔ان اللہ لا یغفِرُ اَن یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔بے شک اللہ تعالٰی یہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا۔

10۔شرک فی الافعال سے کیا مراد ہے؟

ج۔اللہ تعالٰی کی صفات یا افعال میں کسی کو شریک کرنا مثلاً اللہ کے علاوہ کسی اور کو بھی رزق دینے والا سمجھنا۔

11۔شرک کے کیسے طریقے دنیا میں رائج رہے ہیں؟

ج۔دو خداؤں یعنی نیکی اور بدی کے خدا کو ماننا، تین خداؤں (تثلیث) کو ماننا، بت پرستی میں بتوں کو خدا کا سفارشی سمجھنا، کسی کو اللہ کی اولاد بنانا۔

12۔شرک کے چار نقصانات تحریر کریں؟

ج۔شرک سے تمام نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں ہو سکے گی۔ شرک کرنے والا اپنی مشکلات کے حل کے لئے در در کا محتاج ہو جاتا ہے۔ شرک کی وجہ سے انسان کی عزت نفس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

رسالت

1۔رسالت کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں؟رسالت کا مفہوم تحریر کریں؟

ج۔رسالت کے لفظی معنی ہیں پیغام پہنچانا۔رسالت سے مراد وہ پیغام پہنچانا ہے جو اللہ تعالٰی اپنے انبیا پر نازل کرتا ہے۔پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔

2۔رسول کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں؟نبی کے لغوی معنی لکھیں؟

ج۔رسول کے لفظی معنی ہیں پیغام پہنچانے والا۔رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالٰی انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کرتا ہے۔اسے نئی کتاب اور نئی شریعت عطا کی جاتی ہے۔ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے۔نبی کے لغوی معنی ہیں "خبر دینے والا"۔

3۔سب سے پہلے اور آخری نبی کا نام بیان کریں؟

ج۔سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ تھے جبکہ سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

4۔رسول کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

انسانوں کو کتاب اللہ،احکامات الٰہیہ کی تشریح کے لئے اور عملی نمونہ کی فراہمی کے لئے ایک رسول کی ضرورت پیش آتی ہے۔

5۔رسول اور نبی میں کیا فرق ہے؟

ج۔رسول ایک نئی کتاب اور شریعت لے کر آتا ہے جبکہ نبی پر کوئی نئی کتاب یا شریعت نازل نہیں ہوتی بلکہ وہ سابقہ نبی کی شریعت اور کتاب پر عمل کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

6۔وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں؟

ج۔وحی کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا یا چپکے سے کوئی بات دل میں ڈال دینا۔وحی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالٰی اپنے انبیا کے ساتھ کلام کرتا ہے۔

7۔وحی کی صورتیں تحریر کریں؟

ج۔وحی کی تین صورتیں ہیں:براہ راست دل میں بات ڈالنا،پردے کے پیچھے سے اور فرشتہ کے ذریعے کلام کرنا۔

8۔عقیدہ رسالت پر ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

9۔انبیا ورسل کی چار خصوصیات تحریر کریں؟

ج۔بشریت،معصومیت،احکام الٰہی کو پہنچانا،واجب الاطاعت ہونا۔

10۔صاحب کتاب رسل کی تعداد کتنی ہے؟

ج۔ایک حدیث کے مطابق ان کی تعداد 313 بیان کی گئی ہے جن میں سے چار زیادہ مشہور ہیں۔

11۔انبیا کی کل تعداد کتنی ہے؟

ج۔آپ ﷺ نے انبیا کی کل تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان فرمائی ہے۔

12۔قرآن میں جن انبیا کے نام بیان ہوئے ہیں ان میں سے چار کے نام تحریر کریں؟

ج۔حضرت آدمؑ،حضرت ابراہیمؑ،حضرت یوسفؑ،حضرت محمد ﷺ۔

13۔وہ کون سے نبی ہیں جنہوں نے شیر خواری میں کلام کیا؟ وہ کون سے نبی ہیں زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟ وہ کون سے نبی ہیں جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے؟

ج۔ حضرت عیسٰیؑ

14۔بنی اسرائیل کس نبی کی اولاد میں سے ہیں؟

ج۔ حضرت یعقوبؑ

15۔حضرت موسٰیؑ کے بھائی کا کیا نام تھا؟

ج۔ حضرت ہارونؑ

16۔ابوالبشر کس نبی کا لقب ہے؟

ج۔ حضرت آدمؑ

17۔آدم ثانی کس نبی کو کہا جاتا ہے؟

ج۔ حضرت نوحؑ

18۔ابوالانبیا کس نبی کا لقب ہے؟

ج۔ حضرت ابراہیمؑ

19۔وہ دو نبی کون سے ہیں جو باپ بیٹا ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی ہیں؟

ج۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ

20۔وہبیت سے کیا مراد ہے؟ کیا نبوت محنت و کوشش سے حاصل کی جا سکتی ہے؟

ج۔ وہبیت سے مراد یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالٰی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ یہ عبادت اور ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔

21۔معصومیت سے کیا مراد ہے؟

ج۔ معصومیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالٰی کے تمام نبی گناہوں سے پاک تھے۔ وہ کبھی اپنے ارادے سے گناہ کرنے والے نہیں تھے۔ اللہ تعالی ان کی حفاظت کرتا ہے جس کی وجہ سے شیطان ان کے اقوال واعمال میں مداخلت نہیں کر سکتا۔

22۔انبیا کی خصوصیت "امین" سے کیا مراد ہے؟

ج۔ انبیا انتہائی امانت دار ہستیاں ہوتی ہیں جو اللہ تعالی کا پیغام بغیر کسی کمی بیشی کے پوری امانت داری کے ساتھ انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔

23۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے۔

24۔رسالت محمدی کی خصوصیت کاملیت سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ پر دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ دین قیامت تک کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

25۔ تکمیل دین والی آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

26۔رسالت محمدی کی خصوصیت عمومیت سے کیا مراد ہے؟

ج۔اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیا ایک خاص قوم،ایک خاص علاقہ اور ایک خاص زمانے کے لئے بھیجے گئے لیکن آپ ﷺ تمام اقوام عالم، تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

27۔سنت نبوی کی حفاظت کیسے ہوئی؟

ج۔اللہ تعالی نے محدثین کی ایک جماعت کو پیدا فرمایا جنہوں نے حدیث کو یاد کیا اور ایسے اصول ایجاد کئے جن کے ذریعہ سے سنت نبوی کو محفوظ بنایا گیا۔

28۔لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔یقینا تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

29۔اسلامی عقائد میں ختم نبوت کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

ج۔یہ انتہائی اہم عقیدہ ہے۔یہ عقیدہ قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔اس عقیدہ پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

30۔عقیدہ ختم نبوت کن تین چیزوں سے ثابت ہے؟

ج۔ یہ عقیدہ قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

31۔خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

ج۔خاتم النبیین سے مراد ہیں سلسلہ نبوت کا اختتام کرنے والے آخری نبی اور یہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ قرآن مجید کے تمام مفسرین نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے ہیں۔

32۔رسالت محمدی تمام انسانوں کے لئے ہے، آیت قرآن کا حوالہ دیں؟

ج۔قُل یٰاَیھَا الناس اِنّی رَسُولُ اللہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف 158:7)

فرما دیجیے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالی کا رسول ہوں۔

33۔ختم نبوت کا مفہوم تحریر کریں؟

ج۔ختم کے معنی مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا، کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا کے ہیں۔ختم نبوت سے مراد ہے کہ حضرت آدمؑ سے رسالت و نبوت کا شروع ہونے والا حضرت محمد ﷺ پر پہنچ کر ختم ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوئی،اس لئے آپ ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسول ہیں۔اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ ہی رسول آسکتا ہے۔

34۔ختم نبوت کے بارے میں ایک آیت یا حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔آیت: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ(الاحزاب 40:33)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تاہم اللہ کے رسول اور تمام انبیا میں سے آخری نبی ہیں۔

حدیث: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

35۔دو خصائص نبوی تحریر کریں؟

ج۔ آپ ﷺ اللہ تعالٰی کے آخری نبی ہیں۔آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب محفوظ ہے۔

ایمان بالملائکہ

1۔فرشتوں کے لئے کون سے الفاظ استعمال کئے گئے؟ فرشتوں کے لئے لفظ رسول کیوں استعمال ہوا؟

ج۔ فرشتوں کے لئے ملک اور رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو رسول اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔

2۔ ملائکہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں / آپ ملائکہ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

ج۔ ملائکہ کا لفظ، مَلَکٌ کی جمع ہے، جس کے معنی قاصد کے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے لئے رسول کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ فرشتے اللہ تعالی کی نورانی مخلوق ہے جو اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق کائنات میں مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔

3۔ فرشتوں کی دو صفات بیان کریں؟

ج۔ فرشتے اللہ تعالی کی نورانی مخلوق ہے جو اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق کائنات میں مختلف کام سر انجام دیتے ہیں۔

4۔ چار مشہور فرشتوں کے نام لکھیں؟

ج۔ حضرت جبرائیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ، حضرت عزرائیلؑ

5۔ فرشتوں کے چار فرائض بیان کریں؟

ج۔ انسانی اعمال لکھنا، لیلۃ القدر کو نازل ہونا، درود پاک پڑھنا، وحی لانا، جنت جہنم کی نگرانی۔

6۔ حضرت جبرائیلؑ کے ذمہ کیا کام ہے؟

ج۔ انبیاو رسل تک وحی لانا۔

7۔ حضرت میکائیل کے ذمہ کیا کام ہے؟

ج۔ بارش برسانااور رزق تقسیم کرنا

8۔ حضرت عزرائیل کے ذمہ کیا کام ہے؟

ج۔ جانداروں کو موت دینا

9۔ حضرت اسرافیل کے ذمہ کیا کام ہے؟

ج۔ قیامت سے پہلے اور قیامت کے دن صور پھونکنا۔

10۔ قبر میں حساب لینے والے فرشتوں کو کیا کہا جاتا ہے؟

ج۔ منکر نکیر

ایمان بالکتب

1۔ چار مشہور الہامی کتب کن انبیا پر نازل ہوئیں؟

ج۔ تورات۔۔۔ حضرت موسیٰؑ زبور۔۔۔۔ حضرت داوٗدؑ انجیل۔۔۔ حضرت عیسیٰؑ قرآن مجید۔۔۔ حضرت محمد ﷺ

2۔ آسمانی کتب کے نام زمانی ترتیب سے تحریر کریں؟

ج۔ تورات، زبور، انجیل، قرآن مجید۔

3۔ سابقہ الہامی کتب پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام کتب اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے پیغمبروں پر نازل کی ہیں۔

4۔انجیل کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟

ج۔انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بشارت اور خوشخبری کے ہیں۔

5۔انجیل کی تعریف بیان کریں؟

ج۔وہ کتاب جس کے ذریعہ حضرت عیسیٰؑ نے حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

6۔الہامی کتب کے مشترک تصورات بیان کریں؟

ج۔تمام الہامی کتابوں میں دین کی بنیادی باتیں مشترک تھیں۔بنیادی عقائد جیسے عقیدہ توحید ،توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات ، عقیدہ رسالت اور آخرت پر ایمان کی تعلیم ہر الہامی کتاب کے اندر موجود تھی۔اسی طرح ایمان کے ساتھ عمل صالح اور اخلاق کی تعلیم نیز جزاو سزا کا تصور بھی ان کتب میں موجود تھا۔لیکن ہر زمانے میں وقت کے تقاضے مختلف ہونے کی وجہ سے شرائع کے تفصیلی قوانین مختلف تھے۔

7۔قرآن کے لغوی / لفظی معنی تحریر کریں؟

ج۔بار بار پڑھی جانے والی کتاب یا سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب

8۔قرآن کا اصطلاحی مفہوم / تعریف بیان کریں؟

ج۔اللہ تعالٰی کا وہ مقدس کلام جو اس نے وحی ملکی کے ذریعہ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر آہستہ آہستہ نازل کیا۔

9۔حفاظت قرآن پر ایک آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن کا ترجمہ تحریر کیجیے؟

ج۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن(الحجر9:15) ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں

10۔محفوظ کتاب سے کیا مراد ہے؟

ج۔قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتب میں تحریف یعنی تبدیلی ہو چکی ہے۔ان میں انسانی خیالات شامل ہو چکے ہیں۔یہ کتابیں اپنی اصلی زبان اور اصلی حالت میں دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ان کے برعکس قرآن مجید اپنی اصلی حالت اور اپنی اصلی زبان میں موجود ہے۔اس حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ تعالی کی ذات ہے، جس نے اسے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھا ہے۔اس کے علاوہ مسلمانوں نے بھی اس کتاب کو حفظ ،کتابت اور اپنے اجتماعی عمل کے ذریعے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

11۔قرآن مجید کی چار خصوصیات لکھیں؟

ج۔یہ ایک محفوظ کتاب ہے۔یہ ایک زندہ زبان والی کتاب ہے۔اس کتاب کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔اس کتاب میں عبرت و نصیحت کے لئے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

12۔واضح کریں کہ قرآن مجید کتاب اعجاز ہے؟

ج۔قرآن مجید اپنی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے۔قرآن مجید جن قریش کی زبان میں نازل ہوا ان کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا۔وہ اپنے آپ کو عرب (فصیح اللسان)اور باقی دنیا کو عجم یعنی گونگا سمجھتے تھے۔وہ بہت بڑے شاعر،ادیب اور خطیب تھے۔قرآن مجید نے انہی کی زبان میں کلام کرکے ان کو گونگا کر دیا۔انہیں کہا گیا کہ تمام جن وانس قرآن کے مقابلے میں ایک کتاب بنا کے لاؤ وہ کتاب نہ بنا سکے ،پھر کہا گیا کہ دس سورتیں بنا کے لاؤ وہ نہ بنا سکے پھر انہیں کہا گیا کہ اس کتاب جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ لیکن وہ نہ بنا سکے۔اس لئے قرآن کتاب معجز ہے جس نے عربوں کو عاجز اور لاجواب کر کے رکھ دیا۔

13۔واضح کریں کہ قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے؟

ج۔ قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابیں محدود رہنمائی پر مشتمل تھیں۔ کوئی کتاب اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھی۔ کسی کتاب میں فقہی مسائل کو بیان کیا گیا تھا۔ کسی میں دعائیں اور مناجات تھیں۔ لیکن قرآن مجید نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے۔ اس میں کئی علوم جیسے معیشت، معاشرت، تجارت، تاریخ، فلسفہ، سائنس وغیرہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب جامع اور مکمل ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل 89:16) اور ہم نے آپؐ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان ہے

14۔ واضح کریں کہ قرآن مجید ایک زندہ زبان والی کتاب ہے؟

ج۔ سابقہ الہامی کتب جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ اب دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔ بہت کم تعداد ان لوگوں کی موجود ہے جو یہ زبانیں جانتے ہیں۔ ان کے برعکس قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ زبان اب بھی اسی طرح دنیا میں موجود ہے۔ یہ زبان بیس سے زائد ممالک کی قومی زبان ہے۔ تمام مسلم ممالک میں اس کی تدریس اور تفہیم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

عقیدہ آخرت

1۔ آخرت کے معنی بیان کریں؟ اس کا متضاد بھی بیان کریں؟

ج۔ آخرت کے لفظی معنی ہیں "بعد میں ہونے والی چیز"۔ اس کا متضاد دنیا ہے جس کے معنی ہیں "قریب کی چیز"۔

2۔ عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم بیان کریں؟

ج۔ عقیدہ آخرت سے مراد ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا کر اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس دن انسان کا اعمال نامہ اس کے سامنے ہو گا۔ وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور برائی کو بھی دیکھے گا۔ اس کے ایمان واعمال کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

3۔ حشر کا مفہوم بیان کریں؟

ج۔ حشر کے معنی اکٹھا کرنا کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی تمام مخلوقات کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔

4۔ برزخ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ برزخ کے لفظی معنی پردے کے ہیں۔ موت کے بعد قیامت تک کے وقت کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

5۔ قیامت کا علم کس کو ہے؟

ج۔ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

6۔ قیامت کی چار نشانیاں؟

ج۔ اولاد کا نافرمان ہونا، دجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰؑ کا نازل ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

7۔ عاقبت کا لغوی معنی بیان کریں؟

ج۔ عاقبت کے لفظی معنی انجام یا پیچھے آنے والی چیز کے ہیں۔

8۔ قرآن حکیم میں الیوم الآخر کتنی مرتبہ آیا ہے؟

ج۔ یہ مرکب توصیفی قرآن مجید میں چھبیس مرتبہ بیان ہوا ہے۔

9۔ عقیدہ آخرت سے متعلق ایک قرآنی آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ (المومنون 23: 115)

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

10۔انسانی زندگی پر عقیدہ آخرت کے چار اثرات تحریر کریں؟

ج۔انسان نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے۔وہ دنیا کے مال کو عارضی سمجھتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔یہ عقیدہ انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔اس عقیدہ سے انسان میں بہادری کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

11۔منکرین آخرت کے شبہات لکھیں؟

ج۔کیا ہماری ہڈیاں جب ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو انہیں کون زندہ کرے گا؟

ہمارے لئے یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔

12۔وضاحت کریں کہ عقیدہ آخرت پر ایمان لانے سے انسان بہادر ہو جاتا ہے؟

ج۔ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جانے کا خوف انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لئے ہے جبکہ دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔عقیدہ آخرت کا یہ تصور اسے بہادر بنا دیتا ہے۔وہ اللہ تعالی کے راستے میں جان قربان کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شہادت کی موت کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے فنا نہیں ہو گا بلکہ جنت میں ہمیشہ کی زندگی گزارے گا۔

13۔اسلام میں عقیدہ آخرت کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

ج۔عقیدہ آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے۔یہ متقین کی صفت ہے کہ وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔

14۔عقیدہ آخرت کے چار فوائد تحریر کریں؟

ج۔عقیدہ آخرت سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔انسان میں نیکی کی طرف رغبت اور برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔انسان میں فرائض کو ادا کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا ہے جس سے غریبوں کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔

15۔نجات اور فلاح کے لئے کن دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

ج۔نجات اور فلاح کے لئے ایمان اور عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔

16۔قل یحیھا الذی انشاھااول مرۃ کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔فرما دیجیے کہ وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

17۔ان الابرار لفی نعیم کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔یقینا نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔

18۔آخرت کے سلسلہ میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کریں؟

ج۔قرآن مجید میں آخرت پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ آخرت کب قائم ہو گی۔آخرت پلک جھپکنے سے بھی قریب ہے۔اس دن اعمال کا وزن ہو گا۔جس نے نیک عمل کئے ہوں گے اسے نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے گا جبکہ جس نے برے عمل کئے ہوں گے اس کے لئے عذاب اور جہنم ہے۔

باب دوم:

اسلامی تشخص

نمبر شمار	کثیر الانتخابی سوال	درست جواب
1	ارکان اسلام کی تعداد (ا) چار (۲) پانچ (۳) چھ (۴) سات	پانچ
2	ایسے بنیادی اصول جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔۔۔۔ کہلاتے ہیں۔ (ا) عقائد اسلام (۲) ارکان اسلام (۳) عبادات (۴) احکامات	ارکان اسلام
3	اسلام کی عمارت۔۔۔ ستونوں پر قائم ہے: (ا) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	پانچ
4	کلمہ شہادت کے حصے ہیں (ا) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	دو
5	اسلام کا پہلا رکن ہے (ا) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ	کلمہ شہادت
6	کلمہ شہادت میں کن دو چیزوں کا ذکر موجود ہے؟ (ا) توحید ورسالت (۲) امن وسلامتی (۳) دین ودنیا کی بھلائی (۴) کتاب وسنت	توحید ورسالت
7	تیسرے کلمے کا نام بتائیں؟ (ا) کلمہ طیبہ (۲) کلمہ شہادت (۳) کلمہ تمجید (۴) کلمہ توحید	کلمہ تمجید
8	کلمہ طیبہ میں کتنے نقطے ہیں؟ (ا) دو (۲) تین (۳) دس (۴) ایک بھی نہیں	ایک بھی نہیں
9	اسلامی نظام عبادات میں سب سے پہلا اور اہم جزو۔۔۔ ہے (ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	نماز
10	قیامت کے دن سب سے پہلا سوال۔۔ کے بارے ہو گا۔ (ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	نماز
11	اسلام میں ترک نماز کی حیثیت: (ا) شرک (۲) عقیدہ (۳) کفر (۴) عدل	کفر
12	دین کا ستون ہے: (ا) نماز (۲) اخلاق (۳) عدل (۴) صبر	نماز
13	اجتماعی نماز کا ثواب انفرادی نماز کے مقابلے میں۔۔۔ گنا زیادہ ہے۔ (ا)20 (۲)27 (۳)80 (۴)100	27
14	نماز کا حکم۔۔ ہے۔ (ا) فرض (۲) سنت (۳) نفل (۴) مستحب	فرض
15	نماز کس رات میں فرض ہوئی؟ (ا) شب قدر (۲) شب برات (۳) شب ہجرت (۴) شب معراج	شب معراج
16	نماز سے متعلق درست بیان کی نشاندہی کریں: (ا) صرف امت مسلمہ پر فرض (۲) ہر امت پر فرض (۳) نفلی عبادت (۴) مالی عبادت	ہر امت پر فرض
17	نماز علامت / نشانی ہے: (ا) عدل (۲) رواداری (۳) مساوات (۴) اخوت	مساوات
18	نماز۔۔ عبادت ہے: (ا) مالی (۲) بدنی (۳) معاشی (۴) معاشرتی	بدنی
19	۔۔۔ مومن کی معراج ہے: (ا) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) خوشحالی (۴) شرافت	نماز
20	مسلمان دن میں۔۔ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں۔ (ا) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	پانچ

21	نماز پنجگانہ صرف۔۔۔پر فرض کی گئی(ا) بنی اسرائیل (۲) امت محمدؐیہ (۳) یہود (۴) عیسائی	امت محمدؐیہ
22	عبادت قبول ہوتی ہے(ا) چھپانے سے (۲) پابندی سے (۳) رزق حلال سے (۴) دکھاوے سے	رزق حلال سے
23	آسمان پر کون سا اسلام کا رکن فرض ہوا؟(ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	نماز
24	نماز پڑھتے ہوئے مسلمان اپنے رب سے (ا) باتیں کرتا ہے (۲) ڈرتا ہے (۳) شکایت کرتا ہے (۴) دعا کرتا ہے	باتیں کرتا ہے
25	۔۔۔کے بعد نماز جمعہ فرض ہوئی(ا) ہجرت مدینہ (۲) صلح حدیبیہ (۳) فتح مکہ (۴) حجۃ الوداع	ہجرت مدینہ
26	پانچ فرض نمازوں کی فرض رکعات کی کل تعداد(ا)17 (۲)18 (۳)19 (۴)20	17
27	سورج گرہن کے وقت کون سی نماز ادا کی جاتی ہے (ا) کسوف (۲) خسوف (۳) استسقاء (۴) اشراق	کسوف
28	تہجد کا لغوی معنی ہے (ا) نیند توڑ کر اٹھنا (۲) سونا (۳) جلدی کرنا (۴) رات کو ادا کی جانے والی نماز	نیند توڑ کر اٹھنا
29	نماز استسقا۔۔کے لئے ادا کی جاتی ہے؟(ا) بارش (۲) سورج گرہن (۳) چاند گرہن (۴) حاجت	بارش
30	وضو کے فرائض کی تعداد(ا) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	چار
31	وضو کی سنتوں کی تعداد (ا) بارہ (۲) تیرہ (۳) چودہ (۴) پندرہ	تیرہ
32	مستحبات وضو کی تعداد(ا)5 (۲)6 (۳)7 (۴)9	5
33	غسل کے فرائض کی تعداد(ا)3 (۲)4 (۳)5 (۴)6	3
34	غسل میں سنتوں کی تعداد(ا)5 (۲)6 (۳)7 (۴)8	5
35	تیمم کا حکم کب نازل ہوا؟(ا)4ھ (۲)5ھ (۳)6ھ (۴)7ھ	4ھ
36	تیمم کے فرائض کی تعدا(ا)3 (۲)4 (۳)5 (۴)6	3
37	قرآن مجید میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر۔۔مرتبہ آیا ہے۔(ا)32 (۲)33 (۳)34 (۴)35	32
38	زکوٰۃ کے لفظی معنی(ا) پاک کرنا (۲) خوش کرنا (۳) مدد کرنا (۴) جستجو کرنا	پاک کرنا
39	زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرح(ا)2 فیصد (۲) 2.5 فیصد (۳)3 فیصد (۴)4 فیصد	2.5 فیصد
40	سونے کی زکوٰۃ کا نصاب (ا) ساڑھے پانچ تولہ (۲) ساڑھے چھ تولہ (۳) ساڑھے سات تولہ (۴) ساڑھے آٹھ تولہ	ساڑھے سات تولہ
41	اللہ تعالیٰ۔۔۔کو مٹاتا ہے (ا) سود (۲) صدقہ (۳) مال (۴) کتاب	سود
42	زکوٰۃ کسی مال پر۔۔۔سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے؟(ا) 1 (۲) 2 (۳) 3 (۴) 4	ایک سال
43	اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد۔۔پر ہے (ا) زکوٰۃ (۲) انشورنس (۳) ٹیکس (۴) بینک	زکوٰۃ
44	چاندی کا نصاب زکوٰۃ کتنے تولہ ہے؟(ا)52.5 (۲) 53.5 (۳) 54.5 (۴)55.5	52.5
45	زکوٰۃ۔۔پر فرض ہے (ا) صاحب نصاب (۲) دولتمند (۳) سرمایہ دار (۴) صاحب استطاعت	صاحب نصاب
46	زکوٰۃ۔۔۔سے لی جاتی ہے (ا) امرا (۲) غارمین (۳) مستحقین (۴) فقرا	امرا

47	مصارف زکوٰۃ کا ذکر ہے(ا)سورہ توبہ (۲) سورہ البقرہ(۳)سورہ احزاب (۴) سورہ فیل	سورہ توبہ
48	غارمین سے مراد ہیں(ا) مقروض (۲) فقیر (۳) مسکین (۴) پڑوسی	مقروض
49	مصارف زکوٰۃ کی تعداد(ا)8 (۲) 9 (۳)10 (۴)11	8
50	زکوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی(ا) دوست (۲) دشمن (۳) ہمسایہ (۴) ماں	ماں
51	زکوٰۃ صدقات کی تقسیم میں ترجیح دی جائے(ا) رشتہ داروں کو(۲) والدین کو(۳) غیر مسلموں کو (۴) دوستوں	رشتہ داروں کو
52	حج کس اسلامی مہینے میں ادا کیا جاتا ہے(ا) ذی الحج(۲) ذیقعدہ(۳) محرم (۴) صفر	ذی الحج
53	سعی کی جاتی ہے(ا) عرفات (۲) منیٰ (۳) صفا مروہ (۴) بیت اللہ	صفا مروہ
54	صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کو کہتے ہیں(ا) سعی (۲) رمی (۳) حلق (۴) استلام	سعی
55	مقبول حج ہے(ا) حج مبرور (۲) بذریعہ جہاز (۳) بذریعہ ریل (۴) پیدل	حج مبرور
56	حج ایک۔۔۔عبادت ہے(ا) منفرد (۲) جامع (۳) نمایاں (۴) جائزہ	جامع
57	تمام عبادات کی روح۔۔۔میں موجود ہے(ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	حج
58	حج کی فرضیت کی آیت۔۔۔۔سورہ میں ہے(ا) بقرہ (۲) آل عمران (۳) نسآء (۴) مائدہ	آل عمران
59	حضور اکرم ﷺ نے کتنے حج ادا کئے(ا) ایک (۲) دو (۳) تین (۴) چار	ایک
60	قربانی یادگار ہے(ا) حضرت ابراہیمؑ (۲) حضرت اسماعیلؑ (۳) حضرت اسحاقؑ (۴) حضرت نوحؑ	حضرت ابراہیمؑ
61	حج کی تیاری رکھو یہ بھی ایک۔۔۔ہے(ا) جہاد (۲) محبت (۳) زکوٰۃ (۴) اطاعت	جہاد
62	مسلمان حج سے۔۔۔ہو کر لوٹتا ہے(ا) دکھی (۲) گناہوں سے پاک (۳) امیر (۴) خوش	گناہوں سے پاک
63	۔۔پر حج فرض ہے(ا) صاحب نصاب (۲) صاحب استطاعت (۳) صاحب وسعت (۴) صاحب مال	صاحب استطاعت
64	حج کی استطاعت اور شرعی عذر کے بغیر حج نہ کرنے والا۔۔۔کی موت مرے گا۔ (ا) کافر (۲) یہودی یا عیسائی (۳) منافق (۴) مسلمان	یہودی یا عیسائی
65	حدیث نبویؐ کی رو سے افضل جہاد(ا) روزہ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج مبرور	حج مبرور
66	حج میں شیطان کو کنکریاں کہاں مارتے ہیں(ا) عرفات (۲) منیٰ (۳) مزدلفہ (۴) صفا مروہ	منیٰ
67	حج کس ہجری سال میں فرض ہوا؟(ا)2ھ (۲)7ھ (۳)9ھ (۴)11ھ	9ھ
68	حج کی کتنی اقسام ہیں(ا) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	تین
69	خانہ کعبہ / بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانے کو کہا جاتا ہے(ا) رمی (۲) سعی (۳) طواف (۴) استلام	طواف
70	حج کے لئے مخصوص لباس(ا) احرام (۲) کفن (۳) انصرام (۴) رمل	احرام
71	حج کے دوران کتنے خطبے دیئے جاتے ہیں(ا) ایک (۲) دو (۳) تین (۴) چار	ایک
72	خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کالا پتھر(ا) حجر اسود (۲) مقام ابراہیم (۳) حجر ابیض (۴) حجر احمر	حجر اسود

73	حضور اکرم ﷺ نے خطبہ حج یا آخری خطبہ دیا(ا) منیٰ (۲) عرفات (۳) مزدلفہ (۴) مسجد حرام	عرفات
74	خطبہ حج ارشاد فرمایا جاتا ہے(ا) 9ذوالحج (۲) 10 ذوالحج (۳) 11 ذوالحج (۴) 12 ذوالحج	9ذوالحج
75	صوم کے لفظی معنی (ا) رک جانا (۲) چل پڑنا (۳) دوڑ پڑنا (۴) بیٹھ جانا	رک جانا
76	قرآن مجید کس مہینے میں نازل ہوا؟(ا) محرم (۲) ربیع الاول (۳) رجب (۴) رمضان	رمضان
77	تقویٰ کا لغوی معنیٰ (ا) پرہیز گاری (۲) نیکی (۳) عبادت (۴) امداد باہمی	پرہیز گاری
78	روزے کا مقصد ہے (ا) تقویٰ (۲) علم (۳) تکلیف (۴) خوشی	تقویٰ
79	قبولیت روزہ کی اہم شرائط (ا) ایمان واحتساب (۲) بھوکا رہنا (۳) نماز پڑھنا (۴) تلاوت کرنا	ایمان واحتساب
80	روزہ کب فرض ہوا (ا) 2ھ (۲) 3ھ (۳) 8ھ (۴) 9ھ	2ھ
81	نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بدن / جسم کی زکوٰۃ ہے (ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) کلمہ شہادت	روزہ
82	کسی اسلامی رکن کے معنی ہیں رک جان (ا) صوم (روزہ) (۲) صلاۃ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	صوم
83	نبی اکرم ﷺ نے رمضان کو۔۔ کا مہینہ قرار دیا (ا) بھوک (۲) صحت (۳) بچت (۴) غمگساری	غمگساری
84	رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات (ا) شب قدر (۲) شب معراج (۳) شب ہجرت (۴) شب برات	شب قدر
85	پاکستان کی تشکیل کس اسلامی مہینے میں ہوئی (ا) رمضان (۲) شعبان (۳) رجب (۴) محرم	رمضان
86	جہاد کے لغوی معنیٰ (ا) کوشش کرنا (۲) روزی کمانا (۳) لڑنا (۴) ڈرنا بچنا	کوشش کرنا
87	جہاد بالسیف کی اقسام (ا) 2 (۲) 3 (۳) 8 (۴) 9	2
88	جہاد سے مراد ہے (ا) دین کی سربلندی (۲) وطن کا دفاع (۳) جان کا دفاع (۴) قوم کا دفاع	دین کی سربلندی
89	جہاد اکبر کہا گیا (ا) جہاد بالنفس (۲) جہاد بالعلم (۳) جہاد بالمال (۴) جہاد بالقلم	جہاد بالنفس
90	جہاد اکبر۔۔ کے خلاف ہے (ا) دشمن (۲) برائی (۳) سود (۴) خواہش نفس	خواہش نفس
91	کس رکن اسلام کو بدن کی صحت کہا گیا (ا) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ	روزہ
92	ستر نمازوں سے زیادہ ثواب ہے (ا) روزہ رکھنے میں (۲) جہاد کرنے میں (۳) تبلیغ کرنے میں (۴) مال خرچ کرنے میں	جہاد کرنے میں
93	اللہ کی محبت کے بعد ہمیں محبت کرنی چاہیے (ا) اپنے والدین سے (۲) اپنی اولاد سے (۳) اپنی رشتہ دار سے (۴) انبیاء سے	انبیاء سے
94	اللہ تعالیٰ کے بعد ہماری محبت کا مستحق (ا) حضرت آدمؑ (۲) حضرت نوحؑ (۳) حضرت عیسیٰؑ (۴) حضرت محمدﷺ	حضرت محمدﷺ
95	حوض کوثر پر دیدار نبوی سے محروم (ا) دین میں نئی باتیں نکالنے والے (۲) یہودی (۳) منافق (۴) مرتد	دین میں نئی باتیں۔
96	محبت الٰہی کی لازمی شرط (ا) اطاعت الٰہی (۲) اطاعت صحابہؓ (۳) اتباع رسولﷺ (۴) عبادت	اتباع رسولﷺ

97	راہ خدا میں زیادہ تکالیف پہنچائی گئیں (۱) حضرت نوحؑ (۲) حضرت آدمؑ (۳) حضرت عیسیٰؑ (۴) حضرت محمدؐ	حضرت محمدؐ
98	حقوق کی کتنی اقسام ہیں؟ (۱) دو (۲) تین (۳) چار (۴) پانچ	دو
99	ایک سچا مسلمان حقوق اللہ کے ساتھ محترم سمجھتا ہے؟ (۱) غیر مسلموں کے حقوق (۲) حقوق العباد (۳) جانوروں کے حقوق (۴) غیر ملکیوں کے حقوق	حقوق العباد
100	آنحضور ﷺ نے زیادہ زور دیا (۱) محنت (۲) اطاعت والدین (۳) حقوق کی ادائیگی (۴) زکوٰۃ کی ادائیگی	حقوق کی ادائیگی
101	اللہ حقوق کو معاف نہیں کرے گا (۱) فرشتوں کے (۲) جنات کے (۳) جانوروں کے (۴) بندوں کے	بندوں کے
102	ـــ کا نافرمان جنت کی خوشبو سے محروم (۱) والدین (۲) اولاد (۳) زوجین (۴) رشتہ داروں	والدین
103	اسلام استاد کو ـــ مقام دیتا ہے (۱) بہتر (۲) عزت والا (۳) نیچا (۴) اونچا	اونچا
104	حضرت محمدؐ نے فرمایا تیرے ـــ باپ ہیں (۱) تین (۲) چار (۳) پانچ (۴) چھ	تین
105	معاشرے میں انسان کے زیادہ مددگار (۱) والدین (۲) اولاد (۳) زوجین (۴) رشتہ داروں	والدین
106	قرآن مجید میں ہمسائے کی اقسام ہیں (۱) تین (۲) چار (۳) پانچ (۴) چھ	تین
107	جنت ـــ کے قدموں تلے ہے (۱) ماؤں (۲) باپ (۳) بہن (۴) بھائی	ماؤں
108	ایک دوسرے کا حق مارنے سے بگڑتا ہے (۱) سیاسی نظام (۲) معاشی نظام (۳) معاشرتی نظام (۴) مذہبی نظام	معاشرتی نظام
109	زوجین کا معنی ہے (۱) میاں بیوی (۲) ماں باپ (۳) بہن بھائی (۴) اہل وعیال	میاں بیوی
110	تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی ـــ کے ساتھ اچھا ہے (۱) بیوی (۲) ساس (۳) سالی (۴) بھابھی	بیوی
111	اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو ـــ سے بچاؤ (۱) آگ (۲) آندھی (۳) شرک (۴) تباہی	آگ
112	گھریلو خوشحالی کا انحصار ـــ پر ہے (۱) دولت (۲) صحت (۳) زوجین کے اچھے تعلقات (۴) بچوں کی محبت	زوجین ـــ اچھے تعلقات
113	صلہ رحمی سے مراد ہے (۱) ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک (۲) رشتہ داروں سے حسن سلوک (۳) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۴) اولاد کے ساتھ حسن سلوک	رشتہ داروں سے حسن سلوک
114	جنت میں داخل نہیں ہوگا (۱) معذور (۲) اندھا (۳) قطع رحمی کرنے والا (۴) صلہ رحمی کرنے والا	قطع رحمی کرنے والا
115	ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حرام ہے (۱) گھر (۲) کپڑا (۳) خون (۴) کھانا	خون
116	استاد اپنے پیشے کے اعتبار سے خاص تعلق رکھتا ہے (۱) پیغمبر اسلامؐ (۲) صحابہؓ (۳) علماء (۴) مصنفین	پیغمبر اسلامؐ
117	اسلام استاد کو مقام دیتا ہے (۱) بہتر (۲) مناسب (۳) عزت والا (۴) بلند	عزت والا
118	ـــ کا خیال نہ رکھنے والا مومن نہیں (۱) اولاد (۲) ہمسایہ (۳) نوافل کا (۴) عبادت	ہمسایہ
119	حکومتی فرائض میں شامل ہے (۱) حقوق اللہ کا تحفظ (۲) حقوق العباد کا تحفظ (۳) تحفظ اخلاق (۴) یہ سب	حقوق العباد کا تحفظ
120	عورتوں کے شرف کو بحال کیا (۱) اسلام (۲) یہودیت (۳) ہندومت (۴) عیسائیت	اسلام
121	بہترین باپ کہا گیا (۱) حقیقی باپ (۲) استاد (۳) سسر (۴) ان میں سے کوئی نہیں	استاد

122	ہمسایوں کے حقوق کی ادئیگی پر اجر (۱) دولت (۲) انعام واکرام (۳) جنت (۴) گھر	جنت
123	اگر پڑوسی کو کوئی اعزاز ملے (۱) اس سے چھین لو (۲) اس سے مانگ لو (۳) اس سے حسد کرو (۴) اسے مبارکباد دو	اسے مبارکباد دو
124	صغیر اکے معنی (۱) لمبا (۲) بوڑھا (۳) چھوٹا (۴) بڑا	چھوٹا
125	خشیۃ املاق کا معنی۔۔، کو خوف سے (۱) دشمن (۲) مفلسی (۳) درندے (۴) نقصان	مفلسی
126	احسانا کا معنی۔۔ کرو (۱) بھلائی (۲) تیاری (۳) مشقت (۴) شفقت	بھلائی کرو
127	خیر اکے معنی (۱) خوبی (۲) برائی (۳) گناہ (۴) ثواب	خوبی
128	معاشرے کی بنیادی اکائی (۱) ماں (۲) خاندان (۳) محلہ (۴) گھر	خاندان
129	شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ (۱) والدین کی نافرمانی (۲) غیبت (۳) قتل (۴) جھوٹ	والدین کی نافرمانی
130	مدینہ کے منافقین نے تعمیر کی (۱) مسجد جمعہ (۲) مسجد خیف (۳) مسجد نبوی (۴) مسجد ضرار	مسجد ضرار
131	حضرت جعفر طیارؓ کس غزوہ میں شہید ہوئے (۱) بدر (۲) احد (۳) حنین (۴) موتہ	موتہ
132	امانت میں خیانت کرنا۔۔ کی نشانی ہے (۱) منافق (۲) کافر (۳) ہندو (۴) مشرک	منافق
133	غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا۔۔ کھانا ہے (۱) دل (۲) دماغ (۳) گوشت (۴) مال	گوشت
134	عدل کرو یہ۔۔۔ کے قریب ہے (۱) تقوی (۲) احسان (۳) صبر (۴) شکر	تقوی
135	خود تکلیف برداشت کر کے دوسروں کو راحت پہنچانا (۱) حسد (۲) ایثار (۳) غیبت (۴) تکبر	ایثار
136	نبی اکرم ﷺ نے منافق کی نشانیاں بیان فرمائیں (۱)3 (۲)4 (۳)5 (۴)6	3
137	کئی اخلاقی برائیوں کا سبب (۱) حسد (۲) قتل (۳) جھوٹ (۴) چوری	جھوٹ
138	غیبت کا شمار ہوتا ہے (۱) حقوق العباد (۲) محاسن اخلاق (۳) رذائل اخلاق (۴) معاشرتی ذمہ داریاں	رذائل اخلاق
139	حضرت ابو بکرؓ اپنا سارا مال لے آئے (۱) غزوہ تبوک (۲) غزوہ حنین (۳) غزوہ احد (۴) غزوہ بدر	غزوہ تبوک
140	نبوت سے پہلے نبی اکرم ﷺ مشہور تھے (۱) امین (۲) ھادی (۳) رحمت عالم (۴) سراج منیر	امین
141	حسد ایک۔۔۔ بیماری ہے (۱) روحانی (۲) اندرونی (۳) جسمانی (۴) اخلاقی	روحانی
142	کس برائی کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا کہا گیا (۱) جھوٹ (۲) ظلم (۳) حسد (۴) غیبت	غیبت
143	حدیث نبویؐ ہے کہ محفل میں کی جانے والی باتیں۔۔ ہیں (۱) صدق (۲) امانت (۳) عدل (۴) ایثار	امانت
144	چوری کے جرم میں پکڑی جانے والی فاطمہ نامی عورت کا کس قبیلہ سے تعلق تھا (۱) بنو مخزوم (۲) بنو عدی (۳) بنو تیم (۴) بنو ہاشم	بنو مخزوم
145	وہ محتاج نہیں ہو گا جس نے۔۔۔ اختیار کی (۱) فضول خرچی (۲) میانہ روی (۳) سست روی (۴) کنجوسی	میانہ روی
146	رومیوں کے خلاف جنگ میں اپنا سارا مال۔۔۔ نے پیش کیا (۱) حضرت ابو بکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ	حضرت ابو بکرؓ

147	نبی اکرم ﷺ نے نمود و نمائش کو۔۔کی ایک قسم قرار دیا(۱)جھوٹ(۲)چوری(۳)حسد(۴)غیبت	جھوٹ
148	ایفائے عہد سے مراد ہے(۱)وعدہ پورا کرنا(۲)وعدہ(۳)عہدہ(۴)وفاداری	وعدہ پورا کرنا
149	حضورؐ کا فرمان سچ نجات دیتا ہے جبکہ جھوٹ۔۔کرتا ہے(۱)قید(۲)ہلاک(۳)محفوظ(۴)بیمار	ہلاک
150	آخری غزوہ کا نام(۱)حنین(۲)احد(۳)احزاب(۴)تبوک	تبوک
151	شریعت اسلامی میں غیبت کی جائز صورتیں(۱)دو(۲)تین(۳)چار(۴)پانچ	دو
152	جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے(۱)کافر(۲)منافق(۳)مشرک(۴)مرتد	منافق
153	حسد کے معنی(۱)برابر کرنا(۲)جلنا کڑھنا(۳)خوش ہونا(۴)کوشش کرنا	جلنا کڑھنا
154	کون سی برائی نیکیوں کو کھا جاتی ہے(۱)ظلم(۲)جھوٹ(۳)غیبت(۴)حسد	حسد
155	اپنے آپ کو برتر سمجھنا(۱)ظلم(۲)جھوٹ(۳)غیبت(۴)تکبر	تکبر
156	سب سے پہلے تکبر کیا(۱)شیطان(۲)فرشتہ(۳)انسان(۴)حضرت آدمؑ	شیطان
157	عربوں کا اپنی اولاد کو قتل کرنے کا سبب(۱)تکبر(۲)بہادری(۳)افلاس(۴)ان میں سے کوئی نہیں	افلاس
158	تکبر کا لغوی معنی(۱)خود کو بڑا اور برتر ظاہر کرنا(۲)منافقت کرنا(۳)حسد کرنا(۴)بڑا آدمی بننا	خود کو بڑا اور برتر ظاہر
159	رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اللہ کا سایہ قرار دیا(۱)سخی کو(۲)استاد کو(۳)قاضی کو(۴)عادل بادشاہ کو	عادل بادشاہ کو
160	صدق کے لغوی معنی(۱)اعتراض کرنا(۲)صبر کرنا(۳)جھوٹ بولنا(۴)سچی بات کہنا	سچی بات کہنا
161	عدل کا لغوی معنی(۱)ترغیب دینا(۲)بدلہ لینا(۳)برابر کرنا(۴)تقسیم کرنا	برابر کرنا
162	عدل کس زبان کا لفظ ہے(۱)عربی(۲)فارسی(۳)ہندی(۴)اردو	عربی
163	عدل کی اقسام(۱)دو(۲)تین(۳)چار(۴)پانچ	دو
164	قبیلہ قریش کی چوری کرنے والی عورت کا نام(۱)سعدیہ(۲)حمیرا(۳)فاطمہ(۴)سلمٰی	فاطمہ
165	عہد کی اقسام(۱)دو(۲)تین(۳)چار(۴)پانچ	تین
166	جنت میں لے جانے والا عمل(۱)حسد(۲)جھوٹ(۳)عدل(۴)سچائی	سچائی
167	مہاجرین مکہ نے انصار مدینہ کے ساتھ کیا(۱)ایثار(۲)تعاون(۳)ظلم(۴)ہمدردی	ایثار
168	عبادت کے قبول ہونے کے لئے لازمی شرط(۱)صدق(۲)امانت(۳)کسب حلال(۴)ایفائے عہد	کسب حلال
169	اسلامی حکومت قائم کرنے کا مقصد (۱)نظام عدل قائم کرنا(۲)مسلمانوں کی خوشحالی(۳)امن قائم کرنا(۴)غربت کا خاتمہ	نظام عدل قائم کرنا
170	اکثر معاملات کی بنیاد(۱)ایفائے عہد(۲)دیانت داری(۳)امانت داری(۴)سچائی	دیانت داری
171	خدا پرستی کون سا جذبہ پیدا کرتی ہے؟(۱)سخاوت(۲)ایثار(۳)ہمدردی(۴)حب الوطنی	ایثار
172	معاشی اور معاشرتی تعلقات استوار کرنے کی بنیادی شرط(۱)وفاداری(۲)دیانت داری(۳)امانت داری (۴)ریاکاری	دیانتداری

مختصر امتحانی جوابی سوالات

ارکان اسلام

1۔ ارکان اسلام سے کیا مراد ہے؟

ج: ارکان، رکن کی جمع ہے جس کے معنی ستون کے ہیں۔ اس سے مراد اسلام کے وہ بنیادی اصول، اعمال اور ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ اس سے کلمہ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج مراد ہیں۔

2۔ ارکان اسلام پر ایک حدیث تحریر کریں؟

ج۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

3۔ کلمہ شہادت اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

4۔ کلمہ شہادت میں کن دو گواہیوں کا ذکر موجود ہے؟

ج۔ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے، اس کا کوئی شریک نہ ہونے اور
خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور عبدیت کی گواہی موجود ہے۔

5۔ اسلام میں حقیقی گواہی کس طرح ہوتی ہے؟

ج۔ کلمہ شہادت اس کائنات کی سچی گواہی ہے۔ جس کی ادائیگی انسان اپنی زبان سے ادا کرتا ہے۔ لیکن زبانی ادائیگی کے ساتھ دل کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ تصدیق قلبی ایمان کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اس تصدیق قلبی کے عملی اظہار کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ اس اطاعت کی خوبی یہ ہو کہ تمام انسانی خواہشات اسلام کے تابع ہو جائیں۔

6۔ انسانی زندگی پر کلمہ شہادت کے دو اثرات کا جائزہ پیش کریں؟

ج۔ جب تک مسلمان اپنے قول و عمل سے کلمہ شہادت کی گواہی دیتے رہے وہ دنیا میں عزت و عظمت سے ہمکنار ہوئے۔
اس کلمہ کی وجہ سے انسان شرک و کفر سے بچ جاتا ہے اور اسے رہنمائی کا صحیح ذریعہ میسر آ جاتا ہے۔

7۔ رسالت کی گواہی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ رسالت کی گواہی سے مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

نماز

1۔ اسلام کے دوسرے رکن کا نام بیان کریں؟

ج۔ اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے۔

2۔ صلاۃ کا مفہوم بیان کریں؟

ج۔ صلاۃ کے لفظی معنی دعا، تسبیح، رحمت کے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کی طرف رخ کرنا، نیک تمنا یا تعریف کے بھی آتے ہیں۔ وہ خاص اسلامی عبادت جو مقررہ اوقات میں خاص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

3۔ نماز کے بارے میں کسی آیت کا ترجمہ تحریر کیجیے؟

ج۔ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

4۔ نماز کی اہمیت پر ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے گرادیا اس نے دین کو گرادیا۔

5۔ نماز کے چار فوائد بیان کریں؟

۱۔ نماز انسان میں قرب الٰہی کا احساس پیدا کرتی ہے۔

۲۔ نمازی سے دنیا میں رزق کی تنگی دور کر دی جاتی ہے۔

۳۔ نمازی پر سے عذاب قبر ہٹالیا جاتا ہے۔

۴۔ نمازی بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

6۔ نماز باجماعت کے دو فوائد بیان کریں؟

ج۔ 1۔ نماز باجماعت ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے

2۔ نماز میں امام کا تقرر اور اس کی پیروی معاشرتی نظم وضبط کا احساس پیدا کرتی ہے۔

7۔راس الامر الاسلام و عموده الصلاة کی وضاحت کریں؟

معاملہ یعنی دین کی اصل بنیاد اللہ اور اس کے رسول کی مکمل فرماں برداری ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔ اس میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی مکمل اطاعت کی جائے، اپنی خواہشات کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات اور احکامات پر عمل کیا جائے اور دوسری چیز یہ ہے کہ نماز دین کا ایک اہم اور مرکزی ستون ہے جس پر دین کی عمارت کے قیام کا انحصار ہے۔ اگر اس مرکزی ستون کو ہٹالیا جائے تو دین کی ساری عمارت گر جائے گی۔ یہ وہ عبادت ہے جو ساری زندگی انسان کو ادا کرنی پڑتی ہے۔

8۔ کونسی عبادت مومنین کی معراج ہے؟

ج۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جسے نبی مکرم ﷺ نے مومنوں کی معراج کہا ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو معراج نبوی ﷺ کے مبارک موقع پر بطور تحفہ عطا کی گئی۔ اس لئے اسے مومنوں کی معراج کہا گیا۔

9۔قالوا لم نک من المصلین کا ترجمہ تحریر کریں؟ جہنمی فرشتوں کو عذاب کا سبب کیا بتاتے ہیں؟

ج۔ انہوں (بے نماز) نے کہا ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

10۔ کون سی نمازیں بے روح ہیں؟

ج۔ نماز ادا کرنے والوں میں سے اکثریت نماز کے مفہوم سے ناواقف ہے۔ کچھ لوگ نماز میں اللہ کے ڈر اور اس کی طرف توجہ نہیں کر پاتے۔ ہمارے معاشرے میں بے حیائی کے اندر اضافہ ہو رہا ہے جس کی بڑی وجہ نماز کا نہ پڑھنا یا نماز کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا ہے۔ ایسی نمازیں جو انسانی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتی ہیں، جو انسان کو عملی اور معاشرتی زندگی میں خدا کا خوف نہیں دلاتی ہیں، انسانی زندگی کے تمام

معاملات میں اللہ کی طرف متوجہ نہیں کرتی ہیں، اسے گناہوں سے نہیں روکتی ہیں تو ایسی نمازیں اس پھول کی مانند ہیں جس میں خوشبو نہیں ہے یا اس جسم کی مانند ہیں جس میں روح نہیں ہے۔ ایسی نمازوں کی اللہ تعالی کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

11۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز ترک کرنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟

ج۔ اگر مجھے ان کے بیوی بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کے گھروں کو آگ لگوا دیتا۔

12۔ قصر نمازوں سے کیا مراد ہے؟

ج۔ سفر کی وجہ سے چار رکعات کی بجائے دو رکعات ادا کرنا قصر کہلاتا ہے۔

13۔ نماز استسقاء سے کونسی نماز مراد ہے؟

ج۔ قحط اور خشک سالی کے زمانے میں بارش کو طلب کرنے کے لئے ادا کی جانے والی نماز استسقاء کہلاتی ہے۔

روزہ

1۔ صوم کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں؟

ج۔ صوم کے لفظی معنی "رکنے اور چپ رہنے" کے ہیں۔۔ جبکہ اصطلاحی معنی رضائے الٰہی کے لئے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور چند جائز و حلال امور سے رک جانے کا نام روزہ ہے۔

2۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

3۔ روزوں کی فرضیت کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ (البقرہ 183:2)

اے مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو

4۔ روزہ کے دو اہم مقاصد بیان کریں؟

ج۔ تمام عبادات کی طرح روزہ کا مقصد تقوی کا حصول ہے۔ روزہ کا دوسرا اہم مقصد ضبط نفس یعنی نفس کو قابو کرنا ہے۔

5۔ تقوی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ تقوی کے لغوی معنی ڈرنے اور بچنے کے ہیں۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام تقوی ہے۔

6۔ روزہ میں ضبط نفس سے کیا مراد ہے؟

روزہ نفس کی تربیت کا نام ہے۔ روزہ کے ذریعے اپنے نفس اور اس کی خواہشات پر قابو پانا سیکھتے ہیں۔ اگر یہ خواہشات اللہ تعالی اور اس کے دین کے تابع رہیں گی تو یہی ایمان ہے۔ اگر یہ خواہشات اللہ تعالی اور اس کے دین کے تابع نہیں رہیں گی تو پھر انسان شیطان کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور پھر شیطان جو چاہتا ہے بندے سے کرواتا ہے۔ روزے کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ انسانی خواہشات کو احکام الٰہی کے تابع کرکے اسے متقی بنا دیا جائے۔ ایک ماہ تک روزے کی عملی مشق کے ذریعے اسے ضبط نفس کی وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ شیطان کی ہر چال کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

7۔ روزہ پر کسی ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟ حدیث کے مطابق روزہ کی دو اہم شرائط بیان کریں؟

ج۔ جس نے ایمان اور احتساب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اس طرح شرائط ایمان اور احتساب ہیں۔

8۔روزہ کے چار فوائد تحریر کریں؟

1۔روزہ سے خاص اجر وثواب ملتا ہے۔

2۔روزہ سے انسان کی صحت ٹھیک رہتی ہے۔

3۔روزہ سے غرباء ومساکین کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

4۔روزہ سے اتحاد ویگانگت کو فروغ ملتا ہے۔

9۔حدیث قدسی میں روزے کا کتنا اجر بیان کیا گیا ہے؟

ج۔حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں خود عطا کروں گا۔

10۔بے فائدہ / بے اثر روزوں سے کیا مراد ہے؟

ج۔اگر روزوں سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو پھر ہمارے بھوکے پیاسے رہنے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی سروکار نہیں۔ ایسے روزے جن کے دوران گناہوں کو ترک نہ کیا جائے تو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اس لئے جو روزے ایمان، احتساب، صبر اور تقوی جیسی صفات سے خالی ہیں وہ بے فائدہ یا بے اثر روزے ہیں۔

11۔رمضان کے روزے کس پر فرض ہے؟

ج۔رمضان کا روزے عاقل، بالغ، صحت مند اور مقیم مسلمان پر فرض ہیں۔

12۔روزہ کن چیزوں سے فاسد (ٹوٹ جانا) ہوتا ہے؟

ج۔روزہ میں ارادے کے ساتھ کھانے پینے، مباشرت کرنے اور منہ بھر کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

13۔رمضان اور پاکستان کا تعلق بیان کریں؟

ج۔پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت تھی جس کا قیام رمضان المبارک کے مہینے میں ستائیسویں رات کو عمل میں لایا گیا۔اس طرح ہمارا پیارا وطن پاکستان رمضان المبارک اور لیلۃ القدر کی سعادت مند ساعتوں میں قائم ہوا۔انہی ساعتوں میں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔نزول قرآن کی مقدس رات میں پاکستان کا قیام تقاضا کرتا ہے کہ قرآن مجید کے احکامات کو نافذ کیا جائے۔

زکوٰۃ

1۔زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں؟

ج۔ زکوٰۃ کے لفظی معنی پاک کرنے اور نشو ونما پانے کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ صرف اس مالی امداد کو کہتے ہیں جو ہر اس مسلمان پر واجب ہے، جو دولت کی ایک مخصوص مقدار کا مالک ہو۔اس کی دوسری تعریف اس طرح بھی کی گئی "زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو صاحب نصاب، عاقل وبالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے۔ جس کو مال جمع کئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔"

2۔زکوٰۃ کے نصاب یا صاحب نصاب سے کیا مراد ہے؟ سونے اور چاندی کا نصاب تحریر کریں؟ زکوٰۃ کی شرح بیان کریں؟

ج۔ مختلف اشیا کا نصاب زکوٰۃ مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور روپیہ، پیسہ یا مال تجارت کا نصاب یہ ہے کہ ان کی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔ان کی زکوٰۃ کی شرح ڈھائی فیصد ہے۔ جبکہ چالیس بکریوں پر ایک بکری، تیس گائے یا بھینس پر ایک گائے یا بھینس اور پانچ اونٹوں پر ایک بکری کا بچہ بطور زکوٰۃ دینا ہو گا۔اس مال کا مالک صاحب نصاب ہو گا۔

3۔ زکوٰۃ کی اہمیت پر ایک حدیث کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔ جس مال میں زکوٰۃ کا مال ملا رہے یعنی زکوٰۃ نہ نکالی جائے وہ مال تباہ ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے۔

4۔ زکوٰۃ کے چار مصارف بیان کریں؟

ج۔ فقیر، مسکین، مقروض، مسافر

5۔ ادائیگی زکوٰۃ کے دو مسائل تحریر کریں؟

ج۔ زکوٰۃ صرف مسلمان سے وصول کر کے مسلمان کو ہی دی جاسکتی ہے۔ زکوٰۃ مسجد کو نہیں دی جاسکتی۔

6۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا؟

ج۔ اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔

7۔ زکوٰۃ کے چار فوائد بیان کریں؟

ج۔ زکوٰۃ سے معاشی توازن قائم ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے جرائم میں کمی واقع ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کی وجہ سے عام آدمی دولت کے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے غربت میں کمی لائی جاسکتی ہے۔

8۔ مولفۃ القلوب اور الرقاب سے کون لوگ مراد ہیں؟

ج۔ وہ نو مسلم جو ضرورت مند ہوں اور انہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ان کی مدد کی جائے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے درمیان اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کریں۔ الرقاب سے مراد ہے کہ مسلمان غلاموں / جنگی قیدیوں کو زکوٰۃ کی رقم سے آزاد کروایا جائے۔

8۔ فقیر اور مسکین میں کیا فرق ہے؟

ج۔ جس شخص کے پاس اپنے کپڑوں کے علاوہ کچھ نہ ہو وہ شریعت اسلامیہ میں فقیر کہلائے گا۔ لیکن ایسا شخص جس کے پاس آمدن کا ذریعہ موجود ہے لیکن آمدن کم اور خرچ زیادہ ہے اور اپنی عزت نفس کی وجہ سے وہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا تو ایسا شخص اسلامی شریعت میں مسکین کہلائے گا۔

9۔ زکوٰۃ کی فرضیت پر ایک آیت تحریر کریں؟

ج۔ خُذۡمِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (التوبۃ103:9)

(اے پیغمبرؐ) ان لوگوں کے اعمال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کردو گے اور ان کے لیے باعث برکت بنو گے۔

10۔ زکوٰۃ کی اہمیت پر ایک آیت اور اس کا ترجمہ لکھیں؟ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے بارے میں حکم الٰہی تحریر کیجیے؟

ج۔ وَ مَآ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ زَكٰوةٍ تُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ(الروم 39:30) اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے ارادے سے دیتے ہو، تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ ہیں جو (اپنے مال کو) کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

11۔ معاشی نظام میں زکوٰۃ کی اہمیت کو مختصر طور پر بیان کریں؟

ج۔ معاشی نظام میں زکوٰۃ کی حیثیت انسانی جسم میں خون کی گردش کی طرح ہے۔ جس طرح خون کی گردش کا نام زندگی ہے اسی طرح گردش دولت سے معاشرے کو معاشی زندگی ملتی ہے۔ زکوٰۃ سے غربت، جرائم اور بے روزگاری میں کمی واقع ہوتی ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان معاشی توازن پیدا ہوتا ہے۔

حج

1. حج کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں؟

ج۔ حج کے لفظی معنی حج کے لغوی معنی ارادہ کرنا یا مقدس مقامات کی زیارت کرنا کے ہیں۔ حج کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، مقررہ مہینوں میں عبادت کی غرض سے بیت اللہ شریف میں جانے کا نام حج ہے۔ حج آٹھ سے تیرہ ذوالحجہ تک ادا کیا جاتا ہے۔

2. حج اور عمرہ میں فرق بیان کریں؟

ج حج میں وقوف عرفہ ہوتا ہے جبکہ عمرہ میں وقوف عرفہ نہیں ہوتا۔

3. حج پر کسی ایک آیت کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔ اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔

4. حج کن پر فرض ہے؟

ج۔ حج عاقل، بالغ اور صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔

5. حج پر ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟ صاحب استطاعت کے حج نہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

ج ۔ جس (صاحب استطاعت) شخص کو نہ کوئی ظاہری ضرورت حج سے روک رہی ہو، نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو اور نہ کوئی روکنے والی بیماری اسے لاحق ہو اور پھر بھی وہ حج کئے بغیر مر جائے تو وہ چاہے تو یہودی ہو کر مرے اور چاہے تو عیسائی ہو کر مرے۔

6. حج کے لئے مخصوص لباس کو کیا نام دیا جاتا ہے؟

ج۔ حج کے لئے مخصوص لباس کو احرام کا نام دیا جاتا ہے۔

7. طواف کی وضاحت کریں؟

ج۔ طواف کے لفظی معنی چکر لگانے کے ہیں، بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔

8. حج کے دو مناسک تحریر کریں؟

ج۔ عرفات میں قیام، طواف زیارت

9. تلبیہ سے کیا مراد ہے؟

ج۔ تلبیہ سے مراد ہے لبیک اللھم لبیک ،لبیک لا شریک لک لبیک ، ان الحمد و النعمۃ لک و الملک کا پڑھنا ہے۔

10. سعی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کو سعی کہا جاتا ہے۔

11. رمل سے کیا مراد ہے؟

ج۔ بیت اللہ کے طواف کے دوران پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے کا نام رمل ہے۔

12. منیٰ میں کون سے اعمال سرانجام دیئے جاتے ہیں؟

ج۔ منیٰ میں رمی اور قربانی کی جاتی ہے۔

13. حج مبرور سے کیا مراد ہے؟ حج مقبول سے کیا مراد ہے؟

ج۔ ایسا حج جس کا واحد مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو اور جس میں نافرمانی، بے حیائی کی باتیں اور جھگڑا کرنا نہ ہو تو ایسا حج مبرور یا مقبول ہے۔

14. وضاحت کیجیے کہ حج تمام ارکان اسلام کا مجموعہ ہے؟ حج ایک جامع عبادت ہے، وضاحت کریں؟

ج۔ حج میں تمام عبادات کی روح شامل ہے۔ سفر حج کے دوران قیام نماز سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ حج کے دوران مال خرچ کرنا زکوٰۃ سے مشابہت رکھتا ہے۔ نفسانی خواہشات اور اخلاقی برائیوں سے پرہیز اپنے اندر روزہ کی کیفیت رکھتا ہے۔ گھر کے سفر سے دوری اور سفر کے دوران تکالیف برداشت کرنا جہاد کی طرح ہیں۔

15. زائرین خانہ کعبہ کی کیفیات لکھیں؟

ج۔ یہ کیفیات الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتیں تاہم فکر آخرت، حجۃ الوداع کی یاد، حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کو یاد کرنا، شیطان سے نفرت اور بے زاری، زیارت بیت اللہ کی تمنا کا پورا ہونے جیسی کیفیات زائرین بیت اللہ کو نصیب ہوتی ہیں۔

16. نبی اکرم ﷺ نے آخری حج کب ادا کیا؟ اس حج کو کس نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

ج۔ آپ ﷺ نے زندگی میں ایک ہی حج کیا اور یہ حج 10 ہجری میں ادا کیا اور اسے حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

17. حج کے دو معاشی فوائد تحریر کریں؟

ج۔ مختلف ممالک سے آنے والے حجاج خرید و فروخت کرتے ہیں جس سے معاشی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

حج سے سعودی عرب کی معاشی صورتحال بہتر ہوتی ہے۔

جہاد

1۔ جہاد کے لغوی اور اصطلاحی معنی / تعریف بیان کریں؟

ج۔ اَلْجَھْدُ وَاَلْجُھْدُ کے معنی طاقت، وسعت، مشقت اور کسی کام میں مبالغہ کرنے کے آتے ہیں۔ جھد فی الامر کے معنی ہیں بہت کوشش کرنا۔ ہر وہ کوشش جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے، دین اسلام کو غالب کرنے، فتنہ و فساد کے خاتمے، امت مسلمہ کا دفاع کرنے اور مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنے کے لئے کی جائے جہاد فی سبیل اللہ کہلاتی ہے۔ اس کے بارے میں قرآن و سنت میں اتنی زیادہ تعلیمات ہیں کہ یہ اسلام کا چھٹا رکن معلوم ہوتا ہے۔

2۔ جہاد کی چار اقسام تحریر کریں؟

جہاد بالنفس، جہاد بالعلم، جہاد بالمال، جہاد باللسان۔

3۔ جہاد اکبر سے کیا مراد ہے؟ خواہش نفس کے خلاف جہاد سے کیا مراد ہے؟ شیطان کے خلاف جہاد کی وضاحت کریں؟

ج۔ ایسا جہاد جو اپنے نفس کی خواہشات کے خلاف کیا جائے جہاد بالنفس کہلاتا ہے۔ اسے تزکیہ نفس اور جہاد اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد ہے نفس امارہ کے خلاف جہاد کرنا۔ نفس امارہ انسان کو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ انسان کی بری خواہشات اسے برائی کے راستہ پر لگاتی ہیں۔

انسان جب اپنی بری خواہشات کے خلاف نہیں لڑ سکتا پھر وہ کسی طرح کا جہاد نہیں کر سکتا۔ جہاد کی اس قسم میں ہمارا مقابلہ کھلم کھلے دشمن شیطان کے ساتھ ہوتا ہے۔

4۔ جہاد بالسیف اور اس کی دو اقسام کی وضاحت کریں؟

ج۔ جہاد بالسیف سے مراد ہے تلوار کے ذریعے لڑائی کرنا۔ اس کا دوسرا نام قتال بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے، مظلوم مسلمانوں کی امداد اور اسلامی سرحدات کی حفاظت کے لئے لڑائی کرنا قتال کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

ا۔ اقدامی قتال:

وہ قتال جس میں مسلمان کسی علاقے یا قوم پر حملہ کریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس قوم پر سب سے پہلے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو انہیں کہا جائے کہ جزیہ دیا جائے۔ اگر وہ جزیہ بھی نہ دیں تو انہیں کہا جائے کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔

۲۔ دفاعی قتال:

اس قتال سے مراد ہے کہ اگر مسلم ملک پر حملہ ہو جائے تو اس ملک کے تمام مسلمانوں پر اپنے دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے قتال کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر کسی غیر اسلامی ریاست میں کفار مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے ظلم کر رہے ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور ان کو ظلم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

5۔ مصلحانہ جہاد سے کیا مراد ہے؟

ج۔ کسی کی اصلاح کے لئے کوشش کرنا مصلحانہ جہاد ہے۔ دعوت وتبلیغ کے ذریعے دین پھیلانا مصلحانہ جہاد ہے۔

6۔ مدافعانہ جہاد سے کیا مراد ہے؟

ج۔ اس قتال سے مراد ہے کہ اگر مسلم ملک پر حملہ ہو جائے تو اس ملک کے تمام مسلمانوں پر اپنے دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے قتال کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر کسی غیر اسلامی ریاست میں کفار مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے ظلم کر رہے ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور ان کو ظلم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

7۔ جہاد بالقلم اور جہاد بالنفس سے کیا مراد ہے؟

ج۔ قلم کے ذریعہ جہاد سے مراد یہ ہے کہ کفار کے اعتراضات کا جواب دیا جائے اور اسلام کے غلبے کی کوشش کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا مختلف ریاستوں کے بادشاہوں کو لکھے گئے خطوط اور کفار سے کئے گئے معاہدات دراصل جہاد بالقلم کے آئینہ دار ہیں۔ عصر حاضر میں رسائل واخبارات میں مضامین لکھ کر، کفار کو اسلام کی تحریری دعوت دے کر، پمفلٹ یا کتابیں لکھ کر شائع کرنا یا سوشل میڈیا پر بلاگ لکھ کر اس جہاد میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔

جہاد بالنفس سے مراد یہ ہے کہ نفس کے ذریعہ جہاد کرنا۔ جس میں اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف لڑنا اور اپنے آپ کو کفار سے لڑانا شامل ہے۔ اس طرح جہاد بالنفس کی دو اقسام ہوئیں یعنی تزکیہ نفس اور قتال۔

8۔ پانچ آداب جہاد تحریر کریں؟

ج۔ جہاد صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ جنگ میں پہل نہ کی جائے۔ کھڑی فصلوں کو تباہ نہ کیا جائے۔ کسی مذہب کے پیشوا کو قتل نہ کیا جائے۔ کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔

9۔ جہاد کے پانچ فوائد تحریر کیجیے؟

ج۔ اللہ تعالٰی کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو عزت، شان و شوکت اور حکومت عطا ہوتی ہے۔ اسلام کی اشاعت ہوتی ہے۔ فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

10۔ جنگ اور جہاد میں فرق بیان کریں؟

ج۔ جنگ کسی بھی دنیاوی مقصد مثلاً زمین پر قبضہ، انتقام وغیرہ کے لئے کی جاسکتی ہے جبکہ جہاد صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا جاتا ہے۔

11۔ جہاد کے فضائل میں دو احادیث تحریر کریں؟

ج۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ (صحیح بخاری 2855) اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

آپ ﷺ نے اسلام کی بلندی جہاد کو قرار دیا:

وَإِنَّ ذُرْوَةَ السَّنَامِ مِنْهُ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مسند احمد: 22775) اور بے شک اس سے چوٹی کا عمل اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرنا ہے

12۔ کس عمل کا ثواب گھر میں ستر نمازوں سے زیادہ ہے؟

ج۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: قسم ہے اللہ کی جس کی مٹھی میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک صبح یا ایک شام کا سفر دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں دشمن کے مقابل آکر ٹھہرے رہنے کا ثواب گھر میں ستر نمازوں سے زیادہ ہے۔

13۔ دہشت گردی کے جنم لینے کی دو وجوہات تحریر کریں؟

ا۔ کوئی مسلح گروہ اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے اور اپنی بات منوانے کے لئے دہشت گردی کا سہارا لیتا ہے۔

۲۔ کمزور اقوام اور گروہ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے دہشت گردی کرتے ہیں۔

14۔ دہشت گردی سے بچنے کے لئے چار اقدامات تحریر کریں؟

1۔ تعلیم کو عام کیا جائے اس لئے کہ جہالت دہشت گردی کا ایک اہم سبب ہے۔

2۔ معاشرے کے تمام طبقات کو برابر حقوق فراہم کئے جائیں۔

3۔ درس گاہوں اور اجتماعات میں تحمل، برداشت اور صبر کرنے جیسی صفات کو اختیار کرنے اور ان کا عملی مظاہرہ پیش کرنے کی تعلیم دی جائے۔

4۔ عالمی طاقتوں کو دوغلہ پن اور دوہرا رویہ ترک کر دینا چاہیے۔

15۔ دہشت گردی کے معاشرے پر دو اثرات تحریر کریں؟

ج۔ دہشت گردی ملکی امن کو تباہ کر دیتی ہے۔ دہشت گردی کی وجہ سے معصوم انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ جن ممالک میں دہشت گردی ہوتی ہے وہ معاشی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں۔

اللہ و رسول ﷺ کی محبت و اطاعت

1۔ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول سے محبت کیوں ضروری ہے؟

ج۔ ہم پر سب سے زیادہ احسانات اللہ تعالیٰ کے ہیں، جن کو ہم شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کے بھی ہم پر بہت زیادہ احسانات ہیں۔ انہوں نے ہم تک اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہ صرف پہنچایا بلکہ ان پر عمل کر کے بہترین نمونہ فراہم کیا۔ یہ محبتیں ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ ان احسانات اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی جائے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی شرط کیا ہے؟

ج۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی لازمی شرط اطاعت رسول ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیغمبر اسلام کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

3۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے موضوع پر یا اطاعت رسول ﷺ پر ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (ال عمران 132:3) اللہ اور رسول کی بات مانو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شمار ممکن نہیں، آیت قرآنی سے وضاحت کریں؟

ج۔ اللہ تعالیٰ کے ہمارے اوپر بے شمار احسانات ہیں اگر ہم ان احسانات کو گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل 18:16) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، تمام عالم کے نظام کو اس کی خدمت پر لگایا۔ انسان کی ہدایت و رہنمائی کا مکمل انتظام کیا۔ اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اس طرح اگر غور کیا جائے تو ہم پر اس ذات الٰہی کے بے شمار احسانات ہیں۔ ان احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔

5۔ محبت رسول ﷺ پر ایک حدیث یا اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ لَا يُومِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[1]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔

6۔ رسولوں کی اطاعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد تحریر کریں؟

ج۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النسآء 64:4)

ترجمہ: اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

7۔ من اطاعنی دخل الجنۃ کا بامحاورہ ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

8۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق کون لوگ حوض کوثر پر دیدار نبوی سے محروم رہیں گے؟

ج۔ ایسے لوگ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد دین میں نئی نئی باتیں نکالیں اور اسلام کو تبدیل کر دیا انہیں بروز قیامت دیدار نبویؐ سے محروم کر دیا جائے گا۔

[1] صحیح بخاری:15

حقوق العباد

1۔ حقوق کی کتنی اقسام ہیں؟

ج۔ حقوق کی دو اقسام ہیں: 1۔ حقوق اللہ 2۔ حقوق العباد (بندوں کے حقوق)

2۔ حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟

ج۔ حقوق العباد سے مراد بندوں کے حقوق ہیں جیسے والدین کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق وغیرہ۔

3۔ والدین کے دو حقوق بیان کریں؟

ج۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ والدین کی ہر نیک کام میں اطاعت کرنی چاہیے۔

4۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق ایک آیت قرآنی کا ترجمہ تحریر کریں؟ والدین کے حقوق سے متعلق حکم قرآنی بیان کریں؟

ج۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کر۔

5۔ حدیث مبارکہ "جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے" کا عربی متن تحریر کریں؟

ج۔ اَلجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَات

6۔ حدیث نبوی کے مطابق کون جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا؟

ج۔ والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔

7۔ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

ج۔ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔

8۔ اولاد کے دو فرائض تحریر کریں؟

ج۔ 1۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ 2۔ ان کی خدمت کرنی چاہیے۔

9۔ اولاد کے کوئی سے چار حقوق بیان کریں؟ والدین کے دو فرائض تحریر کریں؟

ج۔ والدین کو چاہیے کہ اولاد کو جوان ہونے تک بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس فراہم کریں۔ ان کی تربیت کریں۔ ان کو تعلیم دلوائیں۔ جوان ہونے پر ان کی شادی کرا دیں۔

10۔ خاوند کے تین فرائض یا بیوی کے حقوق تحریر کریں؟

ج۔ خاوند کا فرض ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اسے نان نفقہ یعنی روزمرہ کا خرچ دے۔ اسے اچھی باتوں کی تعلیم دے۔

11۔ بیوی کے دو فرائض بیان کریں؟

ج۔ ہر نیک کام میں خاوند کی اطاعت کرے۔ اس کے گھر بار اور عزت کی حفاظت کرے۔

12۔ قرآن مجید میں نیک بیویوں کی کونسی صفات کا ذکر ہے؟

ج۔ نیک بیویاں اطاعت گزار ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کی غیر حاضری میں اس (کے گھر، مال، عزت) کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

13۔ حدیث کی رو سے انسان کے تین باپ کون ہیں؟

ج۔ حقیقی والد، استاد اور سسر انسان کے تین باپ ہیں۔

14۔اساتذہ کے دو حقوق تحریر کریں؟

ج۔استاد کا ادب واحترام کیا جائے۔اس کے لئے دعا کی جائے۔

15۔استاد کے دو فرائض بیان کریں؟

ج۔استاد کو چاہیئے کہ شاگرد کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔تمام طلبہ کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔

16۔انما بعثت معلما کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔بے شک مجھے معلم (استاد) بنا کر بھیجا گیا ہے۔

17۔واٰت ذاالقربٰی حَقَّہٗ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔اور قریبی رشتہ دار کو اس کا حق دو۔

18۔رشتہ داروں کے دو حقوق تحریر کریں؟

ج۔صلہ رحمی یعنی تعلق قائم رکھنا رشتہ داروں کا سب سے اہم حق ہے۔غریب رشتہ داروں کی مالی مدد کی جائے۔

19۔صلہ رحمی کے دو فائدے بیان کریں؟

ج۔صلہ رحمی کرنے والے کے مال اور زندگی میں اضافہ ہو جائے گا۔

20۔رشتہ داروں کے حقوق سے متعلق ایک حدیث تحریر کریں؟

ج۔لا یدخل الجنة قاطع [2] رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا

21۔قطع رحمی سے کیا مراد ہے؟

ج۔رشتہ داروں کے ساتھ تعلق توڑنا اور مشکل وقت میں ان کے کام نہ آنا قطع رحمی کہلاتا ہے۔

22۔رسول اللہ ﷺ نے کس کے بارے میں فرمایا کہ ذلیل وخوار ہوا؟

ج۔جو اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے۔

23۔ہمسایوں کے حق پر ایک حدیث تحریر کریں؟

ج۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔کہا گیا کون اے اللہ کے رسولؐ؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔ [3]

24۔ہمسایوں کی تین اقسام بیان کریں؟

ج۔رشتہ دار ہمسایہ، غیر رشتہ دار ہمسایہ اور عارضی ہمسایہ۔

25۔غیر مسلم ہمسایوں کے پانچ حقوق بیان کریں؟ ہمسایہ کے چار حقوق بیان کریں؟

ج۔عزت کا خیال رکھنا، اپنی دیوار اتنی اونچی نہ کرنا کہ اس کے گھر ہوا اور آذان کی آواز نہ جائے، اس کی مالی مدد کرنا، ہمسایہ کے گھر کوئی چیز بطور تحفہ بھیجنا، اگر پڑوسی کو کوئی خوشی یا اعزاز حاصل ہو تو اسے مبارکباد دینا۔

26۔آپ ﷺ کے حوالے سے حضرت مجاہدؒ نے ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

[2] صحیح البخاری ،کتاب الادب ،باب اثم القاطع ،رقم: 5638

[3] صحیح البخاری ،کتاب الادب ،باب اثم من لا یامن جارہ بوایقه،رقم :5670

ج۔ آپ ﷺ نے ہمیں ہمسایوں کے حقوق کی اتنی تاکید کی کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ نہ دے دیا جائے۔

27۔ غیر مسلموں کے دو حقوق بیان کریں؟

ج۔ ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا۔ ان کے ساتھ انصاف کرنا۔

28۔ غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں قرآن مجید میں کیا ارشاد الٰہی ہے؟

ج۔ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَ لَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ 8:6)

ترجمہ: اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

معاشرتی ذمہ داریاں (محاسن اخلاق / رذائل اخلاق)

1۔ اخلاق حسنہ کی تعریف لکھیں؟ محاسن اخلاق میں سے چار کے نام تحریر کریں؟

ج۔ ایسی پختہ عادات جن کو عقل اور شریعت نے پسندیدہ قرار دیا ہو اخلاق حسنہ ہیں جیسے صدق، دیانت داری، عدل، ایثار۔

2۔ دیانت داری پر قرآنی آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النسآء 58:4) بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے اہل لوگوں تک پہنچاؤ۔

3۔ دیانت داری پر مختصر نوٹ لکھئے؟

ج۔ دیانت دین سے ہے جس سے مراد دینی اصولوں کی پابندی کرنا ہے۔ اس کے لئے ایمان داری کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے خاص معنی پورا پورا ادا کر دینا یعنی کسی امانت کو کمی بیشی کے بغیر اصل حالت میں واپس کر دینے کے ہیں۔ اس کا اطلاق صرف لین دین کے معاملات پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر فرد کا اپنی ذمہ داریاں صحیح طریقے سے ادا کرنا دیانت داری کے مفہوم میں شامل ہے۔ مثال کے طور پر حق بات کہتے ہوئے جھوٹ نہ بولنا، حقوق العباد ادا کرنا وغیرہ۔

4۔ دیانت داری کے بارے میں حضور ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

ج۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ جس میں دیانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔

5۔ "جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں" کی مختصر وضاحت کریں؟

ج۔ ایمان کا ایک اہم تقاضا امانت داری بھی ہے۔ ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری یا نگرانی کو صحیح طریقے سے ادا کرے۔ اس سے اس بندے کے بارے میں معلوم ہو سکے گا کہ وہ مومن ہے۔

6۔ اسلام سے پہلے آپ ﷺ کو کن القابات سے پکارا جاتا تھا؟

ج۔ ظہور اسلام سے پہلے آپ ﷺ کو "صادق اور امین" جیسے القابات سے پکارا جاتا تھا۔

7۔ نبی اکرم ﷺ کو الامین کے لقب سے کیوں پکارتے تھے؟

ج۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنی چیزیں بطور امانت رکھا کرتے تھے جن میں آپ بغیر کسی کمی بیشی کے واپس فرماتے تھے۔ نیز آپ ﷺ اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے ادا کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ کو الامین کے لقب سے پکارا گیا۔

8۔ ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟

ج۔ ایفائے عہد سے مراد ہے وعدے کا پورا کرنا یعنی آپ اگر کسی فرد، قوم یا ادارے کے ساتھ وعدہ کریں تو اسے پورا کریں۔

9۔ ایفائے عہد کی اہمیت پر کسی قرآنی آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھ ہو گی۔

10۔ لادین لمن لا عهد لہ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کا کوئی عہد نہیں۔

11۔ سچائی کے بارے میں ایک حدیث کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔ سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

12۔ سچائی کے فوائد بیان کریں؟

ج۔ سچے لوگوں کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ سچے لوگ اللہ سے خوش اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو گا۔ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔

13۔ عدل سے متعلق ایک قرآنی آیت تحریر کریں؟

ج۔ اِنَّ اللّٰه يَا مُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِ حْسَانِ (نحل90:16) بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

14۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے عدل کرنے کی ایک مثال تحریر کریں؟

ج۔ نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے عدل کی تعلیم ملتی ہے۔ ایک مرتبہ بنی مخزوم قبیلہ کی ایک خاتون، جس کا نام فاطمہ تھا، چوری کے الزام میں قید ہو کر آئی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے چہیتے صحابی حضرت اسامہؓ کو سفارشی بنا کر بھیجا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اسامہ تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو یہ تو بنی مخزوم کی فاطمہ ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو محمدؐ اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ نیز فرمایا تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا غلطی کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی چھوٹا غلطی کرتا تو اسے سزا دی جاتی۔

15۔ نبی اکرم ﷺ نے کس کو خدا کا سایہ قرار دیا؟

ج۔ نبی اکرم ﷺ نے عادل حکمران کو خدا کا سایہ قرار دیا۔

16۔ کون سی اخلاقی صفت تقویٰ کے زیادہ قریب ہے؟

ج۔ عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

17۔ قانون کا احترام نہ کرنے کے دو اسباب تحریر کریں؟

ج۔ 1۔ خود غرضی اور مفاد پرستی۔ 2۔ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا۔

18۔ قاضی نے حضرت علیؓ کا دعویٰ کیوں قبول نہیں کیا؟

ج۔ قانونی تقاضوں کے مطابق گواہ موجود نہیں تھے۔

19۔ کسب حلال سے کیا مراد ہے؟ کسب حلال پر مختصر نوٹ لکھئے؟

ج۔ کسب حلال سے مراد ہے حلال کمانا۔ ایسی دولت جو جائز محنت یا جائز کاروبار کے ذریعے کمائی جائے کسب حلال کہلاتی ہے۔

20۔ کسب حلال کے لئے زندگی کس طرح گزارنی چاہیئے؟

ج۔

21۔کسب حلال کے بارے میں ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ۔

22۔کسب حلال کی اہمیت پر چار سطور تحریر کریں؟

ج۔کسب حلال سے عبادات قبول ہوتی ہیں۔

سنت انبیا پر عمل ہوتا ہے۔

انسان بہت سی اخلاقی اور روحانی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔

ایک اہم فرض کی ادائیگی ہوتی ہے۔

23۔کسب حلال کے چار فوائد تحریر کریں؟

ج۔ کسب حلال سے عبادات قبول ہوتی ہیں۔

سنت انبیا پر عمل ہوتا ہے۔

انسان بہت سی اخلاقی اور روحانی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔

ایک اہم فرض کی ادائیگی ہوتی ہے۔

24۔کوئی سے چار ناجائز ذرائع آمدن تحریر کریں؟

ج۔ رشوت، بددیانتی، سود خوری، ذخیرہ اندوزی، چوری۔

25۔ناجائز ذرائع آمدن / حرام رزق کے دو نقصانات تحریر کریں؟

ج۔کسی قسم کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ایسے کام معاشرتی جرائم ہیں جن کا مرتکب معاشرے میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

26۔حرام روزی کے بارے میں حدیث تحریر کریں؟

ج۔حرام رزق پر پلنے والا جسم جہنم کا ایندھن بنے گا۔

27۔کن اصولوں پر کاربند ہو کر انسان بہتر زندگی گزار لیتا ہے؟

ج۔حلال روزی کمانے کے بعد صبر وقناعت اور شکران نعمت جیسے اصولوں کے ذریعہ انسان بہتر زندگی گزار لیتا ہے۔

28۔ایثار سے کیا مراد ہے؟ایثار پر نوٹ لکھیں؟

ج۔ ایثار کے معنی ہیں ترجیح دینا اور پسند کرنا، یعنی کسی چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری چیز پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔اپنے سوا کسی اور کو اپنی ذات اور نفس کے دنیاوی فوائد پر مقدم کرنا اور دینی منافع کی خواہش رکھنا۔

29۔ایثار پر قرآنی آیت کا مفہوم تحریر کریں؟

ج۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر 9:59) اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔یعنی وہ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور خود پیاسے رہ کر دوسروں کو پانی پلاتے ہیں۔

30۔صحابہ کرامؓ کی زندگی سے ایثار کا کوئی واقعہ تحریر کریں؟

ج۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مہاجرین کو انصار کا بھائی بنا دیا۔ہر انصاری نے اپنے مال و دولت کو دو حصوں میں تقسیم کی اور آدھا اپنے مہاجر بھائی کے لئے وقف کر دیا۔

رذائل اخلاق

31۔رذائل اخلاق سے کیا مراد ہے؟

ج۔ رذائل اخلاق سے مراد بری عادات ہیں جنہیں عقل اور شریعت نے برا قرار دیا ہے۔

32۔کوئی سے پانچ خلاق رذیلہ کے نام لکھئے؟

ج۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، منافقت سے کام لینا، حسد کرنا، خیانت کرنا۔

33۔جھوٹ سے متعلق ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور (جہنم کی) آگ کی طرف لے جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

34۔جھوٹ بولنے کے دو نقصانات تحریر کریں؟

ج۔ جھوٹ بولنے والے رحمت الہی سے محروم (لعنت) کر دیئے جاتے ہیں۔ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے مزید جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

35۔غیبت سے کیا مراد ہے؟

ج۔ غیبت سے مراد ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کی وہ برائی بیان کرنا جو اس میں موجود ہو اور اگر اس کے منہ پر کی جائے تو اسے بری لگے۔بعض علماء نے نقل اتارنے اور تحقیر آمیز اشارے کرنے کو بھی غیبت میں شامل کیا ہے۔

36۔غیبت اور اتہام میں فرق بیان کریں؟

ج۔ اتہام یعنی تہمت لگانا، اسے بہتان یا جھوٹا الزام بھی کہا جا سکتا ہے۔یعنی کسی شخص میں ایک برائی موجود ہی نہیں ہے اور اس پر جھوٹا الزام لگا دیا جائے اور اس کی عزت خراب کر دی جائے جبکہ غیبت کرنے کی صورت میں وہ برائی اس شخص کے اندر موجود ہوتی ہے۔

37۔غیبت کو واضح کرنے کے لئے کونسی تمثیل بیان کی گئی، وضاحت کریں؟

ج۔غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے جیسی انتہائی بلیغ مثال سے واضح کیا گیا ہے۔اس لئے کہ جس شخص کی غیبت کی جائے وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ مثالوں کے ذریعے بات کو سمجھانے اور کسی عمل سے ناپسندیدگی کی تعلیم دیتے ہیں۔

38۔غیبت کے چار نقصانات لکھیں؟

ج۔ مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا ہوتی ہے۔معاشرتی نظام خراب اور تباہ ہوتا ہے۔معاشرے کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔غیبت کرنے والا تکبر کا شکار ہو جاتا ہے۔

39۔غیبت کی دو جائز صورتیں بیان کریں؟

ج۔ شریعت اسلامی میں غیبت کی چند جائز صورتوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً کسی بچے کی اصلاح کے لئے اس کے والدین کو اس کی برائی سے آگاہ کر دینا، کسی دھوکہ باز کے دھوکہ سے متاثرہ شخص کو آگاہ کر دینا، کسی ظالم کے خلاف مظلوم کی فریاد کی شکل میں آگاہ کرنا۔

40۔منافقت کے لفظی معنی بیان کریں؟

ج۔ منافق کا لفظ نفق سے ماخوذ ہے، جس کے معنی "گزر کر پار ہو جانے کے ہیں"۔ نفق سرنگ کو بھی کہتے ہیں۔جس طرح سرنگ کے دو منہ ہوتے ہیں اسی طرح منافق کے بھی دو چہرے ہوتے ہیں۔

41۔ منافق کی علامات تحریر کریں؟

ج۔ جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے، جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔

42۔ منافق کی دو اقسام تحریر کریں؟

ج۔ اعتقادی منافق، عملی منافق

43۔ اعتقادی منافق کی تعریف لکھئے؟

ج۔ ایسا منافق جو دل سے اسلام کو سچا دین نہیں سمجھتا لیکن اسلام یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، اسے اعتقادی منافق کہتے ہیں۔ یہ نفاق کفر سے بدتر درجے کا ہے۔ مدینہ میں نبی مکرم ﷺ کو اس قسم کے منافقین سے واسطہ پڑا۔

44۔ عملی منافق کی تعریف تحریر کریں؟

ج۔ ایسا شخص جو اسلام کو قبول کرتا ہے اور اس کی دل سے تصدیق بھی کرتا ہے لیکن حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس میں منافقت کی ساری نشانیاں پائی جاتی ہیں تو اسے عملی منافق کہا جائے گا۔ یہ شخص کمزور ایمان کا مالک ہے اور اسے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

45۔ مسجد ضرار کس نے تعمیر کی اور اس کو تعمیر کرنے کا مقصد کیا تھا؟

ج۔ مسجد ضرار منافقین نے تعمیر کی اور اس کی تعمیر کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا تھا۔

46۔ منافق کی سزا کیا ہے؟

ج۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جلائے جائیں گے۔

47۔ تکبر کے لفظی معنی تحریر کریں؟

ج۔ تکبر کے لفظی معنی بڑائی اور گھمنڈ کے ہیں۔ کسی انسان کو اپنے سے حقیر سمجھنے کا نام تکبر ہے۔

48۔ تکبر کے بارے میں ایک قرآنی آیت تحریر کریں؟

ج۔ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ(الزمر 60:39) کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں

49۔ تکبر کے چار نقصانات تحریر کریں؟

ج۔ تکبر کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ تکبر انسان کو دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ تکبر کرنے والا کئی بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے تکبر کیا اور وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو گیا۔

50۔ حسد کا مفہوم بیان کریں؟

ج۔ کسی نعمت کے مستحق سے اس نعمت کے زائل ہونے کی خواہش کرنے کا نام حسد ہے۔ بعض اوقات اس میں اسی مقصد کے لئے کوشش کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔

51۔ حسد سے متعلق کسی حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟ وہ کون سی برائی ہے جو تمام نیکیوں کو کھا جاتی ہے؟ آپ ﷺ نے حسد سے بچنے کی کیا تلقین فرمائی؟

ج۔ تم لوگ حسد کرنے سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں یا کہا گھاس کو کھا جاتی ہے۔

52۔ حسد کے دو دینی نقصانات بیان کریں؟

ج۔ انسان کی تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حسد کرنا گناہ کا باعث ہے اور اس کی وجہ سے انسان بڑے جرائم (قتل وغیرہ) کا ارتکاب کرتا ہے۔

باب سوم:

اسوہ رسول اکرم ﷺ

نمبر شمار	کثیر الانتخابی سوال	درست جواب
1	حضور ﷺ رحمت ہیں تمام۔۔۔کے لئے (۱) انسانوں (۲) جنوں (۳) جہانوں (۴) فرشتوں	جہانوں
2	حضورؐ نے مسجد میں نماز تراویح ادا کی (۱) دو دن (۲) تین دن (۳) چار دن (۴) پانچ دن	تین دن
3	اقرع بن حابس تمیمی کے بیٹوں کی تعداد (۱) 7 (۲) 8 (۳) 9 (۴) 10	10
4	رحمت للعالمین کس نبی کا لقب ہے؟ (۱) حضرت موسیٰؑ (۲) حضرت عیسیٰؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت محمدؐ	حضرت محمدؐ
5	اسوہ کے معنی (۱) طاقت (۲) نمونہ (۳) شہر (۴) سردار	نمونہ
6	آخری غزوہ کا نام (۱) احد (۲) خندق (۳) تبوک (۴) حنین	تبوک
7	اسوہ حسنہ کا معنی ہے (۱) بہترین نمونہ (۲) بہترین راستہ (۳) اچھے آداب (۴) بہترین رہن سہن	بہترین نمونہ
8	حضور ﷺ نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے لئے بھیجا (۱) حضرت عثمانؓ (۲) حضرت طفیلؓ بن عمرو (۳) حضرت علیؓ (۴) حضرت عمرؓ	حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی
9	حضرت جعفرؓ کس غزوہ میں شہید ہوئے (۱) احد (۲) موتہ (۳) حنین (۴) تبوک	موتہ
10	حضرت جعفرؓ کی زوجہ محترمہ کا نام (۱) رقیہؓ (۲) ام کلثومؓ (۳) اسماء بنت عمیسؓ (۴) اسما بنت ابی بکرؓ	اسماء بنت عمیس
11	آپ ﷺ کی نبوت کا کام مکمل ہوا (۱) بائیس سال (۲) تیئیس سال (۳) چوبیس سال (۴) پچیس سال	تیئیس سال
12	کس غزوہ میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) حنین	احد
13	جنت۔۔۔کے قدموں تلے ہے (۱) ماؤں (۲) بہنوں (۳) بیٹیوں (۴) بیویوں	ماؤں
14	عرب۔۔کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے (۱) ننگ و عار (۲) بھوک (۳) افلاس (۴) یہ تمام	یہ تمام
15	تمہارے غلام تمہارے (۱) نگران (۲) بھائی (۳) دوست (۴) ساتھی	بھائی
16	رشتہ مواخاۃ کیا ہے / اخوت کے معنی (۱) بھائی بھائی ہونا (۲) دوست (۳) رشتہ دار (۴) ہمسایہ	بھائی بھائی ہونا
17	مدینہ میں حضور ﷺ نے عرصہ گزارا (۱) سات سال (۲) آٹھ سال (۳) نو سال (۴) دس سال	دس سال
18	حضور ﷺ نے مکہ کے مہاجرین کا رشتہ مواخات قائم کیا (۱) انصار (۲) یہود (۳) نصاری (۴) اہل خیبر	انصار
19	پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی (۱) مکہ مکرمہ (۲) مدینہ منورہ (۳) طائف (۴) بغداد	مدینہ منورہ
20	مساوات کے معنی (۱) برابری (۲) مدد کرنا (۳) تقسیم (۴) حصہ داری	برابری
21	مسلمانوں کے لئے مساوات کی عملی تربیت گاہ (۱) مسجد (۲) مدرسہ (۳) پارلیمنٹ (۴) مزار	مسجد
22	مساوات کا بہترین مظہر (۱) قرآن (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ (۴) نماز	نماز

23	نبی اکرم ﷺ نے مساوات کی تعلیم دی(۱)بیعت عقبہ(۲)ہجرت حبشہ(۳)صلح حدیبیہ(۴)حجۃ الوداع	حجۃ الوداع
24	حضرت زینبؓ کا آپ ﷺ سے رشتہ(۱)چچازاد بہن(۲)خالہ زاد بہن(۳)پھوپھی زاد بہن(۴)ماموں زاد بہن	پھوپھی زاد بہن
25	آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام / منہ بولا بیٹا(۱)حضرت طفیل(۲)حضرت زیدؓ(۳)حضرت مجاہدؒ(۴)اویس قرنیؒ	حضرت زیدؓ
26	آپ ﷺ نے کونسی مسجد تعمیر کی(۱)مسجد قبا(۲)مسجد نبوی(۳)مسجد قبا/مسجد نبوی(۴)مسجد ضرار	مسجد قبا/نبوی
27	کس غزوہ میں آپ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر خندق کھودتے رہے؟(۱)بدر(۲)احد(۳)احزاب(۴)تبوک	احزاب
28	صبر کے لفظی / لغوی معنی(۱)روکنا(۲)کھولنا(۳)ملانا(۴)پاک کرنا	روکنا
29	حالت سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی پھینکی(۱)ولید(۲)عتبہ(۳)عقبہ بن ابی معیط(۴)ابوجہل	عقبہ بن ابی معیط
30	ابولہب حضور ﷺ کا۔۔۔تھا(۱)ماموں(۲)چچا(۳)دادا(۴)بھانجا	چچا
31	ابولہب کی بیوی کا نام(۱)ام سلمہ(۲)ام عمارہ(۳)ام جمیل(۴)ام ہانی	ام جمیل
32	شعب ابی طالب کا واقعہ نبوت کے کس سال پیش آیا(۱)ساتویں(۲)آٹھویں(۳)نویں(۴)دسویں	ساتویں
33	شعب ابی طالب کا واقعہ کس مہینہ میں پیش آیا(۱)محرم(۲)رمضان(۳)رجب(۴)صفر	محرم
34	بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور رہے(۱)دو سال(۲)تین سال(۳)چار سال(۴)پانچ سال	تین سال
35	عقبہ بن ابی معیط نے کس کے اکسانے پر اونٹ کی اوجھڑی پھینکی(۱)ابولہب(۲)ابوجہل(۳)عتبہ(۴)ولید	ابوجہل
36	کس وادی کے لوگوں نے آپ ﷺ کو پتھر مارے(۱)حنین(۲)طائف(۳)مدینہ(۴)حبشہ	طائف
37	عفو و درگزر ایک بہترین۔۔۔وصف / صفت ہے۔(۱)اخلاقی(۲)روحانی(۳)جسمانی(۴)مالی	اخلاقی
38	صبر کیجیے اگر آپ کسی۔۔۔میں ہوں۔(۱)بیماری(۲)حادثہ(۳)افسردگی(۴)مشکل	مشکل
39	نبی کریم ﷺ مقروض اصحاب کا قرض ادا فرماتے(۱)بیت المال(۲)غنیمت(۳)مال جہاد(۴)اپنے پاس سے	اپنے پاس سے
40	نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر امت پر دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں ہر نماز سے پہلے حکم دیتا (۱)مسواک کرنے کا(۲)قرآن پڑھنے کا(۳)غسل کرنے کا(۴)کھانا کھانے کا	مسواک کرنے کا
41	ذکر کے لغوی معنی(۱)یاد کرنا(۲)تعلیم دینا(۳)بات کرنا(۴)پڑھ کر سنانا	یاد کرنا
42	ذکر کی اقسام ہیں(۱)2(۲)3(۳)4(۴)5	3
43	ذکر کی افضل ترین شکل(۱)نماز(۲)زکوٰۃ(۳)تسبیح کرنا(۴)تلاوت قرآن	نماز
44	افضل ذکر(۱)لاالہ الااللہ(۲)استغفر اللہ(۳)الحمدللہ(۴)بسم اللہ	لاالہ الا اللہ
45	دلوں کے اطمینان کا باعث(۱)نیند(۲)ذکر(۳)عفو(۴)اخوت	ذکر
46	نماز کے بعد سبحان اللہ / الحمدللہ۔۔۔مرتبہ پڑھتے ہیں۔(۱)33(۲)34(۳)35(۴)36	33
47	نماز کے بعد اللہ اکبر۔۔۔مرتبہ پڑھتے ہیں۔(۱)33(۲)34(۳)35(۴)36	34

48	نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ / الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہلاتا ہے (۱) افضل ذکر (۲) تسبیحات فاطمہؓ (۳) قلبی ذکر (۴) عملی ذکر	تسبیحات فاطمہؓ
49	نبی اکرم ﷺ کے نانا کا نام (۱) عبد المطلب (۲) ابو طالب (۳) حمزہ (۴) وہب	وہب
50	حضرت محمد ﷺ کا نام "محمد" کس نے رکھا؟ آپؐ کے (۱) والد ماجد (۲) والدہ ماجدہ (۳) دادا نے (۴) چچا نے	دادا نے
51	آپ ﷺ کا نام احمد کس نے رکھا؟ (۱) والد ماجد (۲) والدہ ماجدہ (۳) دادا نے (۴) چچا نے	والدہ ماجدہ نے
52	نبی اکرم ﷺ کے پردادا کا نام تھا (۱) ہاشم (۲) خطاب (۳) امیہ (۴) وہب	ہاشم
53	نبی کریم ﷺ کا شمسی سال میں یوم پیدائش (۱) 20 اپریل 571ء (۲) 21 مئی 570 (۳) 21 اپریل 571ء (۴) 20 جون 572ء	20 اپریل 571ء
54	نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت موسم تھا (۱) سرما (۲) گرما (۳) بہار (۴) خزاں	بہار
55	نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ کا نام (۱) آمنہ (۲) برہ (۳) صفیہ (۴) حلیمہ سعدیہ	حلیمہ سعدیہ
56	موذن رسول کا لقب عطا ہوا (۱) حسانؓ بن ثابت (۲) حضرت بلالؓ (۳) حضرت بلالؓ (۴) حضرت علیؓ (۴) حضرت زیدؓ	حضرت بلالؓ
57	الّفَ کا معنی (۱) الفت ڈال دی (۲) دشمنی (۳) منافقت (۴) واحد	الفت ڈال دی
58	بے شک اللہ۔۔۔کے ساتھ ہے (۱) طاقتوروں (۲) کمزوروں (۳) مالداروں (۴) صبر کرنے والوں	صبر کرنے والوں
59	اللہ تعالی نے ابو لہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں سورہ۔۔نازل کی (۱) بقرہ (۲) علق (۳) العصر (۴) المسد	المسد
60	نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کی شدید مخالفت کو دیکھ کر کس علاقے کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا؟ (۱) حبشہ (۲) عقبہ (۳) مدینہ (۴) طائف	طائف
61	سرداران طائف نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سلوک کیا (۱) شائستہ (۲) ناشائستہ / غیر مہذب (۳) مہذب (۴) پیار بھرا	ناشائستہ / غیر مہذب
62	طائف والوں نے آپ ﷺ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ۔۔۔۔ہو گئے (۱) لہولہان (۲) مایوس (۳) بے ہوش (۴) حواس باختہ	لہولہان
63	طائف والوں کے ظلم و ستم کرنے پر کون سا فرشتہ حاضر خدمت ہوا؟ (۱) حضرت جبرائیلؑ (۲) حضرت اسرافیلؑ (۳) حضرت میکائیلؑ (۴) حضرت عزرائیلؑ	حضرت جبرائیلؑ
64	فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اہل مکہ کو۔۔۔کر دیا۔ (۱) قتل (۲) معاف (۳) ذلیل (۴) قید	معاف
65	مشرکین نے فتح مکہ کے موقع پر کہا آپ نیک بھائی اور نیک بھائی کے۔۔۔۔ہیں (۱) ماموں (۲) بیٹے (۳) بھتیجے (۴) چچا	بیٹے

باب سوم:

اسوہ رسول اکرم ﷺ

1۔اسوہ حسنہ کی تعریف بیان کریں؟

ج۔اسوہ حسنہ کا معنی ہے بہترین نمونہ، نبی اکرم ﷺ کے طرز زندگی کو مومنین کے لئے اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

2۔اسوہ حسنہ کے بارے میں کسی قرآنی آیت کا ترجمہ لکھیں؟

ج۔یقیناتمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

3۔رحمت للعالمین ہونے سے کیا مراد ہے؟

ج۔اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات یعنی انسانوں، جنات، حیوانات، نباتات اور جمادات وغیرہ سب چیزوں کے لئے رحمت ہیں۔

4۔ حضور ﷺ کی رحمت کے بارے میں کسی آیت کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

5۔ حضور اکرم ﷺ کی مسلمانوں / امت مسلمہ پر شفقت کی ایک مثال تحریر کریں؟

ج۔ آپ ﷺ نے تین دن نماز تراویح مسجد میں ادا فرمائی اور پھر اس لئے ترک کر دی کہ کہیں یہ میری امت پر فرض نہ کر دی جائے۔

6۔نبی اکرم ﷺ نے ہر نماز سے پہلے مسواک کا حکم کیوں نہیں دیا؟

ج۔اس لئے کہ کہیں میری امت تکلیف میں نہ پڑ جائے۔

7۔ حضور ﷺ کس طرح کفار کے لئے رحمت تھے؟اسوہ رسول سے کفار کے لئے رحمت کی دو مثالیں تحریر کریں؟

ج۔1۔ کفار نے عذب کا مطالبہ کیا لیکن آپ ﷺ کی وجہ سے ان پر عذاب نازل نہ ہوا۔

2۔غزوہ احد کے موقع پر ایک صحابی نے مشرکین کے لئے بد دعا کرنے کا مطالبہ کیا لیکن آپ ﷺ نے اس موقع پر بھی دعا دی کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔

8۔ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ دوس کے لئے کیا دعا فرمائی؟

ج۔اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں لا۔

9۔ اسلام سے قبل عورتوں کی حالت پر چار سطور تحریر کریں؟

ج۔ ظہور اسلام سے پہلے عورتوں کو معاشرے میں کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ اسلام سے پہلے خواتین ظلم وستم کا شکار تھیں۔انہیں معاشرے میں حقوق حاصل نہیں تھے۔ مشرکین مکہ بیٹی کی پیدائش کو اپنی بے عزتی کا باعث سمجھتے تھے اس لئے اسے پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔

10۔ حضور ﷺ کی خواتین پر شفقت کی ایک مثال تحریر کریں؟

ج۔ آپ ﷺ کے پاس جب رضاعی بہن شیما تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی اور کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔

11۔ماں کی عظمت پر ایک حدیث نبوی کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ پس اس کی خدمت کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے دونوں پاؤں کے پاس ہے۔

12۔ آپ ﷺ نے یتیموں کی کفالت کے بارے میں کیا فرمایا؟

ج۔ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح (دو اکٹھی انگلیوں کی مانند) ہوں گے۔

13۔ سیرۃ طیبہ سے یتیموں پر شفقت کی ایک مثال بیان کریں؟

ج۔ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد ان کے گھر تشریف لائے، ان کے بچوں کو سینے سے لگایا اور رو دیئے۔

14۔ حضرت جعفرؓ غزوہ میں شہید ہوئے اور ان کی بیوی کا نام کیا تھا؟

ج۔ حضرت جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور ان کی بیوی کا نام اَسماء بنت عمیس تھا۔

15۔ حضور ﷺ نے غلاموں کے بارے میں کیا فرمایا؟

ج۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ جس کو اللہ کسی کے تحت کر دے اس کو چاہیے کہ غلام کو کھلائے جس سے آپ کھاتا ہے۔ جو آپ پہنے اسی سے اس کو پہنائے۔ اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکے۔ اگر اس کو اس کام کی تکلیف دے جو اس سے نہ ہو سکتا تو خود اس کی مدد کرے۔

16۔ نبی اکرم ﷺ کی بچوں پر شفقت کے عنوان پر ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔

17۔ بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ ان کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے؟

ج۔ آپ ﷺ انہیں سلام کرتے، رک کر پیار کرتے اور شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے۔

18۔مَن لَّا يَرحم لَا يُرْحَمْ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

19۔ اقرع بن حابس تمیمی کو رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

ج۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

20۔ اخوت کا مفہوم بیان کریں؟

ج۔ اخوت کے معنی بھائی چارہ کے ہیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے اور ایک مسلمان کو دوسرے کے لئے وہی جذبات رکھنے کی تعلیم دیتا ہے جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے رکھتا ہے۔

21۔ مواخات مدینہ سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرامؓ کے رشتہ مواخات پر مختصراً لکھیں؟ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے اخوت کی ایک مثال تحریر کریں؟

ج۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مدینہ ہجرت فرمائی تو مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا، اسے "رشتہ مواخاۃ" کہا جاتا ہے۔ اس رشتہ کی رو سے ہر مہاجر کو انصاری کا بھائی قرار دیا گیا۔

22۔انما المومنون اخوۃ کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

23۔ کس عبادت سے مساوات کا عملی اظہار ہوتا ہے؟

ج۔ نماز سے مساوات کا عملی اظہار ہوتا ہے۔

24۔ آنحضور ﷺ کی زندگی سے مساوات کی دو مثالیں تحریر کریں؟

ج۔ چوری کے الزام میں گرفتار فاطمہ نامی عورت کی سفارش کرنے پر فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

آپ ﷺ نے غلامی کی زندگی بسر کرنے والے صحابہ کرامؓ کو اعزاز و اکرام سے نوازا۔

25۔ آپ ﷺ نے کن دو مساجد کی تعمیر میں حصہ لیا؟

ج۔ مسجد نبوی اور مسجد قبا

26۔ وضاحت کریں کہ مسجد مساوات کی بہترین جگہ ہے؟

ج۔ مسجد میں نماز کے دوران امیر غریب، آقا اور غلام، افسر اور نوکر ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

27۔ خطبہ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے مساوات کے بارے میں کیا درس دیا؟

ج۔ اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا باپ ایک ہے، پس نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ (یعنی اللہ سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے) کے۔

28۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے معاشرتی مساوات کی مثال پیش کریں؟

ج۔ آپ ﷺ کے لئے مجلس میں کوئی مخصوص نمایاں جگہ نہیں تھی بلکہ جہاں آپ ﷺ مناسب سمجھتے تشریف فرماتے۔ آپ ﷺ عام مسلمانوں جیسا لباس زیب تن کرتے، سادہ غذا کھاتے اور سادہ مکان میں رہائش اختیار کرتے۔

29۔ اسلام میں فضیلت اور عزت کا کیا معیار ہے؟

ج۔ اسلام میں فضیلت اور عزت کا معیار تقویٰ ہے۔

30۔ اِنَّ اللہ یامر بالعدل و الإحسان کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

31۔ دو غیر عرب صحابہ کرامؓ کے نام تحریر کریں؟

ج۔ حضرت صہیب رومیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ

32۔ دو غلام صحابہ کرامؓ کے نام تحریر کریں؟

ج۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت بلالؓ

33۔ صبر و استقلال کا مفہوم تحریر کریں؟

ج۔ صبر کے لفظی معنی روکنے، برداشت کرنے، قابو میں رکھنے کے ہیں۔ جبکہ استقلال کے لفظی معنی استحکام، مضبوطی اور بات پر قائم رہنا کے ہیں۔ انسان کا مشکل اور ناخوشگوار حالات میں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور گھبرانے کی بجائے ثابت قدمی اختیار کرنا نیز ہمت قائم رکھتے ہوئے اپنے رب پر بھروسہ کرنا صبر و استقلال کہلاتا ہے۔

34۔ صبر سے متعلق سیرۃ النبی ﷺ سے ایک مثال تحریر کریں؟ سیرۃ النبی ﷺ سے کوئی واقعہ تحریر کریں جس سے ثابت ہو کہ حضور ﷺ صبر واستقلال کے پیکر تھے؟

ج۔ نبی مکرم ﷺ نے جب اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تو آپؐ کو مختلف قسم کی تکالیف پہنچائی گئیں۔ یہ تکالیف اور مصائب دو قسم کے تھے ایک زبانی تکالیف تھیں اور دوسری جسمانی تکالیف تھیں۔ کبھی آپ ﷺ کو جھٹلایا جاتا، مذاق اڑایا جاتا، بد دعائیں دی جاتیں اور کبھی آپ ﷺ کو کاہن، مجنون اور جادوگر جیسے طعنے دیئے جاتے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان زبانی تکالیف کا صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور دین کی دعوت کا کام جاری رکھا۔

35۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْن کا اردو ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

36۔ کس کافر نے حضور ﷺ کی پشت پر اونٹ کی اوجھڑی پھینکی؟

ج۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کے اکسانے پر اونٹ کی اوجھڑی آپ کی پشت پر پھینکی۔

37۔ مقاطعہ بنی ہاشم سے کیا مراد ہے؟

ج۔ کفار کی تمام تر مزاحمت کے باوجود جب اسلام کی اشاعت میں تیزی آئی تو انہوں نے نبوت کے ساتویں سال محرم الحرام میں خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ (Boycott) کیا۔ اس مقاطعہ کی رو سے عرب کے تمام قبائل اس بات کے پابند تھے کہ وہ بنی ہاشم کے ساتھ کسی قسم کا لین دین اور میل جول نہیں رکھیں گے۔ ابو لہب کے علاوہ تمام خاندان بنی ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہا۔ اس محصوری میں انہوں نے فاقے اور سخت تکالیف برداشت کی ہیں۔

38۔ ابو لہب کی بیوی کا کیا نام تھا؟ حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے کون بچھاتی تھی؟

ج۔ ابو لہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔

39۔ ام جمیل اور ابو لہب نے آنحضور ﷺ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ج۔ اسلام کی اعلانیہ دعوت کے ساتھ آپ ﷺ کے سگے چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کے دشمن بن گئے۔ ابو لہب آپ ﷺ کو بد دعائیں دیتا تھا۔ آپؐ جہاں بھی جاتے آپؐ کے پیچھے جاتا، آپؐ کو پتھر مارتا اور لوگوں سے کہتا کہ یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سنو۔ اس کی بیوی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی جن سے کئی مرتبہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔

40۔ صبر کے موضوع پر ایک آیت یا اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

ج۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر) اور وہ حق وصبر کی تلقین کرتے ہیں۔

41۔ عفو ودرگزر کا مفہوم بیان کریں؟

ج۔ عفو کے لفظی معنی دل سے معاف کرنے اور نظر انداز کرنے کے ہیں۔ عفو کا اصل اطلاق وہاں ہوتا ہے جب بندہ انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود کسی کو معاف کر دے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ضرورت سے زائد چیز کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اکثر معاف کرنے اور چھوڑ دینے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ عفو ایک اخلاقی خوبی ہے جس سے محبت میں اضافہ اور دشمنی میں کمی ہوتی ہے۔

42۔ عفو ودرگزر پر نبی کریم ﷺ کی زندگی سے ایک مثال تحریر کریں؟

ج۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے بدترین دشمنوں کو معاف فرما دیا۔

43۔عفو ودر گزر کے دو فائدے تحریر کریں؟

ج۔اس سے دوستوں اور عزیزوں کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔اس سے دشمنوں کی عداوت دور ہو جاتی ہے۔

44۔رسول اللہ ﷺ کے سفر طائف پر مختصر نوٹ لکھیں؟

ج۔ آپ ﷺ مکہ کے لوگوں سے مایوس ہو کر طائف میں اسلام کی اشاعت کے لئے گئے۔وہاں اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہو لہان کر دیا۔اس وقت دو فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے طائف والوں کو تباہ کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا کہ ممکن ہے ان کی اولادوں میں سے کوئی اسلام قبول کرلے۔

45۔فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں سے کیا سلوک کیا؟

ج۔ آپ ﷺ نے تمام مکہ والوں کو معاف فرما دیا۔

46۔ذکر کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں؟

ج۔ ذکر الشی کے معنی ہیں کسی چیز کو دل میں یاد کرنا۔قرآن مجید کا ایک نام "الذکر " بیان کیا گیا ہے۔ذکر ایک دینی اصطلاح ہے جو اللہ تعالی کی یاد کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

47۔ذکر کی دو اقسام بیان کریں؟

ج۔ ذکر کی تین اقسام ہیں: قولی ذکر، قلبی ذکر اور عملی ذکر۔

481۔تسبیح فاطمہ سے کیا مراد ہے؟

ج۔نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھنا تسبیح فاطمہ کہلاتا ہے۔

49۔الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کا ترجمہ تحریر کریں؟ کس چیز سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے؟

ج۔سن لو کہ اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

50۔افضل ذکر سے کیا مراد ہے؟

ج۔افضل ذکر سے مراد لاالہ الا اللہ کا پڑھنا ہے۔

51۔ذکر کرنے کے دو فوائد بیان کریں؟

ج۔ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے۔نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔